اپنا ادارہ

www.KitaboSunnat.com

غیر سامی مذاہب کی بانی

شری کرشن، گوتم بدھ، مہاویر، آخن آتون، زرتشت، کنفیوشس اور سقراط کی اصل الہامی تعلیمات کے متعلق تحقیقی انکشافات

الطاف جاوید

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

25148

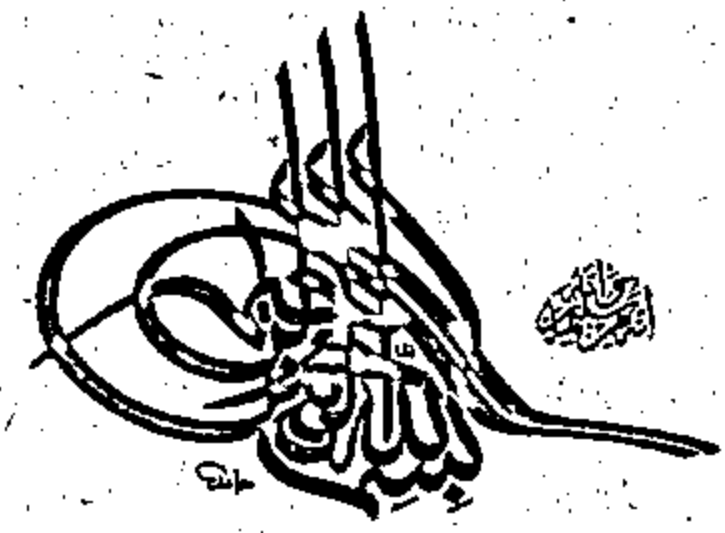

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

غیر سامی مذاہب کے بانی

25148

الطاف جاوید

اپنا ادارہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ضابطہ

کتاب	:	غیر سامی مذاہب کے بانی
مصنف	:	الطاف جاوید
سن اشاعت	:	2004ء
ایڈیشن	:	دوئم
ناشر	:	اپنا ادارہ
پرنٹنگ	:	المطبعۃ العربیہ
قیمت	:	150 روپے

اپنا ادارہ

منظور منزل، 42 اُردو بازار، لاہور
Ph: 7315242, Mob: 0300-4190120
E-mail:apnaidara@yahoo.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

25148

فہرست

۱	پیش لفظ	7
۲	آریہ قوم کے مذہب کا تاریخی پس منظر	25
۳	ویدک مت (ہندو مذہب)	31
۴	رام چندر اور رامائن	75
۵	شری کرشن اور بھگوت گیتا	109
۶	گوتم بدھ اور بدھ مت	131
۷	مہاویر اور جین مت	149
۸	آخن آتون	157
۹	زرتشت	173
۱۰	کنفیوشس	195
۱۱	سقراط	213

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

میں نے آریہ اور زرد اقوام وغیرہ میں جو بانیان مذاہب ہوئے ان کے حالات اور تعلیم پر لکھا ہے۔ قرآن حکیم میں صرف سامی قوم سے تعلق رکھنے والے انبیاء کا ذکر ہے۔ لیکن قرآن نے کہا ہے کہ خدا نے ہر قریہ (بستی) میں اپنا پیغامبر بھیجا ہے مگر مسلمان علماء اور دانشوروں نے عملاً قریہ کو صرف عرب اور فلسطین تک محدود کر دیا۔ حالانکہ ہندوستان، یونان، ایران، چین وغیرہ کے وسیع خطے اور ان میں بسنے والے کروڑہا انسان موجود ہیں تو کیا ان کے اندر کوئی پیغامبر مبعوث نہیں ہوا؟ کیا قریہ کے لفظ کا اطلاق ان ممالک اور اقوام پر نہیں ہوتا؟

قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔ **وان من امة الا خلا فيها نذيرا**

کوئی بستی یا امت ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نہ بھیجا گیا ہو۔

✡ **ولكل امة رسول** (یونس ۴۷) ہر امت (یا قوم) کے لئے رسول ہے۔

تو کیا ہندوستان، چین، یونان، ایران وغیرہ اقوام میں ہادی نہیں آئے؟ کیا ان کو تسلیم نہ کرنا خلاف حکم قرآن نہیں ہے۔

وحدت انسانیت:

قرآن نے یہ بھی کہا ہے کہ تمام انسان نفس واحد سے پیدا کئے گئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتی اگر تمام اقوام میں مبعوث ہونے والے انبیاء کو تسلیم نہ کیا جائے۔

قرآن نے کہا ہے کہ وحدت انسانیت کو نہ ماننے والوں کے لئے عذاب عظیم ہے۔

☆ ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من ؟ بعد ماجاء ھم البینت واولئک لھم عذاب عظیم ○ (آل عمران ۱۰۵)

اور ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کیا۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی باتیں آچکی تھیں اور انہی کے لئے بڑا عذاب ہے۔

وحدت انسانیت کے قیام کے لئے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت ختم کردی گئی اور رسول اللہ ﷺ کو ساری انسانیت کی طرف بھیجا گیا۔

☆ وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیر او نذیر او لکن اکثر الناس لا یعلمون (السباء:۲۸)

اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

☆ پھر فرمایا: قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمعیانِ الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض. (اعراف:۱۵۸)

کہہ دو لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔

☆ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین. (انبیاء:۱۰۷)

اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ایک حدیث مطہرہ میں ہے کہ

☆ ترجمہ: ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا تھا اور میں تمام سرخ و سیاہ قوموں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم باب المساجد)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمگیر ہے۔ اس لئے ان کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا ورنہ عالمگیر بعثت میں فرق آجائے گا۔

قرآن نے کہا ہے۔

شرع لکم من الدین ماوصّٰی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ ابراھیم و موسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ؕ کبر علی المشر کین ماتد عو ھم الیہ ؕ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب o

(الشوریٰ آیت۔۱۳)

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کیا اور جس کا ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکوں پہ وہ دین گراں ہے جس کی طرف تم ان کو بلاتے ہو۔ اللہ اپنے لئے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اسی وحدت دین کے تصور کو دوسری جگہ بیان کیا ہے۔

قل یا اھل الکتب تعالو االیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا للہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ ؕ فان تولو افقولوا اشھدوا بانا مسلمون o (آل عمران ۶۴)

کہہ دو اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوائے رب بنائے۔ اور اگر وہ پھر جائیں تو تم کہو گواہ رہو کہ ہم فرماں بردار ہیں۔

☆ اگر تمام مذاہب عالم کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا عقیدہ تمام مذاہب میں امر مشترک ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ

☆ وما ارسلنا من قبلک من رسول الانوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون o (الانبیاء:۲۵)

اور تجھ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف ہم (یہی) وحی کرتے تھے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری عبادت کرو۔

☆ دوسری جگہ ہے کہ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان عبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔

اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو۔

لہٰذا قرآن حکیم نے وحدت دین کی اصل عظیم کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان کیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہی عقیدہ وحدت انسانیت کی بنیاد بن سکتا ہے۔ جو شخص اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتا اس کے لئے عذاب عظیم کی وعید ہے۔

پچھلی امتوں نے مرور زمانہ کے باعث اپنے ادیان میں تحریفات کیں اور دین میں تفرقے پیدا کئے جس سے دین کی شکل بدل گئی۔ قرآن کہتا ہے کہ۔

ان الذین فرقوا دینھم و کانو شیعا لست منھم فی شی ءٍ ؕ انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانو یفعلون. (الانعام:۱۵۹)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا اور (کئی) فرقے ہو گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ اللہ کی طرف ہے پھر وہ ان کو بتائے گا جو وہ کرتے تھے۔

صحیح بخاری کی کتاب الانبیا میں حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب لوگوں سے عیسیٰ ابن مریم سے دنیا اور آخرت میں قریب ہوں اور تمام انبیاء آپس میں بھائی بھائی ہیں کہ ان کی باتیں جدا جدا ہیں اور دین ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو اسی راہ پر چلنے کی ہدایت کی جس پر پہلے انبیاء علیہم وسلم گامزن تھے۔ قرآن میں ہے کہ اولک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ. (الانعام:۹۰)

یہ وہ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی۔ سو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔

دوسری جگہ اللہ نے کہا ہے کہ

یرید اللہ لیبین لکم ویھد یکم سنن الذین من قبلکم. (النساء:۲۶)

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے کھول کر بیان کر دے اور تم کو ان کی راہیں دکھا دے جو تم سے پہلے تھے۔

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس راہ پر قدم اٹھایا جس پر پہلے انبیاء چلے اور وہی راہ ہے جو بنی نوع انسان کی فلاح کی ضامن ہے۔ قرآن حکیم میں بھی یہی تعلیم ہے جس کی تبلیغ مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء نے کی۔ یہی تعلیم اعجازی رنگ میں اور مکمل طور پر قرآن میں بیان کر دی گئی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ۔

* ما یقال لک الا ماقد قیل للر سل من قبلک ؕ (حم السجدہ۔۴۳)

تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی کچھ جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

25148

وانه لفی زبر الاولین o (الشعرا۔۱۹۶)

اور بے شک وہ پہلے صحیفوں میں موجود ہے۔

ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ o صحف ابراھیم و موسیٰ o (اعلیٰ:۱۸)

بے شک یہ پہلے صحیفوں میں ہے ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

ان آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ کو وہی تعلیم دی گئی جو پہلے پیغمبروں کو دی گئی۔ ان معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نئی دعوت لے کر اس دنیا میں نہیں آئے بلکہ پرانی تعلیم اور دعوت کا اعادہ اور تکرار ہے جو دنیا سے مٹ چکی تھی۔ مختلف مذاہب کے پیروؤں نے تحریف سے اس دعوت کی حقیقت کو مسخ کر دیا تھا۔ اسلام نے اس مٹی ہوئی تعلیم کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اسی بات کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا.

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارا دین اسلام ہونے پر راضی ہوا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بستی میں خدا نے اپنا پیغامبر بھیجا اور ان تمام انبیاء اور قرآن کی تعلیم ایک ہے۔ مگر قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے اس لیے یہ کسی قسم کی تحریف سے محفوظ رہا ہے صرف ترتیب نزول کی بجائے سورتوں کی ترتیب چند ضرورتوں کے ماتحت اجتہادی ہے مگر متن بالکل محفوظ ہے جب کہ قرآن سے قبل آنے والی کتب مقدسہ میں بعض جگہ تحریف کر دی گئی ہے۔

تحریف کا معاملہ:

تحریف کے متعلق یہ خیال بالکل غلط ہے کہ پوری کی پوری کتاب کو بدل دیا گیا ہے۔ قرآن کے الفاظ "یحرفون الکلم" سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض کلمات میں تبدیلی آئی ہے پوری کتاب میں نہیں۔ اگر پوری کتاب بدل دی گئی ہوتی تو ان کتب سابقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے متعلق جو پیشگوئی موجود ہے وہ بھی قائم نہ رہتی۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ تحریف سے مراد کیا ہے؟

تحریف کی سب سے پہلی اور بنیادی شکل یہ ہے کہ مفسرین نے اپنے تفسیری خیالات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متن میں ملا دیئے۔ بعض انبیاء نے خود کوئی مرتب کتاب نہیں پیش کی بلکہ ان کے ملفوظات ان کے بعد ان کے شاگردوں نے مرتب کئے۔ اس عمل میں انتخاب کرتے وقت شاگردوں کے اپنے تفسیری خیالات بھی نبی کے ملفوظات میں ملا دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نبی کی بنیادی تعلیم ان ملفوظات کے مجموعہ میں اپنی اصلی شکل ہی میں قائم رہی ہے۔

اس سلسلہ میں پیغمبر کی وحی الٰہی پر مشتمل تعلیم اور مفسرین کے خیالات اور توجیحات کو شناخت کرنے کے لئے قرآن حکیم بحیثیت "معیار" یا کسوٹی (Criterion) کام دے سکتا ہے۔ قرآن آخری کتاب ہے اس لئے اس کی حیثیت تمام مذاہب کی تعلیمات کو جاننے کے لئے مھیمن کا کام دیتی ہے۔ مھیمن کے معنی نگہبان کے ہیں۔

یہ بات قطعاً غلط ہے کہ الہامی کتب میں بددیانتی سے دانستہ تحریف کی گئی ہے۔ مثلاً یونانی لفظ Son کا ترجمہ بیٹا کر دیا جائے گا حالانکہ اس یونانی یا عبرانی لفظ کا ترجمہ "اچھا" یا "اللہ والا" کے ہیں۔ اسی طرح ابن شیطان کا معنی برا آدمی ہے نہ کہ شیطان کا بیٹا۔ لہٰذا تحریف کی شکل لفظ سے غلط مفہوم اخذ کرنے کے ہیں۔ حالانکہ اناجیل میں حضرت مسیح ؑ کی حقیقی تعلیم موجود ہے۔ شاگردوں نے حضرت مسیح ؑ کے بعد ان کے افکار کو مرتب کرتے وقت غلطیاں کی ہیں۔ اسی سبب اناجیل میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے۔

تحریف کی ایک شکل زبان کا اختلاف ہے۔ مختلف انبیاء مختلف زبانیں بولنے والی اقوام میں مبعوث ہوئے۔ ایک ہی تعلیم یا عمل کو ان مختلف زبانوں میں بیان کیا گیا جس سے بے علمی کے باعث مذاہب میں اختلافات پیدا ہوئے۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لئے مولانا روم نے ایک مثال دی ہے کہ چار مختلف زبانیں بولنے والے چار افراد ایک جگہ جمع تھے۔ ایک آدمی نے ان کو ایک روپیہ دیا تا کہ وہ اس سے انگور منگوالیں۔ چونکہ ہر فرد اپنی زبان میں انگور کا نام لیتا تھا اس لئے وہ اختلاف میں پھنسے رہے۔ ایک آدمی جو ان چاروں کی زبان سے واقف تھا اس نے انگور لا کر دے دیئے۔ اب سب حیران تھے کہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف نام دینے کی وجہ سے باہمی اختلاف کرتے رہے۔

تحریف کی ایک شکل عبادات و رسوم کی ظاہری شکل میں اختلاف سے متعلق ہے۔ مختلف مذاہب نے اپنے عہد میں عبادت اور دوسری رسوم کی ادائیگی کی شکلوں کو متعین کیا ہے مگر یہ اختلاف زبان کی طرح مذاہب عالم کے درمیان اختلاف اور نزاع کا باعث بن گیا ہے قرآن حکیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اسی سبب کہا ہے کہ خدا نے ہر قوم کے لئے عبادت یا شریعت کی شکل کو متعین کر دیا ہے۔

قرآن نے کہا ہے کہ اس نے بعض انبیاء کے نام لئے ہیں اور بعض کے نام نہیں لئے۔

اسی طرح قرآن میں بعض کتابوں کے نام ہیں بعض کے نہیں۔

قرآن میں ہے کہ لکل جعلنا منکم شرعة ومنها جا ط ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلو کم فی ماآتکم فاستبقو الخیرات ط الی الله مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیه تختلفون o (المائدہ:۴۸)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریق مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی گروہ بنا دیتا۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہارے جوہر پرکھے۔ سو نیکیوں میں آگے بڑھ کر لو۔ تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پس جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے وہ تمہیں بتا دے گا۔

نبی کی شناخت کا مسئلہ:

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے نبی یا رسول کو شناخت کرنے کے لئے کوئی اصول دیئے ہیں؟ یقیناً قرآن نے یہ اصول دیئے ہیں۔

۱۔ نبی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کا پیغامبر ہے۔ اگرچہ بعض نے صریحاً یا واضح طور پر اعلان نہیں کیا مگر دوسرے قرآئن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ نبی یا اللہ کا پیغامبر ہے۔

۲۔ اس دعویٰ کے باعث ان کو اذیتیں دی جاتی رہی ہیں۔ بلکہ قتل بھی کر دیئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ مالدار طبقہ تمام انبیاء کا انکار کرتا ہے۔

وما ارسلنا فی قریة من نذیر الاقال مترفوھاانا بما ارسلتم به کافرون o

اور ہم نے کسی بستی میں ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے مالدار لوگوں نے کہا جو تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔

☞ بلکہ ان کو قتل بھی کر دیتے ہیں۔ ذٰلک بانهم کانوا یکفرون بایٰت الله ویقتلون النبین بغیر الحق ط (البقرہ:۶۱)

یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔

(یہاں قتل کرنے سے مراد اذیتیں دینا بھی ہے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ نبی اجر نہیں مانگتا: قل ماسا لتکم من اجر فھو لکم ؕ ان اجری الا علی اللہ وھو علی کل شئی شھید. (السبا:۴۷)

کہہ کہ جو میں تم سے اجر مانگتا ہوں وہ تمہارے لیے ہے۔ میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

۴۔ عقل انسانی محدود اور ناقص ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں پر وحی نازل کرنا شروع کی۔ تاکہ وحی الٰہی عقل انسانی کی راہنمائی کرے اور انسان تباہی سے بچ جائے۔

لہٰذا صاحب وحی جسے نبی یا رسول کہا جاتا ہے اپنے خیال سے وحی پر مشتمل احکامات اور ہدایت کو نہیں گھڑتا بلکہ اس کے قلب پر یہ احکام اور ہدایات براہ راست نازل ہوتی ہیں۔ جن سے انسان اپنی غلطیوں سے پیدا شدہ نقصان کا ازالہ کر لیتا ہے۔ قرآن نے حضرت آدمؑ کے متعلق فرمایا ہے کہ جب ان سے لغزش ہوئی تو وحی الٰہی نے اس سے پیدا ہونے والے نقصان کا ازالہ کر دیا۔

فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ ؕ انہ ھو التواب الرحیم (بقرہ:۳۷)

پھر آدم نے اپنے رب سے (کچھ) باتیں سیکھیں۔ تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس کے بعد قرآن نے نزول وحی کے متعلق قاعدہ کلیہ بیان کیا۔

فاما یاتینکم منکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون○ (بقرہ:۳۸)

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ وحی الٰہی کا نزول عام ہے اور انسانوں کی راہنمائی ہوتی ہے۔

لہٰذا قرآن نے بتایا ہے کہ۔

۱۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو وحی کی کہ موسیٰؑ کو دریا میں ڈال دے وہ واپس تمہاری طرف آجائے گا۔

۲۔ مسیحؑ کے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور مسیحؑ پر ایمان لاؤ۔

۳۔ شہد کی مکھی کو وحی کہ وہ مختلف پھولوں وغیرہ سے رس چوس کر شہد بنائے۔

۴۔ آسمان اور زمین کو وحی کی۔

(اس طرح قرآن نے زندگی کے تمام شعبوں میں وحی الٰہی کے عام ہونے کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے۔

۵۔ توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی بت پرستی، اعضائے جنسی، سورج اور چاند پرستی، پہاڑ، درخت، آگ، ہوا، حیوان، اکابر کی پرستش سے ہٹا کر خدائے خالق و معلم کی وحدت کی تعلیم دیتا ہے۔

۶۔ انسانی عظمت و شرف کو واضح کرتا ہے اور اسے پوری کائنات پر برتری کی نوید دیتا ہے کیونکہ انسان شرک کے باعث اپنے سے کم تر درجہ کی چیزوں کی پرستش کر کے اپنی عظمت و شرف کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

☆ ولقد کرمنا بنی آدم وحملنٰھم فی البر والبحر و رزقنٰھم من الطیبٰت وفضلنٰھم علٰی کثیر ممن خلقنا تفضیلاo (بنی اسرائیل:۷۰)

اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی ہے اور ہم نے خشکی اور ندی میں سواری اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو بہتوں پر جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے بڑی فضیلت دی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ زمین، سورج، چاند، ستارے، دریا، سمندر وغیرہ ہر چیز کو انسان کی آسائش اور استفادہ کے لئے پیدا کیا نہ کہ ان کی پرستش کے لئے۔

☆ ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعا (البقرہ:۲۹)

وہی زات ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔

۷۔ اتحاد نسل انسانی: انسان مختلف قومیتوں، قبیلوں اور ذات برادریوں میں تقسیم ہوا ہے اور یہ باہم جنگ و فساد میں مبتلا رہتا ہے۔ نبی اس جنگ و فساد کے ازالہ کے لئے وحی الٰہی کی زبان سے اتحاد کی تعلیم دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ تمام انسان خدائی عیال ہیں۔

☆ الخلق کلھم عیال اللہ (بہشتی کتاب الایمان) (حدیث) قرآن کہتا ہے کہ کان الناس امۃ واحدہ (البقرہ:۲۱۳) تمام انسان امت واحد تھے۔

۸۔ مساوات انسانی: نبی وحی الٰہی کے ذریعے تمام نسلی، قومی، لسانی، گروہی امتیازات کو ختم کر کے ان میں اتحاد اور مساوات پیدا کرتا ہے۔ اس طرح انسان ایک امت واحدہ کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم (الحجرات:۱۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم میں سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اس مسئلہ یعنی مساوات انسانی کی اہمیت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ

ترجمہ: اے لوگو! ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے، بے شک تمہارا باپ ایک ہے ہاں عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر سیاہ کو سرخ پر اور سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ مگر فضیلت تقویٰ کے سبب پر ہے۔ (مسند احمد)

۹۔ رواداری: ہر مذہبی کتاب اور ہر رسول کو تسلیم کیا جائے اور مذہب کے نام پر خون نہ بہایا جائے اور باہمی فساد نہ پھیلایا جائے۔ قرآن میں ہے لا اکراہ فی الدین (البقرہ: ۲۵۶)

دین کے بارے میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے۔ دوسری جگہ ہے لا تسبو الذین یدعون من دون اللہ (انعام:۱۰۹)

اور ان کو برا مت کہو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔

۱۰۔ امن عالم: نبی عالمگیر قوت و اتحاد، محبت اور مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور نفرت، عداوت، تعصب کو بالکل ختم کرنے کی تلقین کرتا ہے اگر دنیا سے تعصب و عداوت مٹ جائے تو امن قائم کرنا مشکل نہیں ہے خود بخود قائم ہو جاتا ہے کیونکہ انسانوں میں فساد و جنگ صرف نسلی، گروہی اور لسانی وغیرہ تعصبات کی وجہ سے ہے۔

۱۱۔ تزکیہ نفس: ہر نبی نے خدا کی ہستی کو ماننے کی اس لئے تلقین کی ہے کہ انسان کے اندر جو اخلاقی بلندی اور کمال کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے وہ خدا اور اس کی صفات کو تسلیم کرنے اور انہیں اپنے اندر سمونے سے عمل میں آجائے۔ یہ صفات عملی شکل اختیار کر لیں۔ قرآن میں ہے فلہ الاسماء الحسنیٰ اس کے سب نام اچھے ہیں۔ گویا ایمان باللہ عمل صالح کے بغیر بے سود ہے اس لئے قرآن نے جہاں جہاں ایمان باللہ کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی عمل صالح کا ذکر بھی کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تخلقوا باخلاق اللہ۔ یعنی اللہ کے اخلاق اختیار کرو۔ اللہ کے اخلاق اللہ کی صفات ہیں، ان کے تحت زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔

۱۲۔ علوم کی ترقی: مذہب علوم و سائنس کی ترقی کا ضامن ہے۔ چونکہ انسان اشرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المخلوقات ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے استفادہ کے لئے پیدا کی گئی۔ قرآن نے کہا ہے آدم کو تمام اشیاء کے نام بتا دیئے اور رسول اللہ ﷺ پر وحی اول میں کہا ہے کہ خدا نے علم بالقلم سکھایا ہے۔ اس سبق نے انسان کو کائنات کی ہر چیز کی تحقیق کرنے اور اسے مسخر کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس طرح انسان کائنات کے عناصر کے خواص معلوم کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جس سے مختلف علوم اور سائنس نے ترقی کی۔ قرآن نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا سکھائی کہ رب زدنی علما۔ اے اللہ میرے علم کو ترقی دے۔ اس سے علم کے حصول کی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے۔

۱۳۔ فلاح انسانی: انسانی فلاح کے دو پہلو ہیں۔ ایک مادی دوسرا روحانی۔ نبی ان دونوں پہلوؤں کی فلاح کے لئے تعلیم دیتا ہے۔ عبادت پر زور زیادہ دیا جاتا ہے مادی پہلوؤں میں بھی ایسی تعلیمات دی جاتی ہیں جن کا تعلق عبادت کے مقاصد سے ہوتا ہے۔

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدو الله واجتنبو الطاغوت (النحل:۳۶)

اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو۔

حیات انسانی کا مقصد ہی عبادت الٰہی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذّٰریٰت:۵۶)

۱۴۔ عقل کی رہنمائی: انسان کی عقل ناقص ہے۔ اس لئے اس کی رہنمائی کے لئے نبی عائلی، عمرانی، سیاسی اور معاشی اصول دیتا ہے۔ تا کہ ہر مسئلہ کو ان کی روشنی میں حل کیا جا سکے۔ ان اصولوں کے مطابق عقل و فہم سے کام لینے کی تاکید ہے۔ ان اصولوں کے بغیر انسانی عقل تحقیق تو کر سکتی ہے مگر زندگی کے معاملات نہیں سلجھا سکتی۔ دنیا میں جنگ و فساد محض اس لئے ہے کہ مجرد عقل سے کام لیا جاتا ہے اور وحی الٰہی کے بتائے ہوئے اصولوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

قرآن نے اس لئے عقل و فہم سے کام لینے پر زور دیا ہے۔ کیونکہ عقل کے بغیر وحی الٰہی کے اصولوں سے زندگی میں استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن نے عقل کے لئے بہت سے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کہیں حکمت، کہیں شعور، کہیں بصیرت، کہیں تفکر و تدبر وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر یاد رہے، مجرد عقل انسانی مسائل کو کما حقہ حل نہیں کر سکتی اس لئے نبی اس کی راہنمائی کے لئے مادی اور روحانی اصول دیتا ہے۔ گزشتہ تاریخ انسانی میں اور موجودہ تہذیب میں جہاں کہیں محض عقل سے کام لیا گیا ہے۔ فساد اور تباہی آئی ہے۔

۱۵۔ حیات بعد الموت: خدا کی ہستی پر یقین تو انسان کی فطرت ہے مگر حیات بعد الموت اور جزا و سزا کا تصور صرف نبی دیتا ہے۔ جو اس اصول پر ایمان لا کر اپنی زندگی کو اس پر ڈھال لیں گے وہ انعام کے مستحق ہونگے ورنہ سزا کے حق دار ہونگے۔

یہ یاد رہے کہ آخرت پر ایمان کے بغیر اخلاق کی بنیادیں قائم نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے قرآن نے اس پر بہت زور دیا ہے۔

کوئی شخص ان نشانیوں اور تعلیمات کے بغیر نبی یا رسول نہیں کہلا سکتا اور انہیں نشانیوں سے نبی کی شناخت ہو سکتی ہے۔

وحی الٰہی کے متعلق:

مسلم دانش نے عام طور پر یہ سمجھ رکھا ہے کہ نزول وحی کی شکل صرف وہی ہے جس شکل میں رسول اللہ ﷺ پر اس کا نزول ہوتا تھا۔ اس شکل سے ہٹ کر وہ وحی کے نزول کو تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن حکیم نے نزول وحی کو صرف نبی یا رسول تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اسے زندگی کی عام حقیقت بنا دیا ہے۔ یعنی ہر اس چیز پر جو زندگی کے بغیر ہو جیسے زمین و آسمان، حیوان، نحل (شہد کی مکھی)، نبی کے حواریوں پر جیسے حضرت مسیحؑ کے حواری۔ حضرت موسیٰ کی والدہ۔ (غیر نبی پر) پودوں کا بڑھنا وغیرہ۔ چنانچہ، شعور نبوت اور شعور ولایت کی شکل میں وحی جاری و ساری ہے۔ شعور نبوت کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن اور دوسری کتب الٰہیہ۔ شعور ولایت کو وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ انسان کے اندر حواس ظاہری کے ساتھ حواس باطنی بھی ہیں۔ حواس ظاہری کے لئے خارج میں سامان موجود ہے۔ جن کی تحقیق سے علوم مدون ہوتے ہیں اور ایجادات وجود میں آتی ہیں اسی طرح حواس باطنی کے لئے بھی سامان موجود ہے۔ جو اس کی تربیت و پرورش کرتے ہیں۔

الذین آمنوا و کانوا یتقون o لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ ط لا تبدیل لکلمٰت اللہ ط ذلک ھو الفوز العظیم o (یونس:۶۳:۶۴)

جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے ہیں ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوش خبری ہے اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البشـــــری جوایک متقی انسان کوزندگی میں دی جاتی ہے، اسے رسول اللہ ﷺ نے رویائے صالحہ صادقہ کہا ہے۔ حدیث ہے کہ ترجمہ: نبوت میں سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا رویائے صالحہ۔ بخاری میں ابوسعید خداریؓ سے روایت ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات جاری وساری ہیں اسی طرح صفت کلام بھی جاری ہے انسان اپنی روحانی استعداد کو رویائے صدقہ اور مبشرات کے بغیر قائم نہیں رکھ سکتا۔ حالانکہ انسان کی پیدائش اس روحانی استعداد کی پرورش کا مقصود ہے۔ امت کے تمام اولیائے کرام وعلماء عظام اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع سے انسان کو مکالمات ومخاطبات الٰہیہ حاصل ہوتے ہیں۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (بقرہ:۴)

اور جوایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔

وحی نبوت (کتاب الٰہی) پر ایمان لانا دینی فریضہ ہے۔

وحی ولایت قابل حجت نہیں ہے اور نہ اس کا اتباع فرض ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس پر مفصل بحث کی ہے کہ اگر کسی وحی کا الہام شریعت کے کسی ظاہری حکم کے خلاف ہو تو شرعی حکم کو ہی تسلیم کیا جائے گا۔

قرآن حکم نے کلام الٰہی کی تین صورتیں بتائی ہیں۔

۱۔ وحیاً۔

۲۔ من ورائے حجاب۔

۳۔ جبرائیل کے ذریعے وحی کا نزول

وحیاً کا مفہوم مسلمہ طور پر ''القافی الروح'' ہے کیونکہ وحی کے معنی اشارہ سریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خیال بغیر کسی غور وفکر کے اچانک قلب میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ ایک نیا علم ہوتا ہے جو دل میں بجلی کی سرعت کے ساتھ آتا ہے۔ جس سے تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اس کو وحی خفی بھی کہتے ہیں اس میں نبی اور غیر نبی دونوں شامل ہیں۔ ڈاکٹر سوروکن نے تحقیق کی ہے کہ ۸۰ فیصد سائنسدانوں نے اعتراف کیا ہے کہ ان کی ایجاد کے وقت سرعت کے ساتھ اس ایجاد کا خیال ان کے قلب میں آیا ہے جس کا ان کو وہم وگمان بھی نہیں تھا پھر اس اشارہ غیبی سے متعلق تحقیق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کی تو ایجاد سامنے آ گئی۔

وحی کی دوسری صورت من ورائے حجاب ہے۔اس میں رویا، کشف اور الہام شامل ہیں اس صورت میں حواس باطنی کے ذریعے علم سامنے آتا ہے اس صورت میں بھی نبی اور غیر نبی دونوں شامل ہوتے ہیں۔

اور تیسری صورت یعنی جبرائیل کے ذریعے وحی انسان کو پہنچائی جاتی ہے۔اس کا نزول بھی خارج سے حواس باطنی پر ہوتا ہے۔ یہ وحی انبیاء پر آتی ہے اس میں غیر نبی شامل نہیں ہوتا۔تمام کتب الٰہیہ اس وحی کی حامل ہیں۔اس کو وحی متلو کہتے ہیں۔یعنی وہ وحی جو الفاظ میں پڑھی جاتی ہے اس کو کتاب بھی کہا جاتا ہے۔اسے وحی نبوت بھی کہتے ہیں۔کتاب دراصل ایک شاہی فرمان ہے جو اللہ تعالیٰ جبرائیل کے ذریعے نازل کرتا ہے۔

نزول وحی کے طریقے: رسول اللہ ﷺ نے ایک طریقہ تو صلصلۃ الجرس کہا ہے۔جیسے گھنٹی کی آواز۔اس صورت میں وحی کا نزول رسول اللہ ﷺ کو بڑا بوجھ اور مشکل محسوس ہوتا تھا۔ دوسری صورت تمثل ملک جس میں فرشتہ انسانی شکل میں سامنے آجاتا تھا نزول وحی کا یہ طریقہ بہت آسان تھا۔احادیث میں ان دو طریقوں کے علاوہ بھی نزول وحی کے طریقے بتائے گئے ہیں۔

جیسے :۱۔رویائے صدقہ۔۲۔کسی آواز یا فرشتہ کے توسط کے بغیر نبی کے دل پر وحی کا نازل ہونا۔۳۔کسی بات کا دل میں ڈالنا۔۴۔اللہ کا براہ راست کلام کرنا۔۵۔کشف کے ذریعہ کسی لکھی ہوئی چیز کا دکھانا۔۶۔تفہیم غیبی۔علامہ علاؤالدین نے کہا ہے کہ اہل علم اسے وحی میں تسلیم کرتے ہیں۔یہ وحی غیر متلو ہے اس میں غیر نبی بھی شامل ہوتے ہیں۔

وحی کے اترنے کی جگہ: قرآن میں ہے کہ قل من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبک باذ ن الله (البقرہ۔۹۷)

کہہ دو کہ جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہے سو بے شک اس نے اللہ کے حکم سے تیرے قلب میں اتارا۔یعنی وحی الٰہی قلب پر نازل ہوتی ہے۔

۱۔ جب اللہ تعالیٰ وحی نازل کرتا ہے تو حواس ظاہری معطل ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ایک ہی وقت میں مختلف حواس باطنی پر وحی کا نزول۔یعنی قلب کہ ایک ہی وقت میں دیکھتا بھی ہے سنتا بھی ہے اور چکھتا بھی ہے۔

۳۔ باطنی اور ظاہری حواس میں اشتراک۔یہ اشتراک حس مشترک سے ہوتا ہے یعنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن-لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باطنی چیز کو ظاہری شکل میں دیکھنے کا احساس۔

وحی الٰہی کے مقاصد: ۱۔ ہدایات وفلاح۔ ۲۔ خدا کی معرفت حاصل کرنا۔ ۳۔ ذریعہ علم۔ ۴۔ انسان کو بلند مقام پر کھڑا کرنا

اس تفصیل کا مقصود یہ ہے کہ انسان مذہب کی ماہیت اس کی ضرورت اور صاحب وحی کی شناخت کو اچھی طرح سمجھ لے۔

لہٰذا مسلم علماء اور دانشوروں کا فرض ہے کہ وہ تمام مذاہب کے بانیوں کی تعلیمات کو قرآن کی اساس پر غلطیوں سے پاک کریں تا کہ وحدت انسانیت قائم ہو سکے۔

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آریہ قوم کے مذہب کا تاریخی پس منظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آریہ قوم کے مذہب کا تاریخی پس منظر

ہند کے آریہ وسط ایشیا سے ہندوستان میں آئے اور اپنے ساتھ وسط ایشیا کے دیوتاؤں اور شیطانوں کے تصور کو بھی لائے۔ ان میں پہلے ذاتیں نہیں تھیں جو شخص جو پیشہ اختیار کرتا تھا اس پیشہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہودیوں کی طرح ان میں برہمن یا پروہتوں کی ذات، پیدائش پر منحصر ہوگئی اور لڑنے والی یا حفاظت کرنے والی ذات چھتری کہلانے لگی۔ تجارت پیشہ اور مزدوروں کی بھی ذاتیں بن گئیں اور ہندی آریوں کی سوسائٹی کی ترقی محدود اور جامد ہو کر رہ گئی۔

دو ہزار قبل مسیح میں ہندی آریوں نے خدا کے متعلق بلند ترین تصورات قائم کر لئے تھے۔ وہ روح کو غیر فانی مانتے تھے اور روح اعظم (پرماتما) کو خالق کائنات مانتے تھے۔ لیکن اس ملک میں فطرت کی بحثیں عام تھیں اس لئے مفکروں کی بھی کثرت ہوگئی تھی اور روح اور روح اعظم کے متعلق وہ بحثیں چھڑ گئی تھیں کہ کسی ملک کا فلسفی یہاں کے ایک عامی کا مشکل سے مقابلہ کر سکتا تھا۔

بعث الموت کے تصور کو انہوں نے منطقی طور پر تناسخ کے خیال سے ظاہر کیا تھا یعنی ہر عمل کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور ہونا چاہیے اور اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لئے روح کا کسی نہ کسی شکل میں پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ اچھے عمل کرنے والا بہتر انسان یا دیوتا کی صورت میں اپنے اعمال کی جزا پاتا ہے۔ بد عمل کو جانوروں کی شکل میں پیدا ہونا پڑتا ہے۔ غرضیکہ جس تصور کو وسط ایشیا کے آریوں نے جنت و دوزخ کے تصور کے ذریعے لوگوں کو سمجھایا تھا' اسے ہند کے آریوں نے تناسخ اور کرم پھل (نتائج عمل) کے ذریعے سے سمجھایا۔ مقصد دونوں کا یہ تھا کہ نیک زندگی بسر کی جائے (جو سوشل عدالت یعنی مساوات کے بغیر ناممکن ہے)۔

ان خدا پرستوں نے شرک سے اتنا اجتناب کیا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ حقیقی وجود سوائے باری تعالیٰ کے کوئی نہیں ہے۔ ان میں سے بعض وحدت الوجود کے علاوہ وحدت الشہود کے بھی قائل تھے اور کہتے تھے کہ خالق مخلوق سے الگ ہے اور روح اور مادہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوتار کا تصور:

اوتار کا تصور قدیم آریوں میں موجود تھا اور جو شخص خدائی باتیں بتاتا تھا وہ اسے خدا یا اوتار مانتے تھے۔ ویدوں میں انہیں رشی یا منی کہا گیا ہے کہ بزرگ برہم گیان یعنی خدا کی ذات کا علم پھیلاتے تھے۔ اور آئندہ زندگی کی سزا سے ڈرا کر موجودہ زندگی میں نیک عملی کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ تعلیم شری کرشن کی بھگوت گیتا میں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میری پرستش مجھے لاشریک مان کر کرتے ہیں ان متوازن اشخاص کو میں مکمل سلامتی بخشتا ہوں (مکالمہ ۹۔ شعر ۲۲)۔

نجات کا ھندی تصور:

(ہند کے مذاہب اور فلسفیوں کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ جب دنیا میں کفر و ظلمت (تاریکی) عام ہو جاتی ہے تو خدا اپنا اوتار بھیجتا ہے وہ سچے دین (قدیم آریہ دھرم) کی طرف ہدایت کرتا ہے اور تین راستوں میں سے کسی ایک راستے پر چلنے والا نجات' فراغت کاملہ' جنت یا گیان حاصل کر لیتا ہے۔ ایک راستہ نیک عملی کی زندگی ہے دوسرا راستہ معرفت نفس (آتما) اور معرفت روح اعظم (پرماتما) کا ہے اور تیسرا راستہ محبت (بھکتی) کا ہے۔ گویا چھتری' برہمن اور عوام تینوں اپنے عمل' علم یا محبت کے راستہ سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں اور اس طرح وہ جنت و دوزخ کے چکر سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

ظہور اسلام تک سناتن دھرم میں تحریفیں:

(مرور زمانہ خودغرض اور خود پرست پروہتوں نے اپنی الگ الگ ذاتیں بنالی تھیں۔ وہ اپنے آپ کو برہما کے سر سے پیدا ہونے والے دیوتا یا برہمن دیوتا سمجھتے تھے اور لوگوں سے اپنی پرستش کرواتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ پرستش اور قربانی کے علم کو اپنی میراث سمجھتے تھے یعنی بغیر ان کی سفارش کے کوئی شخص دیوتا یا خدا کو پکار نہیں سکتا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ غیر برہمن علم و عمل سے محروم ہو گئے۔ اور جمہوری نظام جو آریہ قوم کا ایران' یونان اور دوسرے ملکوں میں طرہ امتیاز تھا ختم ہو گیا۔ عورتوں کا درجہ پست ہو گیا۔ حتی کہ وہ اپنے مردہ شوہروں کے ساتھ جل مرنا (ستی ہونا) پسند کرنے لگیں۔ مساوات انسانی ختم ہو گئی۔ اور کروڑوں انسان اچھوت یا پیدائشی غلام قرار پا گئے۔ سوسائٹی کی اس مردنی کو دور کرنے کے لئے بار بار ہند میں بدھ (عقلمند انسان) پیدا ہوئے۔ رام' کرشن' مہابیر' گوتم بدھ' شنکر اچاریہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے اور داؤد جی' بھگت کبیر' نانک' تلسی داس' گنج بخش علی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجویری، خواجہ چشتی، فرید شکر گنج، خسرو، مجدد سرہندی، شاہ ولی اللہ اور بہت سے مصلح مسلمانوں کے عہد میں پیدا ہوئے۔ انگریزوں کے دور میں سید احمد بریلوی کی تجریدی کوششیں ہندی ویدانت اور اسلامی تصوف کی آمیزش سے شروع ہوئی تھیں اور بالآخر مہاتما گاندھی اور قائداعظم محمد علی جناح کی دینی سیاست غلام ہندوستان کا زریں کارنامہ ہے۔ یہ سب مصلح ہند کے باشندوں کو ذات پات کے بندھنوں سے نجات دلا کر مذہب انسانیت و محبت رائج کرنا چاہتے تھے۔ اور دانائی و حکمت سے لوگوں میں سچائی عدل اور معاشی مساوات کی روح پھونکنا چاہتے تھے۔ سب کا یہ قول تھا کہ صرف برہمنوں تک سچائی کو محدود نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مسلمان صوفی تو ہندو مصلحوں سے آگے بڑھ گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ "العلم حجاب الاکبر" یعنی وہ برہمن یا ملا جو فروعی کٹ حجتوں کو اصل دین کہتے ہیں اور مندر یا مدرسہ میں بیٹھ کر فرقہ بندیاں کر رہے ہیں وہ درحقیقت مذہب کی حقیقت کو نہیں پہنچتے۔

رام، کرشن، مہابیر اور بدھ:

(رام اور کرشن، مہابیر اور بدھا، یہ سب مصلح یا اوتار کھشتری تھے اور برہمنوں کی خود ساختہ بندشوں سے دنیا کو آزاد کرانا چاہتے تھے۔ مہابیر اور بدھا سے پہلے رام کی کہانی رامائن میں اور کرشن کی تعلیم بھگوت گیتا میں موجود تھی۔ یہ مہابھارت کی کہانی کا ایک حصہ ہے۔ رام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ جان جائے مگر جو عہد کیا ہے وہ نہ ٹوٹے۔ وفائے عہد اس زمانے کی سب سے بڑی تعلیم تھی۔ کرشن نے نجات اور گیان کا سہ گانہ طریقہ بتایا اور علم و عمل اور محبت (بھگتی) کے طریقوں سے انسانیت کا سبق پڑھایا۔ یہ دونوں مصلح کھشتری تھے اور برہمنوں کی تنگ نظری اور ذات کی بندشوں اور عدم مساوات اور بے عمل زندگی کے دشمن تھے۔ دنیا سے عدل و حقانیت اٹھ گئی تھی۔ ان لوگوں نے خدا پرستی اور انسانی مساوات کو قائم کرنے کی تعلیم دی۔

مہابیر ۵۹۹۔۵۲۶ ق۔م:

(مہابیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایشور (خدا) کے وجود کے قائل نہ تھے لیکن روح کے قائل تھے اور روحانی وحدت الوجود کو مانتے تھے اس لیے یہ کہنا کہ وہ ملحد تھے صحیح نہیں ہے۔ وہ فنافی الکائنات کو تناسخ روح سے نجات کا ذریعہ مانتے تھے۔ البتہ وہ ویدوں (یعنی قدیم برہمنوں کی تعلیم کو الہامی نہیں مانتے تھے اور نہ انہیں ایشور کا کلام سمجھتے تھے۔ وہ سچائی اور محبت کے ذریعے سے نفس کشی اور روحانی ترقی کو ذریعہ نجات مانتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بدھ مت میں ایسے زاہد اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنیاسی (تارک الذات) پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا کی ہر شے کو ترک کر دیا اور ننگے رہنے لگے۔ ہمارے خیال میں ان کی یہ تعلیم اصل تعلیمِ محبت وایثار کے غلو سے پیدا ہوگئی ہے اور نا قابل عمل ہے۔ اعتدال سے ہٹ جانے کی وجہ سے ان راہبوں اور سنیاسیوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویدک مت (ہندو مذہب)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویدک مت (ہندو مذہب)

ہندو مذہب میں عام طور پر ویدک مت کے ساتھ بدھ مت اور جین مت کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ مگر بدھ مت اور جین مت دونوں برہمن کے خلاف تھے یہ کھشتری مذاہب تھے جو برہمن کے اقتدار کو تسلیم نہیں کرتے تھے (یہ ذات پات اور ویدوں کے مخالف تھے)

ویدک مت:

(ویدک مت ویدوں پر مبنی ہے اور یہی دراصل ہندو مذہب کہلاتا ہے) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہندو مذہب کی کوئی مرتب اور منظم تاریخ نہیں ہے جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ ہندو مذہب کیا ہے؟ چنانچہ الفنسٹن سابق گورنر صوبہ بمبئی نے اپنی کتاب تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ "جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی کیسی ہی جاہل اور اکھڑ قوم کیوں نہ ہو۔ اکثر اپنے آباؤ اجداد کے حالات کی کوئی نہ کوئی کتاب رکھتی ہے تو اس بات پر کمال تعجب ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے پاس باوجودیکہ ان کی قوم نہایت عمدہ شائستگی اور تربیت کے درجے پر پہنچ گئی تھی، کوئی کتاب تاریخ سے ملتی جلتی نظر نہیں آتی۔ ہندوؤں کے حالات کی تحریروں میں سے جو کچھ موجود ہے وہ جھوٹی کہانیوں اور مبالغہ آمیز جھوٹے تاریخی واقعات سے اس طرح خلط ملط ہے کہ ان میں سے کوئی سچی مسلسل تاریخ نکلنے کی توقع نہیں ہو سکتی اور نہ کسی عام واقعے کی تاریخ سکندر کے پورس پر حملہ کرنے سے پہلے کی قائم ہو سکتی ہے اور نہ کوئی مسلسل بیان ہندوؤں کے حالات کا ہندوستان پر مسلمانوں کے تسلط کرنے تک لکھا جا سکتا ہے۔"

پنڈت جواہر لال نہرو اپنی کتاب "The Discovery of India" میں لکھتے ہیں کہ اہل چین، اہل یونان اور عربوں کے برعکس قدیم ہندوستان کے لوگ مورخ نہیں تھے۔ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے اور اسی نے یہ دشواری پیدا کر دی ہے کہ ہم گزشتہ عہد کے واقعات کا زمانہ یا تاریخ متعین کر سکیں۔ یہ واقعات کچھ اس طرح باہم گتھم گتھا ہو رہے ہیں کہ ان سے عجیب خلفشار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو جاتا ہے..... ہمارے ہاں صرف ایک کتاب یعنی ''کلیان کی راج ترنگی'' ایسی ہے جسے ہم تاریخی کتاب کہہ سکتے ہیں۔ یہ کتاب کشمیر کی تاریخ ہے اور بارھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی تھی۔ باقی واقعات کے لئے ہمیں تصورات کی دنیا میں جانا پڑتا ہے..... یا پھر بیرونی مورخین مثلاً اہل یونان' اہل چین اور عربوں کی شہادت پر..... مثال کے طور پر بکرمی سن کو لیجئے یہ ۵۷ ق۔م سے شروع ہوتا ہے لیکن اس زمانہ کے ادھر اُدھر ہمیں تاریخ میں کسی بکرماجیت کا اتا پتا نہیں ملتا۔ ایک بکرماجیت چوتھی صدی عیسوی میں گزرا ہے۔ لیکن یہ چوتھی صدی عیسوی کا بکرماجیت اس سن کا کیسے موجد ہوسکتا ہے جو ۵۷ ق۔م سے شروع ہوتا ہے۔ اس بکرماجیت کو اس سن سے متعلق ثابت کرنے کے لئے ہمارے پڑھے لکھے طبقہ نے جس طرح تاریخ سے کھیل کھیلا ہے وہ نہایت تعجب انگیز ہے۔ وہ اس بات پر بھی بڑا زور دیتے ہیں کہ یہی بکرم ہے جس نے باہر سے آنے والوں کے خلاف جنگ کو برپا کیا اور اس بات کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کردی کہ ہندوستان اکھنڈ رہے اور ایک ہی قومی حکومت کے ماتحت ہو' حالانکہ بکرم کی سلطنت شمالی اور وسطی ہندوستان سے آگے نہیں تھی..... یہ حقیقت ہے کہ ہندوستانی (ہندو) اپنی قدیم روایات ہی کو تاریخ تسلیم کرتے ہیں اور اس پر کسی قسم کی ناقدانہ نگاہ نہیں ڈالتے۔ انہیں اس قسم کے غیر ذمہ دارانہ طریقہ فکر اور نہایت آسانی سے نتائج تک پہنچ جانے کے مسلک کو بالآخر چھوڑنا پڑے گا۔ (۷۷۔۷۹)

مشہور فرانسیسی عالم ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے کہ ان ہزارہا جلدوں میں جو ہندوؤں نے اپنے تین ہزار سال کے تمدن میں تصنیف کیں ایک بھی تاریخی واقعہ صحت کے ساتھ درج نہیں ہے۔ اس زمانہ میں کسی واقعہ کو پیش کرنے کے لئے ہمیں بالکل بیرونی سہاروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ ان کی تاریخی کتابوں میں یہ عجیب خاصیت (یعنی ہر چیز کو غلط اور غیر فطری صورت میں دیکھنے کی) نہایت بین طور پر پائی جاتی ہے۔ اور انسان کو اس خیال پر مجبور کرتی ہے کہ ان کا دماغ ہی ٹیڑھا ہے..... قدیم ہندوؤں کی کوئی تاریخ ہی نہیں ہے اور نہ عمارات اور یادگاروں سے اس کی تلافی ہوتی ہے۔ ہندوستان کا تاریخی زمانہ فی الواقع مسلمانوں کی فوج کشی کے بعد سے شروع ہوا اور ہندوستان کے پہلے مورخ مسلمان ہیں۔ (تمدن ہند ۱۴۴۔۱۴۷)

بھائی پرمانند لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں عام طور پر جو تاریخی کتابیں رائج ہیں ان کے تین حصے ہیں۔ زمانہ قدیم جو کہ بالکل نامکمل ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے بزرگوں کو اپنے حالات درستی سے قلمبند کرنے کا شوق نہ تھا اور جو کچھ حالات لکھے ہوئے ملتے ہیں وہ شاعرانہ مبالغہ سے بھرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں۔ جنکی امداد سے صحیح واقعات پر پہنچنا محال ہے۔ غالباً شوریٰ کے اندر ایسی تبدیلیاں ہوئی ہی نہ ہونگی جن کو قلمبند کرنے کا انہیں خیال آتا۔

(رسالہ زمانہ کانپور ستمبر' اکتوبر ۱۹۱۴ء مضمون: تاریخ ہند کا مطالعہ)

ان اقتباسات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رامائن اور مہابھارت میں جو دیو مالائی حالات لکھے گئے ہیں وہ تاریخ کو منضبط اور منظم طریقہ سے لکھنے کے بجائے من گھڑت اور غیر فطری اندازِ فکر کا نتیجہ ہیں۔ شری رام چندر ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے ایک دیو مالائی شخصیت بن گئی ہے جس سے کوئی رہنمائی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ جہاں تک ہو سکا میں نے ان کی شخصیت کو ایک اوتار کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آریہ کے وطن کے متعلق صحیح معلومات نہیں ملتیں۔ پروفیسر میکس ملر اور مسٹر پینھی، روس کا مشرقی حصہ بتاتے ہیں۔ بعض کشمیر اور تبت بتاتے ہیں' ان کے زمانہ آمد کا تعین بھی نہیں ہو سکا۔ غالباً ان کا پہلا گروہ دو ہزار برس ق۔م ہندوستان آیا' پھر یکے بعد دیگرے ان کے قافلے آتے رہے انہوں نے قدیم باشندوں دڑاوڑ کو جنوب اور مشرق کی طرف دھکیل دیا اور اس طرح شمالی ہندوستان آریہ ورت کے نام سے مشہور ہو گیا۔

آریہ کا اصلی معنی لفظ ہندو کے لحاظ سے غلام کے ہیں۔ ہندو سنسکرت لفظ نہیں بلکہ یہ فارسی کا لفظ ہے جس کے معنی چور اور غلام وغیرہ کے ہیں اسی وجہ سے سوامی دیانند سرسوتی بانی آریہ سماج اور پنڈت لیکھرام نے ہندو نام کے خلاف بڑے غصے کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں یہ نام ترک کر کے صرف آریہ کہلانا چاہیے۔

آریہ کا لفظ وید اور شاستر میں موجود ہے مگر یہ ایک قوم کا نام ہے دھرم کا نام نہیں۔ آریہ قوم اپنے مسلک اور روایتوں کا خزانہ لے کر ہندوستان آئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ قدیم باشندوں دڑاوڑ کے عقائد بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ اس طرح آریہ کا مذہب وید پر مبنی ہو گیا۔ دڑاوڑ قوم بحیرہ روم سے وارد ہوئی تھی۔ اس قوم کے متعلق موئن جوداڑو اور ہڑپہ کی کھدائی سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ درختوں' جانوروں مثلاً ہاتھی بیل' ہرن چیتا وغیرہ کی پرستش کرتے تھے۔ وشنو اور شوا دڑاوڑی دیوتا تھے وہ ان کے مجسموں کی پرستش کرتے تھے۔

ویدوں کے ابتدائی زمانہ میں آریہ قوم توحید پر قائم تھی۔ البیرونی نے ہندوستان کے متعلق اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے غیر فانی ہے۔ نہ اس کا کوئی آغاز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے نہ انجام۔ وہ مختار مطلق، قادر مطلق، اور حکیم مطلق ہے۔ حی و قیوم اور احکم الحاکمین ہے۔ وہ رب ہے اور اپنی سلطانی میں لاثانی ہے وہ نہ کسی سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس کے مشابہ ہے (البیرونی جلد اول ص ۲۷ بحوالہ مسلم ثقافت ہندوستان میں مصنف عبدالمجید سالک)

ویدوں سے بتوں کا رواج اور پرستش کی چیزوں کے ظاہری نشان اور علامتیں قائم کرنے کا رجحان ثابت نہیں ہوتا۔ (الفنسٹن کی تاریخ باب توحید)

ہندو قوم کو ہندوستان میں بت پرست ثقافت سے واسطہ پڑا تو آہستہ آہستہ یہ قوم بھی بت پرستی اور مظاہر پرستی میں مبتلا ہوگئی۔ ہندوؤں میں ''تریمورتی'' کا تصور ایشور، وشنو اور شو کا ہے جس میں شو اور وشنو ڈاوین دیوتا ہیں۔ اس طرح اور بھی بے شمار غیر ویدی رسوم ہندو دھرم کا جزو لاینفک بن گئیں۔

وید:

لفظ وید کا مصدر ود ہے جس کے معنی جاننا، سوچنا، غور کرنا اور حاصل کرنا ہے۔ لفظ وید معروف کتب کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ وہ لٹریچر ہے جو دو ہزار سال کے عرصہ میں ہندیوں نے مختلف علوم و رسوم سے متعلق جمع کیا اور اس کا نام وید رکھ دیا۔

ڈاکٹر سریندر ناتھ گپتا اپنی مشہور کتاب A History of Indian Philosophy جلد اول میں لکھتے ہیں کہ

''ایک مبتدی جسے پہلے پہل سنسکرت لٹریچر سے متعارف کرایا جائے۔ یہ دیکھ کر پریشانی سی محسوس کرے گا کہ متضاد مطالب اور موضوعات پر مختلف مستند کتابیں ہیں لیکن سب کا نام وید یا سرتی (سنی سنائیں باتیں) ہے۔ یہ اس لئے کہ وید اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے کسی خاص کتاب کا نام نہیں بلکہ یہ نام ہے قریب دو ہزار سال کے طویل عرصہ پر پھیلے ہوئے لٹریچر کا۔ چونکہ یہ لٹریچر مظہر ہے اس علمی تگ و تاز کے ماحصل کا جو ہندوستان کے رہنے والوں نے مختلف اطراف و جوانب سے اس قدر طویل عرصہ میں جمع کیا۔ اس لیے لازماً اسے متضاد عناصر کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ (صفحہ ۱۱۔۱۲)

مختلف وید:

ویسے نام وید مختلف کتب کو دیا گیا جیسے ایور وید (طب)، سرپ وید (سانپ کا وید)، پشاج وید (چڑیوں کا وید)، اگر وید (شیطانوں کا وید)، دھر وید (تیر کمان کا وید)، اتہاس وید، (تاریخ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پران وید (قصے کہانیوں کا وید)

وَید کا موضوع:

نرکت جو مستند ترین لغت ہے اس میں لکھا ہے کہ جس مقصد کو جس دیوتا کے ذریعہ رشی نے پورا ہوتا ہوا جان کر اس کی تعریف کی ہے وہی دیوتا اس کا منتر ہے۔ اس طرح گوناگوں مقاصد سے رشیوں کے منتر لکھے ہوتے ہیں (نرکت۔ ادھیاء کھنڈ) ۳۱ وید کی انوکرمینکا ہی ہے۔ ''ارتھے پشوہ ارشیو دیوتاش ابھی دھاون۔'' یعنی رشی مقاصد کو لے کر دیوتاؤں کی طرف بھاگے۔ گویا ویدوں کا موضوع اپنے مقاصد اور ضروریات کے لئے دیوتاؤں کی تعریف اور التجائیں کرنا ہے۔ خود وید میں لفظ وید دنیوی مال ومنال کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ گویا وید ان کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

ویدوں کی تقسیم ھیں

۱۔ رگ وید: اس کے دس ہزار منتر ہیں یہ 128 سوکتوں اور دس منڈلوں میں تقسیم ہے۔ سارا وید نظم ہی ہے۔ اس میں خداؤں کی تعریف اور بزرگی کے گیت ہیں اور دیوی دیوتاؤں کو مخاطب کر کے ان سے دعائیں کی گئی ہیں۔ رگ وید سب ویدوں سے پرانا وید ہے اگرچہ پرانوں کے مطابق سب سے پہلے یجر وید تھا۔ اس کو توڑ پھوڑ کر چار وید بنائے گئے (ہندوازم' مصنف پروفیسر گووند داس) اس پر سائیں آچاریہ نے سنسکرت میں بھاشیہ (تفسیر) لکھا ہے۔ ولسن اور میکس مولر نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

۲۔ یجر وید: سارا رگ وید سے ماخوذ ہے۔ قربانیوں کے موقع پر گایا جاتا ہے۔ یکیہ میں استعمال ہونے والی اشیاء کو مخاطب کیا گیا ہے۔

۳۔ سام وید: اس وید میں محض راگ اور گیت ہیں۔ رگ وید سے نصف حجم میں ہے۔ کئی منتر رگ وید سے ماخوذ ہیں۔ یکیہ کی رسوم پر گایا جاتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے اس وید کو کوئی اہمیت نہیں۔ سائیں آچاریہ نے بھاشیہ میں لکھا ہے کہ ان تین ویدوں کو ''تری ودیا'' علوم ثلاثہ کا نام دیا گیا ہے۔

۴۔ اتھر وید: اس میں کل چھ ہزار منتر ہیں۔ چوبیس ادھیاؤں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ تقریباً ایک ہزار دو سو منتر رگ وید سے ماخوذ ہیں۔ نصف کے قریب نثر میں ہے۔ اس کا زیادہ حصہ جادو کے متعلق ہے۔ یہ وید قدیم آریوں کے تمدن کا آئینہ دار ہے۔ اس میں ہمہ اوست (وحدت الوجود) کی تعلیم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر وید کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا حصہ: سنگھیتہ بھاگ یا منتر بھاگ۔ جس میں دیوی دیوتاؤں کو مخاطب کر کے ان سے دعائیں مانگی گئی ہیں۔

دوسرا حصہ: براہمن بھاگ۔ اس حصہ میں منتروں کی تشریح اور جائے استعمال بیان کیا گیا ہے۔ ہر وید کے ایک یا دو برہمن ہیں۔ غالباً برہمنوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آٹھویں اور پانچویں صدی ق۔م کے درمیان تصنیف کئے گئے۔

تیسرا حصہ: ارنیک جو جنگلوں میں تصنیف کیا گیا یا جنگلوں میں جا کر پڑھا جاتا ہے۔ نرکت (ویدوں کی ڈکشنری) کے نزدیک ویدوں کے صرف دو حصے ہیں یعنی سنگھیتہ بھاگ اور منتر بھاگ۔ ارنیک صرف برہمنوں کا حصہ ہے۔

ویدوں کی غرض و غایت:

چاروں ویدوں کا آغاز بالترتیب اگنی (آگ)' وایو (ہوا)' سوریہ (سورج) اور آپہ (پانی) سے ہوتا ہے۔

رگ وید اگنی سے شروع ہوتا ہے' یہ وید اگنی کی پرستش سکھاتا ہے۔ اس کے پہلے سوکت (باب) میں اس کی حمد و ثنا کے بعد منتر ۳ میں لکھا ہے کہ اگنی کی مہربانی سے پرستش کرنے والے کو دولت ملتی ہے جو دن بدن ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔

اگنی کے بعد دوسرے درجے پر اندر دیوتا کی تعریف ہے۔ اندر دیوتا آریوں کے لئے ان کے مخالفوں سے دولت غصب کر کے لاتا ہے۔

سوریہ ان کی ہری بھری کھیتیوں کو پکاتا ہے۔

پانی کھیتوں کی پیاس بجھاتا ہے۔

گویا ویدوں کی تصنیف کی غرض و غایت آگ' ہوا' سورج اور پانی کی پرستش کرنا' پھر ان کے ذریعے سے دنیوی فوائد حاصل کرنا ہے۔

وید گم ہو گئے تھے:

مہابھارت شلیہ پروا (Shalya Parva) میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ملک میں دس برس تک بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط پڑا۔ سب رشی معاش کی تلاش میں دیش چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے اور وید ان کے ذہنوں سے بالکل محو ہو گئے۔ لیکن دریائے سرسوتی کا بیٹا سرسوت اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیش میں مقیم رہا اور ایک مچھلی پر گزارہ کرتا رہا جو اس کی ماں دریائے سرسوتی اسے روزانہ کھانے کے لئے دیتی تھی۔ سرسوت نے ویدوں کو دوبارہ قائم کیا اور رشیوں کے واپس آنے پر ان کو ویدوں کی تعلیم دی (ہندوازم ص ۸۳) بدھ چرتر میں لکھا ہے کہ وید مکمل طور پر بھول گئے تھے۔

ویدوں کے گم ہو جانے پر ایشور کے واویلا کا ذکر کیا گیا ہے۔ ''وید میری قوت اعلیٰ ہے۔ ویدوں کے بغیر میں کیا کروں گا۔ وید دنیا میں اعلیٰ وجود ہے۔'' نہ صرف پرانوں اور مہابھارت میں اس کا ذکر ہے بلکہ دیانند نے رگ ویداری بھاشیہ بھومکا کی تمہید میں لکھا ہے کہ جو زمانہ ویدوں کی تعلیم کا مستشرقین بیان کرتے ہیں وہ دراصل ویدوں کا رواج نہ رہنے کا زمانہ ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ویدوں کا تواتر تاریخی طور پر مفقود ہے۔ دراصل ویدوں کی صحت کا کوئی مثبت ثبوت نہیں ہے۔ اَن میں تحریف ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ ویدوں میں توحید موجود ہے مگر اس کے ساتھ اور چیزیں یا عقائد ملا دیئے گئے ہیں۔

کیا وید الہامی ہیں؟

درحقیقت صورت حال یہ ہے کہ دو ہزار برس میں مختلف صاحب الہام شخصیتوں نے آہستہ آہستہ اپنے الہامات مدون کئے اور ان کو چار ویدوں کی شکل دے دی۔ مگر ان الہامات کے ساتھ دوسرے عقائد بھی شامل ہوتے رہے۔ مختلف ہندو علما نے بھی ویدوں کی تحریف کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان علما میں سوامی ہری پرشاد' لاجپت رائے' بھائی پرمانند ایم اے' پنڈت رادھا کرشنن' پروفیسر ہندو فلاسفی بنارس پنڈت ستیہ ورت سام شری' پنڈت نردیو شاستری وغیرہ شامل ہیں۔

لفظ رشی کے بہت سے اطلاقات ہیں۔ ان میں غیر اوتار بھی ہیں اور اوتاروں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ہندو لٹریچر میں وضاحت نہیں ملتی۔

ویدوں کی تالیف کا زمانہ:

سناتن دھرمی اور آریہ سماجی علما اس بات پر متفق ہیں کہ وید شروع دنیا سے ہیں۔ پنڈت دیانند سرسوتی کے نزدیک دنیا کی ابتداء پر ایک ارب نو کروڑ برس گزر چکے ہیں لہٰذا ویدوں کے نزول پر بھی اتنا عرصہ گزرا ہے۔ یہ نہایت ہی مبالغہ آمیز خیال ہے۔ اس کے برعکس ڈاکٹر ہاگ (Haug) کی رائے ۱۴۰۰ سے ۲۰۰۰ برس ق م ہے پروفیسر ابناس چندرورت نے ۸۰۰۰ سے ۱۰۰۰۰ سال ق م بتایا ہے۔ مہاتما تلک کی رائے میں ۴۰۰۰ برس سے ۵۰۰۰ برس ہے۔ پروفیسر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میکس مولر کی تحقیق میں ۸۰۰ سے ۱۰۰۰ برس قدیم ہے۔ پروفیسر مونیر ولیم (Monier William) نے اپنی تصنیف ہندوازم میں لکھا ہے کہ چنانچہ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ویدوں کے حمدیہ گیت غالباً ۱۵۰۰ اور ۱۰۰۰ ق م کے درمیان مختلف شاعروں نے مختلف تاریخوں میں لکھے (صفحہ ۱۹)۔ اسی طرح ابناس چندر رگویدک انڈیا میں لکھتے ہیں کہ ''رگ وید کے حمدیہ گیتوں کی زبان دسویں منڈل کے چند گیتوں کو چھوڑ کر اتھروید کی زبان سے قدیم ہے اور اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رگ وید کا زمانہ تالیف بہت پہلے گزرا ہے۔ یجروید اور اتھروید میں ایسے جغرافیائی حوالے اور اندرونی شہادتیں موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ وہ رگ وید سے بعد کے زمانے میں مدون کیے گئے ہیں اور دونوں زمانوں میں ہزاروں سال کا وقفہ موجود ہے اور اس زمانے میں بہت سی طبعی اور موسمی تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔

ویدوں میں بعض فنون' قصاب کے اوزاروں' بڑھئی کے ہتھیاروں اور برتنوں کا ذکر ہے۔ موجود تحقیق کی رو سے وہ اوزار دس ہزار برس پہلے موجود نہ تھے۔ ویدوں میں بعض کتابوں کا ذکر ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ کتب ویدوں سے پہلے موجود تھیں۔ مثلاً اتہاس (تاریخ)' گاتھا عنارا شنسی۔ یہ سب کتب کے نام ہیں جو ویدوں کے منتروں میں موجود ہیں۔

ویدوں کا وطن:

ویدوں کے وطن کے متعلق ہندو علما میں شدید اختلاف ہے۔ سناتن دھرم کے نظریہ کے مطابق ویدوں کا وطن شمالی ہندوستان یعنی آریہ ورت ہے۔ جس کی حدود میں ایک طرف سندھ ہے تو دوسری طرف دریائے جمنا تیسری طرف کشمیر ہے اور چوتھی طرف راجپوتانہ سے بندھیا چل سے نیچے کا ملک آریہ ورت سے خارج ہے۔ آریہ سماج کا خیال ہے کہ وید ملک تبت میں نازل ہوئے تھے۔ حالانکہ فزیالوجیکل تحقیقات میں ہمالیہ اور تبت کے پہاڑ بندھیا چل کی نسبت بہت نئے ہیں۔ وید میں کسی جگہ تبت کا ذکر نہیں ہے۔ دیانند سرسوتی نے لفظ تروشٹپ سے تبت مراد لی ہے۔ یہ لفظ گوپتھ برہمن اور مہابھارت میں بھی استعمال ہوا ہے مگر کسی جگہ اس سے مراد تبت نہیں ہے۔

ان دو نظریوں کے علاوہ مستشرقین کا یہ دعویٰ ہے کہ آریہ وسط ایشیا سے ہندوستان آئے' وید وسط ایشیا میں رہائش کے زمانہ سے بننے شروع ہوئے اور پنجاب میں آ کر مکمل ہوئے۔ پروفیسر ابناش چندر داس اس نظریہ کا مخالف ہے۔ وہ فزیالوجیکل تحقیق سے ثابت کرتا ہے کہ وسط ایشیا اس وقت زیر آب تھا۔ ہمالیہ کا نام و نشان نہ تھا۔ راجپوتانہ اس وقت سمندر تھا (رگویدک انڈیا) لہٰذا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویدوں کا وطن پنجاب ہے۔

مہاتما تلک کا نظریہ ہے کہ وید قطب شمالی پر بننے شروع ہوئے (آرکٹک ہوم ان دی ویدار)۔ ہندو یونیورسٹی بنارس کے پروفیسر پران ناتھ کا نظریہ ہے کہ وید ہندوستان کی کتاب نہیں۔ رگ وید مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جن شہروں' قوموں اور راجاؤں کا ذکر ہے ان کا تعلق شام اور دوسرے مغربی ممالک کے ساتھ ہے۔ اس نے اسٹرٹیڈ ویکلی کے کئی نمبروں میں اپنے مضمون میں ثابت کیا ہے کہ موجود رگ وید کا ۱/۵ حصہ شام کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا وید بابل سے بننا شروع ہوئے اور ہندوستان میں آکر مکمل ہوئے۔

ویدوں کی تعلیمات:

ویدوں کی تعلیمات میں انتہائی ظالمانہ احکام پائے جاتے ہیں۔ ان میں دوسروں کے مال و دولت پر نظر رکھنے کی تعلیم ہے۔ عورت کے متعلق بڑے ذلت آمیز افکار ہیں۔ بھگت رام وکیل سیکرٹری انجمن تحفظ حیوانات فیروز پور چھاؤنی نے لکھا ہے کہ "جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح قوموں کے تمدن اور تہذیب پران کے رسم ورواج کا اثر ہے۔ ہندو دھرم میں مردوں کے حقوق نہایت احتیاط کے ساتھ تمام معاملات میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ مگر یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی۔ نہایت رنجیدہ بات ہے کہ قدیم ہندو دھرم کی بنا پر عورت کو جائیداد سمجھا گیا ہے یا ایک ایسی ہستی جو مرد سے عقل اور اخلاق کی بنا پر نہایت کم درجہ پر ہے۔ اس لئے ہندو شاستروں کا زور عورت کے فرائض پر ہے حقوق پر نہیں' عورت کو پیدائش سے لے کر وفات تک تمام افعال زندگی' مشکلات اور مصائب بلکہ زندگی کے معمولی مقتضیات کھانے' پینے' جاگنے سونے' غسل کرنے' باہر کے معمولی کاروبار میں مرد کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے اور مرد کو عورت کے لئے خدا بنا دیا گیا ہے لہٰذا ہندو سوسائٹی کے بنانے میں عورت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

یہاں رگ وید کی دسویں کتاب' سوکت ۱۲۹ میں تخلیق کائنات سے قبل کی حالت بیان کی گئی ہے' اسے پیش کیا جاتا ہے (تخلیق کا گیت)

۱۔ اس وقت عدم تھا اور نہ وجود
نہ عالم بالا اور نہ آسمان جو اس سے پرے ہے
کیا چیز سب کو محیط تھی اور وہ سب کچھ کہاں قائم تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا وہ پانی اور عمق بے پایاں تھا؟

۲۔ اس وقت فنا و بقا کا کوئی وجود نہ تھا۔
وہ ''ایک'' اپنے آپ میں بغیر سانس (ہوا) کے سانس لے رہا تھا۔
اور اس کے سوا کوئی دوسری شے نہ تھی۔

۳۔ ابتدا میں تاریخ پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔
سب کچھ (کائنات) غیر تمیز صورت میں پانی ہی پانی تھا۔
وہ ''ایک'' جو خلا میں جامہ عدم پہنے ہوئے تھا۔
حرارت نے اس کو اپنی طاقت سے پیدا کیا۔

۴۔ اس میں ابتداء خواہش نمودار ہوئی۔
یہ خواہش عقل یا روح کا ابتدائی تخم تھی۔
جس کو رشیوں نے اپنے دل و دماغ کی کاوش سے معلوم کیا۔
کہ وہ (تخم) عدم اور وجود میں واسطہ اتصال ہے۔

۵۔ وہ شعاع نور جو عالموں میں پھیلی ہے۔
کیا وہ پستی سے نمودار ہوئی یا عالم بالا سے۔
پھر بیج بوئے گئے اور قوتیں پیدا ہوئیں۔
کارخانہ قدرت عالم پستی میں اور اقتدار وارادہ عالم بالا میں۔

۶۔ حقیقت کی کس کو خبر ہے؟ یہاں اس کا اعلان کون کر سکتا ہے؟
کائنات (یا عالم مخلوقات) کی پیدائش کہاں سے اور کس سے ہوئی؟
کیا دیوتا بھی اس کے ظہور میں آئے؟
(یا دیوتا بھی بعد کی پیدائش ہیں)۔
تو پھر کون جانتا ہے کہ وہ (کائنات) کہاں سے نمودار ہوئی ہے۔

۷۔ یہ عالم مخلوقات کہاں سے نمودار ہوا۔
یہ کہ وہ خالق بھی ہوا ہے یا نہیں؟
وہ جو بالاترین آسمان سے سب کچھ دیکھتا ہے۔
اس حقیقت کا علم صرف اسی کو ہے یا شاید وہ بھی نہیں جانتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برہمن اس (ایشور) کا منہ ہے ایشور کے بازوؤں سے کھشتری' رانوں سے ویش اور پاؤں سے شودر اور زمین اور کان سے طرفین پیدا ہوئیں۔ چاند من (دل) سے پیدا ہوا اور آنکھ سے سورج پیدا ہوا۔ منہ سے اندر اور آگ اور سانس سے ہوا پیدا ہوئی (رگ وید منڈل' سوکت ۹۱ منتر ۱۲۔۱۴)

برھمنا یا برھمنیت:

ویدوں کے زمانہ کے بعد برہمنوں کو مذہبی قیادت حاصل ہوگئی تھی' انہوں نے اپنی مذہبی قیادت کے جواز میں جو کتب تصنیف کیں وہ برہمنا کہلاتی ہیں اور یہ ہندو مذہب کی نمائندگی نہیں کرتیں کیونکہ یہ ایک ہی طبقہ کے ساتھ مخصوص ہیں وہ بھی ذاتی اغراض اور مذہبی پیشوائی حاصل کرنے کے لئے ان کتب کے مطالعہ سے یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ برہمنوں کو قدیم زمانہ سے مذہبی تفوق حاصل ہے۔

برھمنا کا عہد:

آریاؤں کے گنگا اور جمنا کے درمیان آباد ہونے کا زمانہ برہمنا کہلاتا ہے۔ برہمنا دراصل ویدوں کی رسوم اور دینیات ہیں۔ برہمنا کا عہد ۸۰۰ ق۔م سے شروع ہو کر ۵۰۰ ق۔م پر ختم ہوتا ہے۔

ویدوں کا زمانہ رجائیت اور مسرت کا زمانہ تھا۔ لیکن برہمنا کے عہد کے آغاز میں ہندو ذہن پر مایوسی اور قنوطیت چھا گئی۔ اس کی وجہ ایک تو ہندو آریہ کا پنجاب کو چھوڑ کر گنگا جمنا کے علاقے میں مقیم ہونا ہے جس کی آب و ہوا نم آلود تھی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہندو آریاؤں کی مرکزیت ختم ہو کر چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہوگئی تھی' یہ ریاستیں باہم برسر پیکار رہتی تھیں۔

اس عہد میں ہندو مذہب انحطاط پذیر ہو گیا تھا۔ لوگوں میں کسی قسم کے مذہب سے لگن نہ رہی تھی۔ ظاہر پرستی عام ہوگئی تھی۔ ایک پیشہ ور طبقہ جنم لے چکا تھا کہ جسے تمام مذہبی رسوم و عبادات میں پیشوا کی حیثیت حاصل تھی۔ آریہ دیوتاؤں کا وقار کم ہو چکا تھا۔ قربانی کی رسم بھی کلیشے بن چکی تھی۔ ویدک عہد میں قربانی کا مقصد صرف دنیاوی مصائب سے نجات حاصل کرنا تھا۔ مگر اس عہد میں قربانی کی افادیت دوسری دنیا تک وسیع ہوگئی تھی۔

منوشاستر نے ذات پات کی تقسیم پیدا کی اور برہمنوں کے تفوق کو قائم کیا۔ ہندو راہنماؤں کی رائے میں ملک کی ترقی میں رکاوٹ صرف ذات پات ہے۔ اس کے خاتمہ کے بغیر ملک ترقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرسکتا۔ (ایم سی راجا ممبر اسمبلی) ذات پات کی تقسیم ہندوؤں کی تباہی کا باعث بن رہی ہے (نرائن سوالی دھلی)۔ سوسائٹی کے جسم پر برہمن ذات پات گھن کے کیڑے ہیں (سرہری سنگھ ممبر اسمبلی)۔ اگر ہم ہندو قوم کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ذات پات کو ختم کرنا ہوگا (منار دھن بھٹ ایم۔اے)۔ اچھوت کہلانے والوں کی گراوٹ ہندوؤں کے لئے کلنک ہے (ہر دیال سنگھ ایم۔اے)۔ ہندو قوم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ذات پات کا مسئلہ یقیناً تباہی کا راستہ ہے (لالہ لاجپت رائے ایم۔اے)۔ جنم سے پیدا ہوئی اونچ نیچ جھوٹی اور غلط ہے انسان سب برابر ہیں (بھائی پرمانند ایم۔اے)۔

اپنشد:

ویدوں کے بعد سب سے اہم تحریریں اپنشد ہیں۔ یہ تین الفاظ کا مجموعہ ہے' اپ (نزدیک) نی (نیچے)' شد (بیٹھنا) پاس ہوکر نیچے بیٹھنا' یعنی گرو یا استاد کے قدموں میں جو شاگرد کے ساتھ مکالمہ میں ہستی کے اساسی معاملات پر غور کرتا ہے۔ سنسکرت کتب متعدد نامعلوم بزرگوں کی زبانی دانشورانہ روایت، مختلف پروہتی مکتبہ ہائے فکر کے مباحثے اور آرا پیش کرتی ہیں۔ تیرہ تصنیفات اپنی قدامت اور اپنشدی جوہر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ''بنیادی اپنشد'' قرار دی گئی ہیں۔

''باطنی تعلیمات'' کے مجموعوں میں ۲۰۰ دیگر تصنیفات بھی شامل ہیں انہیں بھی اپنشد کہا جاتا ہے۔ لیکن ان کا دور ازمنہ وسطیٰ ہے۔ ان بعد کی تحریروں نے یوگ کی مشقوں' تپسیا' رمزیت اور ایشور کے مختلف اوتاروں کے معاملات میں اصلی اپنشدوں کی روایت پیدا کی ہے۔

ہندوستانی (ہندوؤں) کے فلسفیانہ فکر کی وسیع تر بنیاد فراہم کرنے والے ''بنیادی اپنشد'' ویدانت بھی کہلاتے ہیں۔ ویدانت کے طور پر اپنشد ویدک مذہبی وظائف کے حقیقی اور مخفی مفہوم پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنشد درحقیقت قدیم ہندومت میں ایک انقلابی منظر کے مظہر ہیں۔

اپنشد اور وید میں فرق:

۱۵۰۰ ق۔م کی انتہائی قدیم کتاب رگ وید کے ۱۰۱۷ بھجن قدرتی اور انسانی دنیا میں دیوتاؤں کو تفویض کردہ وظائف بیان کرتے ہیں۔ الوہی طاقت اور فضیلت کا اعتراف کرنے کے لئے ویدانسانیت کو ''یکیہ''، یعنی عبادت واطاعت کا درس دیتے ہیں۔

اپنشدوں کی مدد سے ہم ویدی دیوتاؤں کی مناجات گوئی سے ہٹ کر اس واحد کائناتی سچائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے شدید جستجو دیکھتے ہیں جو وجود کا بہاؤ جاری رکھتی ہے۔ اپنشدوں میں فکر کی تبدیلی یونان میں سقراط سے قبل ہومر کی کثرت پرستی کے متضاد ایک کائناتی اصول کی سوچ کے مشابہ ہے۔ اپنشد دراصل متغیر چیزوں میں غیر متغیر کا دریافت کرتے ہوئے آرنیکا اپنشد کے اس بھجن کی تشریح کرتے ہیں کہ

''مجھے غیر حقیقی سے حقیقی، تاریکی سے روشنی، موت سے ابدیت کی طرف لے چلو۔''

اپنشد ویدوں کے رسوماتی مذہب بالخصوص ویدوں کے اس دعویٰ پر تنقیدی تحریر میں ہیں کہ زہد و تقویٰ کے عصری اقدامات و رسومات حتمی نتائج کے حصول کے قابل ہیں۔ درحقیقت ویدک رسومات لوگوں کو اپنی آگہی پانے سے روک کر قابل ادراک دنیا میں مزید پھنسانے کا باعث بنتی ہیں۔ اپنشد دنیا سے باہر کی جانب حرکت کی بجائے ذات کے اندر کی طرف سفر کرنے کی ہدایت دیتے ہیں۔ ویدک تعلیم کائنات کی قوت حیات میں مضمر تھی۔ جبکہ اپنشد انسانی موضوع کی جانب بھرپور رجوع اور جھکاؤ کے ساتھ انسانی شعور اور اظہار ذات کے تمام اعمال میں انہماک پیش کرتی ہے۔ ان اعمال کے ذریعے خود آگہی حاصل کرنے والا شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ انسان کی شدید ترین تمنا مقصد اور ارادے کے لئے ہے۔ انسانی بے چینی کا خاتمہ حتمی شانتی (سکون و راحت) ہے۔ جس دنیا میں نظر آنے والی ہر چیز فانی ہو وہاں متلاشی شخص محدود میں لامحدودیت یا اضافی میں مطلق کی خواہش کرتا ہے۔ تمام اپنشدوں کے متن میں اس آرزو کی تکمیل 'ایشور' کہلاتی ہے۔

اپنشد دراصل تصوف ہے۔ ہر مذہب میں اس کی ظاہری رسومات سے تصوف کی روایت ابھرتی ہے۔ یعنی مذہبی رسومات حصول نجات کے لئے ضروری ہیں۔ جبکہ تصوف ذات کی آگہی حاصل کرنے کا نام ہے۔ ظاہری رسوم کی کوئی فلسفیانہ بنیاد نہیں ہوتی جب کہ ذات کی آگہی حاصل کرنے کی اساس فلسفیانہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تصوف مذہب میں فلسفیانہ عنصر کی حیثیت رکھتا ہے اور مذہبی پیشوائیت کی ضد ہے۔

ایشور (خدا):

ویدوں میں ایشور (خدا) کا تصور منتروں، مناجات، دعاؤں اور علم کے تصور سے بندھا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ اصطلاح پروہتوں (مذہبی پیشوائیت) کے طبقہ کی جانب اشارہ کرتی ہے جن کے سوا کوئی بھی ویدک یگوں کے طاقتور منتر نہیں جانتا۔ یگوں سے ہٹ کر ریاضت و تپسیا کی جانب اپنشدی رجحان کی تبدیلی نے اصطلاح ''ایشور'' کا مفہوم بھی پروہت کے وظائف اور اسکی قوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ تبدیل کر دیا جو تخلیق کرتی، قائم رکھتی اور تمام کائنات پر قادر و حکمران ہے۔ تمام مخلوقات کی طرح دیوتا بھی ایک قادر مطلق یعنی پرمیشور کے ماتحت ہیں۔ (پرمیشور کا لفظ پرم اور ایشور کا مرکب ہے۔ پرم کا معنی' اعلیٰ' خاص اور آخری ہے جب کہ ایشور مالک کل ہے) یہ بات رگ وید میں یوں بیان کی گئی ہے کہ ''وہ جو یکتا وجود ہے' مختلف حکیمانہ ناموں والا ہے۔''

جالا بننے والی مکڑی جو اپنے اندر سے لعاب نکال کر جالا بنتی ہے یا چنگاریاں پیدا کرنے والی آگ کی طرح ایشور ساری موجودات کا مآخذ ہے۔ وہ عارضی (فانی) کو تخلیق کرنے والا دائمی ہے۔ بہت سوں کا واحد سرچشمہ جو سمندر کی طرح بے شمار لہروں کو پیدا کرتا ہے۔ اپنے اظہار کی قوت محرکہ قادر مطلق کا جوہر ہے۔ وہ لازمی عمل ہے جو کائنات کی ساری قوت حیات میں جلوہ گر ہے۔

کائنات کی تخلیق کے بعد ایشور تمام موجودات کو اپنی جانب راغب کرتا اور قائم رکھتا ہے۔ ایشور فنا کا باعث بھی ہے۔ ہر شے ایشور میں سمائی ہوئی ہے۔ جیسے بلبلے (حباب) سمندر میں واپس لوٹتے ہیں۔ ایشور حقیقت کا عمیق ترین جوہر اور تمام کثرت میں ظہور پذیر ہے۔

ایشور ہر چیز کے اندر سمائے ہونے کے باوجود تمام موجودات سے قطعی ماوراء ہے (وحدت الوجود کے خلاف) کیونکہ وہی ان کا سرچشمہ اور اختتام ہے۔ چھاندوگیہ اپنشد کے الفاظ میں ایشور ''متشکل اور غیر متشکل' فانی اور لافانی' مستقل اور عارضی' موجود اور ماورائے وجود ہے۔''

قادر مطلق زمان و مکان کے بندھنوں سے آزاد اور قدری علت ہے۔ وہ لازوال نظر نہیں آتا مگر سب کچھ دیکھتا ہے۔ وہ سب کی فہم رکھتا ہے جب کہ سب اسے سمجھنے میں ناکام ہیں۔ لامختتم اور لامحدود ایشور کو محدود توانائیوں کے ذریعہ نہیں پایا جا سکتا۔ ہماری زمان و مکان کی قابل حس عقلی کیفیات اور علتیں قادر مطلق کے سامنے حقیر ہیں۔ ایشور زمان و مکان اور علت پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی ان کے اندر نہیں ہوتا۔ محدود کے تمام تجربی و حسیاتی علم کی باقیات اور اس طرح تخلیق کی تحقیق و جستجو سے اعلیٰ ترین توثیق یہی ہو سکتی ہے کہ ایشور ''یہ نہیں'' ۔ ''یہ نہیں'' (نیتی نیتی)۔ تاہم اپنشد قادر مطلق کے بارے میں ایک لاادریت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ ایشور کے ادراک کی بہترین راہ عرفان ذات ہے۔

ایشور بطور آتما (روح یا ذات انسانی):

کائنات کا قادر مطلق ایشور ذات یا آتما (Soul) کی اساس بھی ہے۔ یعنی ایشور اور آتما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہیں۔ بریسہ آرنیکا کا مشہور مقولہ ''اہم برہم اسمی'' (میں ایشور ہوں) اس بات کی توثیق ہے کہ فرد اور کائنات دونوں خدائے مطلق کی تجلی ہیں۔ سارے وجود کا بنیادی اصول بنی نوع انسان میں ملے گا۔ باہر کا لامحدود عظیم ہمارے اندر کا لامحدود عظیم ہے۔ وسیع پیمانے پر کائناتی نظم وضبط صغیر وخفیف پیمانے کا قاعدہ بھی ہے۔ ہندومت اپنشدوں کے توسط سے اس بات کی توثیق کرتا ہے کہ ہر شخص کے لئے انسانی حیات میں جلوہ گر کامل انسانیت اور الوہیت حاصل کرنا ممکن ہے۔

قدیم ہندوستان کے بزرگ فطرت' انسانیت اور الوہیت کے درمیان کسی دوئی کا پرچار نہیں کرتے تھے۔ اپنشدوں میں وحدانیت کا تصور یہ ہے کہ تمام موجودات واحد کائناتی قاعدے کا مظہر ہیں۔ خود آگہی دوسروں اور تمام کائنات کی تفہیم اور مسرت میں ایشور کی دید پکارتی ہے۔ ''تت توام اسی'' (وہ تم ہو) یہ اکثر دہرایا جانے والا منتر انفرادی کردار کے پست درجے سے ہمہ گیریت کے اعلیٰ درجے تک سوچ کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے۔

اس منتر میں ایشور مطلق سچائی اور خالص شعور ہے۔ تو پھر شعور ذات سے حاصل ہونے والی ہر چیز ایک حد تک ایشور کا احساس ہے۔ جب کوئی شخص دروں بینی کے عمل میں ذات کو جانتا اور اس کا ادراک بھی کر رہا ہوتا ہے۔ آگہی اور ہستی ایک ہی قادر مطلق کے متشابہ اور ناقابل امتیاز پہلو ہیں۔ دراصل سچائی (حق) جاننا خود سچائی بن جانا ہوتا ہے۔ کیونکہ شعوری الوہیت ذات کا جوہر ہے۔ اسی طرح خود آگہی بالخصوص وجدانی یا الہامی خود آگہی انسان کو قادر مطلق کی گہرائیوں تک لے جاتی ہے۔ کیونکہ آتما ایشور ہے۔ ہستی کی یہ بصیرت ساری حقیقت کی وحدانیت کو محسوس کرنے میں معروض اور موضوع کی دوئی پر غالب آجاتی ہے۔ ایک اپنشدی عینیت یہ ہے کہ ''سارا وجود تصورات پر مبنی، عقل کی تجلی اور عقل ہی سے معلوم ہوتا ہے۔''

اپنشد آتما اور ایشور کے تعلق کو ''پرش'' کی اصطلاح میں بیان کرتا ہے۔ پرش سے مراد انفرادی خود آگہی' ایک انا' شخصیت اور ایک بدن والا کوئی مخصوص شخص ہے۔ زبردست قوت کے ساتھ اپنی ذات سے ماورا ہونے کے اقدامات میں پرش سے آتما ایشور میں جانا انا کو دوسری انا اور خدا سے ممیز اور علیحدہ کرنے والی ذاتی حدود پر غالب آنا ہے۔ کوئی شخص صرف اسی طریقہ سے سرابوں' برائیوں اور اداگون کے چکر سے نجات پا سکتا ہے۔

اپنشدوں کا مقصد' مایا سے نجات:

ایشور نہ صرف مطلق قوت اور دانش ہے بلکہ کامل روحانی مسرت اور ہر نیکی کا جوہر بھی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص اسی لئے دکھ اٹھاتا ہے کیونکہ جس کا وہ متلاشی ہے وہ مکمل طور پر الوہی نہیں ہے۔ تمام اپنشدوں کے پس منظر میں سب سے بڑا مسئلہ انسانی حیات کی تمام برائیوں اور مشکلات سے چھٹکارا پانے کی جدوجہد ہے۔ چھٹکارا یا نجات (موکشا) مایا (سراب) کے ساتھ تمام رکاوٹوں کو ختم کر کے قطعی روحانی مسرت کے ساتھ تعلق بنانا ہے۔

مایا (ظاہری دنیا) قادر مطلق کو چھپانے والا پردہ ہے۔ مایا اس لحاظ سے سراب نہیں کہ محدود کا وجود ہی نہیں اس کی بجائے یہ اس بات کا فریب ہے کہ محدود (یعنی کائنات ظاہری کی ہر شے) اصلی ہونے کے باوجود حقیقت کی حقیقت نہیں۔ اس کے مطابق تمام وجود (کائنات اور اس کی ہر شے) ایشور میں سے ظاہر ہوئے اور مایا خدا کو خود کو چھپانے کا اقدام ہے۔ اپنشد اس بات کی تفتیش نہیں کرتے کہ خدا اپنے چہرہ پر یہ پردہ کیوں ڈالے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ تو صرف اس توثیق پر قانع ہیں کہ تمام وجود الوہی جلال کو منکشف کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ جلال کا مکمل جوہر مخفی بھی رکھتے ہیں۔ مطلق کاملیت کے پیمانے میں جو کچھ بھی ایشور نہیں وہ غیر کامل ہے اور اسے مایا یعنی پرچھائیں اور سراب قرار دیا جاتا ہے۔ مایا وجود رکھتی ہے' لیکن یہ اپنے اندر عدم وجود لئے ہوئے ہے۔ ان فریبوں اور دھوکوں کی جستجو..... مثلاً دولت' اقتدار یا خوشیوں کے لئے خواہش کرنے کی صورت میں' مایا میں پھنسا دیتی ہے۔ اسی طرح کسی کا اپنی انا کو علیحدہ کر لینا بھی مایا ہے۔ ابدیت سے محدودیت کی طرف جانے کے یہ تمام اقدامات زندگی کو لاعلمی اور دکھ سے دوچار کرتے ہیں۔

کرم اور تناسخ ارواح کا قانون:

ہندومت میں ایشور تمام انسانیت کو انسان کی مرضی کے مطابق اپنی طرف بلاتا ہے۔ جو شخص اپنی زندگی میں کامل بصیرت حاصل کر لیتا ہے وہ تناسخ کے عمل سے نجات پا جاتا ہے ورنہ دوبارہ کسی اور روپ میں پیدا ہو کر کامل بننے کی جدوجہد کو جاری رکھنے کے لئے مایا میں واپس آنا پڑتا ہے۔

کرم کی اصطلاح کا مطلب عمل ہے۔ کرم ہی دوبارہ جنم لینے کی وجہ ہے۔ کرم کا دعویٰ ہے کہ ہم جو کچھ بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں۔ تناسخ کا نظریہ دکھ کی واضح غیر منصفانہ تقسیم کی وضاحت کرتا ہے۔ اپنشدی سیاق وسباق میں بار بار جنم کا دکھ تزکیہ باطن کے لئے ہے جو دکھ اٹھانے والے کو مایا کے تمام بندھن توڑ ڈالنے کی دعوت مبارزت دیتا ہے۔ سب سے اہم طور پر کرم کا قانون اس بات کا دعویٰ ہے کہ تمام کائنات پر ایک ہمہ گیر اخلاقی قانون نافذ ہے جو عمل کرنے کی حقیقت کے تمام ہمہ گیر طبعی قوانین سے مشابہ ہے۔ تمام واقعات کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ جیسا کہ کتھ اپنشد میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا گیا ہے۔

''جو آگہی حاصل نہیں کرتا جو غافل اور گنہگار ہو' وہ کبھی مقصد نہیں پاتا۔ بلکہ تناسخ ارواح کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاہم آگہی حاصل کرنے والا اور آگاہ اور ہمیشہ پاک رہنے والا اس منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ جہاں دوبارہ جنم نہیں لینا ہوگا۔''

چنانچہ کسی فرد کا مقدر عقل اور عزم کے ساتھ بننے والے کردار پر انحصار کرتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز علم (ودیا) اور عمل (کرم) پر منحصر ہے۔ لہٰذا آتما کو جاننے والا شخص دکھ پر غالب آ جاتا ہے۔ (چھاندگیہ اپنشد) حتمی نجات کی حالت میں انفرادیت کی ذاتی حدود بھی ارفع ہو جاتی ہیں۔ جداگانہ ذات کے اس آخری فریب' جہاں بے زمانی زماں کی جگہ لے لیتی ہے' کی بیخ کنی کرنا ''یوگ'' کا مقصد ہے۔

یوگ' عملی تصوف:

آگہی کے حصول' اپنتا میں لا اپنتا کو جاننے کے لئے مشق کی ضرورت ہے۔ لذات نفسی' آرزو اور انفرادیت کی دنیا سے کنارہ کرنے کی باقاعدہ مشق' لفظ یوگ کا ماخذ۔ ''یج'' ہے جو جڑنا یعنی نظم وضبط اور بندھن' یعنی ایشور کے ساتھ الحاق دونوں مفہوم دیتا ہے۔ (یوگ کا تلفظ جوگ بھی ہے' جس سے یوگی اور جوگی لفظ بنے۔ ''یوگ'' دل اور عقل کو متحد کر کے حقیقت تک پہنچنے کا طرز عمل اور فلسفہ، ذات مطلق کی عبادت' یکسوئی' مشق اور ریاضت کا نام ہے) یوگی یکسوئی اور ریاضت کے ساتھ جسمانی ضبط کی کئی مشقوں کے ذریعہ اپنی ذات کو خارجی دنیا سے الگ کرنے یا منفی کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ یوگی اپنے باطن میں ذات کے اندر جھانک کر جذبات واحساسات، لذات کی خواہش' اور اس خواہش میں اس حد تک پہنچتا ہے کہ جہاں تمام تجربات یکجا ہو جائیں۔ یوگ کی مشق کا مقصد مایا کا مکمل تیاگ اور آتما میں بھرپور طریقے سے سما جانا ہے۔ یہ یکسوار تکازِ فکر، ذات پر لاگو زمان' مکان اور انا کی تنگ حدود کو وسیع کرنے کی کوشش ہے۔ حتیٰ کہ یہ سب لا اپنتا اور بے ہئیت یک وتنہا خدائے مطلق میں تحلیل ہوتی نظر آتی ہیں۔ خدائے مطلق جو تمام اپنتاؤں اور ہستیوں سے ماورا ہے۔ یوگ اس تہہ در تہہ کائنات کے فریبوں کی فنا کی منزل تک پہنچنے کی جستجو ہے۔ اس وجہ سے اپنشد ایک بے خواب نیند کے تجربے کو عام جاگے ہوئے شعور کے تجربہ سے فوقیت دینے پر مائل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنشدوں کا ضابطہ اخلاق:

بہر حال ہم کو مایا اور فریب کی دنیا میں ہی جاگتے ہوئے رہنا پڑتا ہے۔اس لئے اپنشد زندگانی کے سفر میں اپنے اعمال کی نوعیت کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہیں۔ اپنشدی ضابطہ اخلاق کا مثالی تصور یہ ہے کہ تکمیل ذات اور خود افروزی' خودغرض ذات پر قابو پانے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔اپنشدی اخلاقیات اندرونی تحریک پر توجہ مرکوز کرتی ہیں۔ کیونکہ عمل کا بیج نیست ہے۔لہٰذا عمل کا معیار کسی شخص کے تزکیہ ذات اور خواہش کے جذبات کو ترک کرنے کی شدت سے جانا جاتا ہے۔کفایت شعار' پارسا' یقین اور علم کے ذریعے آتما کے متلاشی .....واپس نہیں آتے۔ (پرشن اپنشد)

ذات کی نفی کے ساتھ یہ لوگ مہربان' خرد افروز' باعمل، غیر متشدد و رحیم ہوتے ہیں۔ ہمسائے کے ساتھ بھی اپنی ذات کی طرح محبت کرنے کا بائبلی درس اپنشدوں میں اپنشدی مابعد الطبیعات کی بنیاد ہے۔صحیح معنوں میں ذات ہمسایہ ہی ہے۔ کیونکہ دونوں کا ماخذ آتما ہی ہے۔خود کو کسی دوسرے سے علیحدہ اور خوفزدہ کرنا محض فریب خوردگی ہے۔

کسی شخص کے فرائض یا ذمہ داریوں (دھرم/دین) کا انحصار اس کی زندگی کی حالت' اس کی جاں فشانی (آشرم) پر ہے۔اپنشد الجھاؤ کے چار مراحل کی نشان دہی کرتے ہیں جہاں خودغرضی کی جڑیں آہستہ آہستہ اکھڑتی ہیں۔

۱۔ بطور طالب علم اپنے استاد کی تعظیم اور فرمانبرداری کر کے غرور (گھمنڈ) پر غالب آنا۔

۲۔ گرہستی (دنیوی زندگی) میں ماں اور باپ آپس میں اور بچوں کے لئے سپرداری میں خود مرکزیت کا جذبہ زیر کریں (یعنی وہ بچوں سے بالا اور بچوں پر اپنی فوقیت کو ترجیح نہ دیں)۔

۳۔ عمر رسیدہ ہو جانے پر خاندانی فرائض سے سبکدوش ہو کر ریاضت و عبادت کے لئے جنگل (تنہائی) میں بس جائیں۔

۴۔ موت سے پہلے کے آخری مرحلے میں مرتاض (سنیاسی) بن کر اس ساری محدود دنیا کا تجربہ کر چکنے کے بعد اسے مکمل طور پر تیاگ کر پارسائی' غربت' صداقت اور دردمندی کے فضائل اخلاق میں کاملیت کی جستجو کرے۔ یہاں مقصد مایا سے سارے تعلق توڑ کر سمسار پر قابو حاصل کرنا ہے۔(سمسار ہندی لفظ سنسار کی ہی دوسری شکل ہے) اس کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب ہے لگا تار ایک حالت سے دوسری حالت میں داخل ہوتے رہنا (بار بار پیدا ہونے کے سلسلہ میں آواگون (تناسخ) زندگی کا جنجال دنیا ہے)

اپنشدوں کا اثر:

ایک اور کثرت کے درمیان باہمی تعلق اور اس کا مطلب سمجھنے کے لئے اپنشدوں کی جدوجہد نے اپنے دور کے عوام کو وسیع پیمانے پر متاثر نہیں کیا (تصوف کی طرح) ہوگا۔ پروہتی (مذہبی پیشوائیت)' یگوں (قربانی کی رسوم) اور ذات کے نظام کی قوت اکثریت میں بدستور قائم رہی۔ اپنشدوں کا بلند پایہ تصوف عوام میں کہیں زیادہ مقبول دیو مالائی داستانوں کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ ویدوں کی کثرت پرستی (بے شمار دیوتاؤں کا نظام)' اپنشدوں کی وحدانیت (توحید) پرستی کو جگہ دینے میں متذبذب رہی۔ لہٰذا بدھ مت کو ویدک کثرت پرستی کی روایت کے خلاف بطور عوامی احتجاج کے زیادہ کامیاب قرار دیا جاسکتا ہے۔

اپنشدوں کے فوری عوامی اثرات خفیف ہونے کے باوجود انہوں نے زیادہ تر جنوبی ایشائی فکر کے سرچشمہ کی حیثیت سے فلسفیانہ اور مذہبی خیالات کی تاریخ میں بہت زبردست اور دیرپا اثرات مرتب کئے۔ حاضر میں غائب کو تلاش کرنے کے بعد کی تمام کوششیں اپنشدوں کی روایت سے منسلک تھیں۔ بعد کے مذہبی ادب میں خالق' قائم رکھنے اور فنا کرنے والے کی حیثیت میں ایشور کا تصور' وشنو اور شو کے ناموں میں مرکوز ہوگیا۔ روح کی استقامت اور لافانیت کو مسترد کرنے والا بدھ مذہب بھی تکمیل ذات' مایا کے تیاگ' خواہشات اور خود پرستانہ جذبات کو ختم کرنے کی کوشش میں اپنشدی روایت کی تقلید کرتا نظر آتا ہے۔ جین مت کے بے انتہا تصوف کا سلسلہ بھی نفسانی لذات کے معاملہ میں اپنشدی لاتعلقی کا یہی دوسرا رخ ہے۔ بعد میں آنے والے یوگی نظاموں نے اپنے اپنشدی ماخذ کو کائنات کے اتحاد اور سالمیت کے تمام تصورات کی حیثیت میں دیکھا۔ بھگوت گیتا (چوتھی صدی عیسوی) جسے اپنشدوں کا خلاصہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ خدائے مطلق کو ذاتی اور مجسم طور پر پیش کرتی ہے۔ جو ذاتی اور مابین ذاتی ہے۔ گیتا میں ایک اپنشدی کہاوت ہے۔ ''اپنی ذات میں اپنے دشمن کو جانو۔'' (یعنی نفسانی خواہشات کو جو انسان کی دشمن ہیں)۔ ان سب نظاموں میں تکمیل ذات اور خود آگہی نجات کی کنجی ہے۔ سب ہی کسی نہ کسی صورت میں کرم اور دوبارہ جنم کو مکمل کرتے ہیں۔ قول اور فعل حتمی نجات کے معاملہ میں حقیقی اہمیت رکھتے ہیں۔ جذبہ بردباری کا ماخذ بھی وید کی روایت کی اپنشدی روحانی کیفیت کو قرار دے سکتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کیونکہ تمام مذہبی ادراکات کی قدر و اہمیت اس بات میں ہے کہ وہ انسانیت کو "لافانی" کی تلاش میں مدد دیتے ہیں۔

شنکر اچاریہ اور اپنشد:

نویں صدی عیسوی میں اپنشدوں کا اثر بہت شدت اختیار کر گیا۔ درحقیقت انہیں ہندو صوفی سکالر شنکر اچاریہ (۷۸۰ء تا ۸۲۰ء عیسوی) کی کوششوں سے ایک طرح کی نئی زندگی ملی۔ اس کی تحریروں نے اپنشدوں کے بنیادی خیالات کا باقاعدہ اصول کے تحت جائزہ پیش کیا۔ اس کی تحریروں کے غیر ثنائی (Non Dual) کردار کے باعث ان پر ادویت (توحید) کا ٹھپہ لگ گیا۔ ادویت کا مطلب وحدت اور یکتائی ہے (ہندی میں ادویت دوئی یا ایک سے زیادہ کو کہتے ہیں اور لفظ کے شروع میں الف لگانے سے نفی کا مفہوم بنتا ہے جیسے ٹل سے اٹل)۔ شنکر اچاریہ نے مادہ اور روح کی برابر حیثیت کو مسترد کر دیا تھا۔ (یعنی مادہ کی نفی کے بعد صرف روح ہی ہے) اور یہ روح (آتما) خدا کی ہستی (ایشور) کا پرتو ہے۔ شنکر کے تبصروں نے دنیا کے حوالے سے اپنشدوں کی ریاست پسندی کو واضح کیا۔ تاہم حتمی نجات کے معاملے میں اس نے رجائیت پسندی کا اظہار کیا (جیسا کہ مسلم تصوف کے سلسلہ میں بھی ہے)۔ یہ روایت ہندومت میں بدستور بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔

فلسفیانہ افکار:

ہندو فلسفہ کا سرچشمہ وید ہیں۔ وید کی تفسیر میں دو گروہ بن گئے۔ ایک صرف عمل یعنی عبادات و رسوم کی ادائیگی کا قائل تھا۔ دوسرے گروہ نے فلسفیانہ افکار کا استنباط کرنا شروع کر دیا۔ ان افکار کے تقریباً چھ حصے ہیں۔ ان کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے۔

۱۔ فلسفیانہ بیایا: اس کا بانی گوتم ہے۔ ایک فلاسفر اور مفکر ہے جس کی تصنیف نیائے سوترا (Nyaya Sutra) ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

نیائے منطقی مذہب ہے جس پر مابعد الطبیعات کا اثر ہے۔ اس وجہ سے اس کے پیروؤں کے لئے منطق کی تعلیم لازمی ہے۔ تاکہ انسان اپنے اعمال کا حساب کر کے برے کاموں سے محفوظ رہ کر نجات حاصل کر سکے۔ اس فلسفہ کی رو سے فقط تخیل اور عارفانہ رغبت سے حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس لئے حقیقت تک رسائی کے لئے حسب ذیل وسائل کی ضرورت ہے۔

۱۔ حواس پنجگانہ۔ ۲۔ قوت ممیزہ۔ ۳۔ گفتار حکما۔ ۴۔ موازنہ و تطبیق۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوسات دو قسم کی ہیں۔ بعض محسوسات اعضائے ظاہر سے سمجھی جاتی ہیں جیسے آنکھ کان ناک وغیرہ۔ بعض محسوسات نفس باطن سے تعلق رکھتی ہیں ان کو اعضائے باطنی سے سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً نفرت، خوشی یا دکھ اور معرفت وغیرہ حکمائے نیایہ کے تخلیقی مسائل یہ ہیں۔ جان۔ نفس۔ سر اجسام۔ حواس پنجگانہ۔ احساس رنج و مسرت کا نتیجہ۔ ہر قسم کے دکھوں سے نجات۔ ہر شخص کو مستقل جان حاصل ہے جو نا قابل فنا ہے اور زمان و مکان سے آزاد ہے۔

یہ فلسفہ خدا کو علت العلل اور نگہبان سمجھتا ہے وہی اشیاء کو نیست و نابود کرنے والا ہے لیکن یہ خدا کسی چیز کو عدم سے وجو میں نہیں لا سکتا۔ بلکہ موجودات کو صرف ترتیب اور صورت دیتا ہے۔ جان جوہر ہے جس کی صفت عقل یا علم ہے۔ جب جان کا نفس سے تعلق پیدا ہوتا ہے تو اس پر علم کی روشنی پڑتی ہے۔ نفس علم کی روشنی سے زندہ ہو جاتا ہے اور حواس کو روشن کرتا ہے۔ حواس نفس کے نور سے روشن ہو جاتے ہیں اور اشیا کو تابانی بخشتے ہیں۔

فلسفہ ولیشکا(Valshesika):

دینیات میں اس کا موضوع طبیعات ہے۔ اس میں مادہ اور روح کی تفریق تسلیم کی گئی ہے۔ مادہ غیر فانی، غیر مرئی اور بے صورت ذرات پر مشتمل ہے۔ انہی کی ترکیب سے کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ برہم دن کے خاتمہ پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور دنیا تباہ ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو فلسفہ نیایہ کا ایک حصہ خیال کیا ہے۔

اس فلسفہ کی شرح الوکا کناڈا (Kanada) نے اپنی تصنیف ولیشکا سوترا میں کی ہے۔ یہ کتاب دس جلدوں میں ہے۔

فلسفہ نیایہ اور ولیشکا اس امر پر متفق ہیں کہ انسانی مصائب و تکالیف کا سرچشمہ جہالت ہے اگر انسان جہالت سے نجات پالے تو مصائب خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

ان دونوں فلسفوں میں فرق یہ ہے کہ نیایہ میں عقل کے وسائل چار ہیں اور ولیشکا میں دو ہیں یعنی ادراک اور استدلال۔ ادراک حواس پنجگانہ کے زیور سے، استدلال قوت ممیّزہ کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ نیایہ میں چار عنوانات پر بحث کی جاتی ہے۔ لیکن ولیشکا میں صرف دو پر بحث کی جاتی ہے۔ یہ حسب ذیل ہیں۔ جوہر جو اپنی ذات میں مستقل ہے۔ اس میں فعل مضمر ہوتے ہیں اگر جوہر نہ ہو تو عرض اور فعل بھی نہیں ہوتے۔ جوہر نو قسم کے ہیں۔

۱۔ خاک۔ ۲۔ آب۔ ۳۔ روشنی۔ ۴۔ آسمان۔ ۵۔ ہوا۔ ۶۔ زمان۔ ۷۔ مکان۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔جان۔ ۹۔نفس

فلسفہ سانکھیہ (Sankhya):

یہ فلسفہ سب سے پرانا ہے۔تقریباً ۸۰۰اور ۵۵۰ق۔م کے درمیان وجود میں آیا۔اس فلسفہ کا بانی کپیلا نامی فلاسفر ہے۔اس کی تصنیف کا نام تت وساس (Tat Aivasmas) ہے۔چونکہ یہ کتاب بہت مختصر اور دقیق تھی اس لئے کپیلا نے خود اس کی شرح کی ہے۔اس کے بعد اس کے شاگرد آسوری (Asuri) اور آسوری کے شاگرد پنکا سیکھا (Pancasikha) نے اس کی شرح لکھی۔ یہ نظام فلسفہ گوتم بدھ اور مہاویر سے قبل واضح ہوا۔سانکھیہ فلسفہ کائنات کو دو مستقل اور متبائن اجزاء میں تقسیم کرتا ہے۔۱۔روح یا پروشہ (Parvsha) ۲۔پراکرتی (Prakiriti) یعنی وہ قوت جو عام مادیت کی علت العلل ہے۔

سانکھیہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ پروشہ یعنی روح بہت سے ہیں اور یہ ہمیشہ جدا رہتے ہیں۔اس لئے اس فلسفہ کو فلسفہ انفرادیت بھی کہا جاتا ہے۔

پروشہ (روح) غیر متغیر ہے اس لئے پراکرتی (مادہ) کی طرح ظاہری اشکال میں تغیر نہیں ہوتا۔چونکہ بے حس مادے کی چیزیں پروشہ سے متمدر رہتی ہیں اس لئے وہ باحس ہو جاتی ہیں اور غیر عامل پروشہ عامل معلوم ہونے لگتا ہے۔

پراکرتی دو قسم کا ہوتا ہے ایک اعلیٰ اور ہم جنس و یکساں دوسرا معمولی اور مختلف اور غیر یکساں، معمولی محدود متغیر اور مختلف الاشکال ظاہری حالت قابل تقسیم اور تابع ہوتا ہے اعلیٰ اس کے برعکس ہے۔

سانکھیہ معلول کو علت سے جدا نہیں جانتا۔وہ کہتا ہے کہ علت معلول کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔علت و معلول بہت ہیں۔جہاں یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے وہاں ایک علت العلل صورت اور جسمانیت سے نکل کر محض قوت بن جاتی ہے۔جسے پراکرتی کہتے ہیں۔علل و معلوم یا جواہر و عرض کا سلسلہ پراکرتی اور عالم مادیات سے وابستہ ہے۔روح نہ علت ہے نہ معلول محض علم ہے جو پراکرتی کے ساتھ متعلق ہے۔روح کا پراکرتی کے ساتھ ارتباط پراکرتی کی تاریک فضا کو نور علم سے منور کرتا ہے اور پراکرتی میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔اس حرکت کا نتیجہ اشیاء کی تخلیق اور ظہور کائنات ہے پراکرتی میں تین صفات ہیں۔۱۔ستوہ (Sattava) ۲۔رجس (Rajas) ۳۔تمس (Tamas)

ستوہ جسم کو روشنی اور مسرت دیتی ہے۔رجس اشیاء کو متحرک کرتی ہے اور تمس نفس پر جمود و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خمود طاری کرتی ہے۔ یہ تینوں صفات ہر جسم میں پائی جاتی ہیں۔ جب ستوہ رجس اور تمس سے غالب آ جائے تو انسان نیک بن جاتا ہے۔ اگر رجس غالب آ جائے تو شجاعت اور حرکت پیدا ہوتی ہے اگر تمس غالب آ جائے تو انسان پر جہالت' غفلت اور جمود طاری ہو جاتا ہے تینوں ایک دوسرے سے لازم ملزوم ہیں مگر جدا بھی ہیں۔ جب تک تینوں پیدا نہ ہوں تو روشنی پیدا نہیں ہوتی۔ دریا کی لہروں کی طرح کبھی ایک لہر اوپر آ جاتی ہے کبھی دوسری لہر۔ دنیا کی حرکت بلندی اور تنزل انہیں سے وابستہ ہے۔ اس فلسفہ میں پروشہ اور پراکرتی دو مستقل حقیقتیں ہیں اور دونوں ازلی ابدی ہیں اور آپس میں ہم شکل اور ہم جنس ہیں۔ ان کا آپس میں قرب مادی زندگی اور بُعد موت ہے۔ متاخرین میں سے فلسفہ سانکھیہ میں خدا کا تصور بہت اہم ہے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ اگرچہ خدا خالق نہیں لیکن مخلوقات کا محافظ ونگہبان ضرور ہے یہ فلسفہ روح کو حقیقی اور ابدی وازلی قرار دیتا ہے اور تمام عیوب سے منزہ تصور کرتا ہے۔

فلسفہ یوگ:

اس فلسفہ کا بانی پت نجلی ہے جس کی تصنیف یوگ سوتر ہے۔ اس فلسفہ سے ہندوستان کے تمام مذاہب متاثر ہوئے۔ فلسفہ سانکھیہ نظری ہے جب کہ یہ فلسفہ عملی ہے۔ اسے عملی تصوف بھی کہا گیا ہے۔ اس میں خدا کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ فلسفہ یوگ اور سانکھیہ میں پروشہ (روح) حقیقی پاک اور بے نقص ہے پروشہ نے عقل' نفس اور حواس کے ذریعہ جسم سے تعلق پیدا کیا ہے۔ عقل پراکرتی کا معلول ہے جس پر صفت ستوہ یعنی ستوگن محیط ہے۔

جو تغیرات ظاہر ہوتے ہیں انہیں ذہن کے اعمال یا ذہنی کیفیات کہا جاتا ہے۔ یہ بے شمار ہیں ان کو فلسفہ یوگ اس طرح تقسیم کرتا ہے۔

۱۔ پرمانہ (Parmana) اشیاء کی صحیح شناخت

۲۔ ویپریایہ (Viparyaya) اشیا کی غلط شناخت

۳۔ وی کلپہ (Vikalpa) تصور یا خیال

۴۔ ندراہ (Nidra) غفلت کی حالت

۵۔ سمرتی (Smirti) حافظہ کا محفوظ ہونا

حواس پنجگانہ کی وساطت سے شناخت یعنی عقل' استدلال' تجربہ اور عقلائے سلف کی شہادتیں حاصل ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وپریایہ۔ اشتباہات ہیں جو راست نما ہوتے ہیں اور تحقیق کے بعد درست ثابت ہوتے ہیں۔ خواب میں تمس کا عنصر نفس پر غالب ہوتا ہے اور انسان بہت کچھ سیکھتا ہے۔ سمرتی سے مقصد معرفت کا ذخیرہ جو ذہن پر نقش ہو جاتا ہے اور جب توجہ کریں تو دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ کیفیات بلا توقف آنکھوں کے سامنے گزرتی رہتی ہیں۔ جان انہیں عقل کی تختی پر دیکھ کر اپنے آپ کو متحرک خیال کرتی ہے اور اسے اشتباہ ہوتا ہے کہ جان کا آغاز ہوا اور یہ ماں کے پیٹ سے تولد ہوئی اب بچہ ہے اب جوان ہوئی آخر کار مر گئی۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ نہ اس کا آغاز ہے نہ انجام۔ فلسفہ یوگ بتاتا ہے کہ اس مغالطہ سے کیونکر بچیں؟ اس کی تین اصلیں ضروری مانی گئی ہیں۔

پہلی اصل: جسمانی صحت کیونکہ صحیح روح جسم میں ہوتی ہے۔ جب تک جسم صحیح نہ ہو۔ اس وقت تک صحیح فکر پیدا نہیں ہوتا جب فکر صحیح نہ ہوگا صحیح حقائق پیدا نہیں ہونگے۔

جسمانی صحت کے اصول یہ ہیں۔

۱۔ فکر و ذہن کی صحت۔ بے ہودہ افکار ہمیشہ جسمانی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں اس وجہ سے مفکر کو بے ہودہ افکار سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۲۔ ورزش۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا مادی ورزش اس سے اعضاء رئیسہ اور اعصاب مضبوط ہوتے ہیں دوران خون درست ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ ورزش معنوی ہے جو فلسفہ یوگ سکھاتا ہے۔ اس ورزش سے انسان فوق العادۃ کام کر گزرتا ہے۔ اس ورزش سے انسان میں اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری اصل: مراقبہ۔ یہاں پہنچنے کے لئے خدا کا عقیدہ لازمی ہوتا ہے۔ کیونکہ توجہ کا مرکز ایک ایسی ذات کو ہونا چاہیے جو بے عیب اور کامل ہو اور تمام خوبیوں کی جامع ہو۔ مراقبہ میں مستقل مزاجی اور پاک ارادہ ضروری ہے۔ مراقبے کے لئے کامل رہنما کی اشد ضرورت ہے۔

اصل سوم: دو اصلوں کی تفصیل ہے۔

۱۔ یاما (Yama) تحمل اور اس کے تعلقات یعنی امساک عدم تشدد کسی ذی روح کو نقصان اور تکلیف نہ پہنچانا۔

۲۔ ستیہ (Satya) قول اور فعل میں سچائی۔ ایشور چاریہ (Brahma Chraya) کسی سے بخشش قبول نہ کی جائے یہ گدائی ہے۔

۳۔ استیہ (Asteya) چوری سے اجتناب۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ نیاما (Nyama) یعنی جسم کی صفائی۔ اس سے مراد جسم اور باطن کی صفائی اور پاکیزگی ہے۔ اگر جسم کو صاف ستھرا رکھا جائے گا تو اس سے خیالات کو صاف رکھنے میں مدد ملے گی۔ جسم کی صفائی تو نہانے دھونے سے حاصل ہوتی ہے مگر باطن کی صفائی پاکیزہ خیالات کو جگہ دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ آسن (Asana) یعنی نشست: فلسفہ یوگ میں طریق نشست کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس کے لئے مخصوص نشست تعین ہے آسن ایسی نشست ہے جس میں دوران خون میں کوئی خلل نہ آئے اور اعضاء رئیسہ کو ایسا سکون میسر ہو کہ وہ صحیح طور پر کام کر سکتے ہوں۔ صحیح نشست رکھنے والا کئی امراض سے بچ جاتا ہے اور نہایت ہی اطمینان سے ذکر و فکر کر سکتا ہے۔ صحیح نشست کے لئے کامل استاد کی ضرورت ہے۔

۶۔ پرنایام (Prnayam) یعنی دم کشی کا طریقہ: فلسفہ یوگ میں دم کشی سخت ترین ورزش ہے۔ مختصر طریقہ ہے کہ مقررہ وقت پر پاک اور ہوادار جگہ جب معدہ خالی ہو' ناک کے ایک سوراخ سے لمبی سانس کھینچ کر سینہ میں جمع کرے۔ اور ناک کے دوسرے نتھنے سے سانس آہستہ آہستہ چھوڑے۔ غلط طریقہ سے کرنے سے فرد دیوانہ بھی ہو سکتا ہے۔ پس ورزش میں کمال حاصل کرنے کے بعد مراقبہ شروع کرے۔ (مسلم صوفیا میں یہ طریقہ ہے کہ جب سانس اوپر کرے تو اللہ ہے اور جب سانس چھوڑے تو ہُو ہے)

۷۔ پرتی ہار (Patyahara) حواس پنجگانہ پر تسلط: انسان بہت کمزور ہے اور حواس کے ماتحت آجاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ ہر قسم کے دکھوں اور تکالیف کا شکار ہو جاتا ہے۔ حواس پنجگانہ اسے ضلالت اور گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں جس میں وہ حیران و سرگرداں پھرتا رہتا ہے جب انسان ان پر تسلط حاصل کر کے انہیں راستہ پر چلائے اور صحیح کام لے تو دل اطمینان اور راحت سے بھر جاتا ہے۔ تسلط کے لئے استقامت اور عرصہ دراز چاہیے۔

۸۔ دھارن (Darana) مشق ذہن: ابتداء میں ایک نقطہ پر نظر جمانی پڑتی ہے۔ جب اس کی عادت ہو جائے تو تصور باطن میں مشغول ہونا چاہیے۔ حقیقی مطلوب تک رسائی کے لئے ضروری ہے کہ انسان کا ظاہری اور باطنی تصور ایک نقطہ پر جمع ہو جائے۔ اسلامی تصوف میں تصور شیخ کی یہ اصل ہے۔

۹۔ دھیان یعنی مراقبہ (Dhiana): تنہائی میں بیٹھ کر تمام مادی علائق سے رشتہ توڑ کر یادِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا میں مصروف ہو جانے کا نام مراقبہ یا دھیان ہے۔ مطلوب حقیقی تک پہنچنے کے لئے مراقبہ بہت ضروری ہے۔

۱۰۔ سمادھی (Samadhi): رہبانیت کی اعلیٰ ترین صورت ہے کہ انسان ایشور کی محبت اور عشق میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے بھی بے گانہ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان مظہر خدا بن جاتا ہے۔ یہ مقام ہر شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

فلسفہ میماسہ (Mimasa):

اس فلسفہ کا بانی جے منی ہے۔ یہ انسان کو راہ عمل (کرم یوگ) دکھاتا ہے۔ اس کے مصنفوں نے وید کی عظمت اور حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور حد سے زیادہ مبالغہ سے کام لیا ہے' وہ وید کو مقدس اور ہر نقص سے پاک چاہتے ہیں۔ ان کی تعلیم پر بے چون و چرا عمل کرنا چاہیے۔ اس کے بتائے ہوئے طریقے سے ہی مذہبی رسوم ادا کرنی چاہیے۔ جن باتوں سے وید منع کرتے ہیں ان سے باز رہنا چاہیے۔ اس فلسفہ کی رو سے علم' روح اور جسم کو متحد رکھتا ہے جب روح جسم سے الگ ہو جائے تو وہ علم کی محتاج نہیں رہتی۔ کیونکہ روح کے معنی حیات کے ہیں اور زندگی کی عقل مندرجہ ذیل وسائل سے وابستہ ہے۔

۱۔ پرت یکشا (Prat Yaksha) دریافت بوسیلہ محسوسات
۲۔ انومانہ (Anumana) قیاس واستدلال
۳۔ اپامانہ (Upamana) تطبیق
۴۔ شبدہ (Shbada) مفکرین سلف کے افکار کی تصدیق
۵۔ ارتا پتی (Arthapati) پرستش

تطبیق سے مراد صرف یہ ہے کہ ایک چیز کو اس چیز کے ساتھ تطبیق دے دی جائے جو اس نے پہلے دیکھی تھی۔ جیسے کبوتر کو دیکھ کر اس کے ذہن میں ایک صورت نظر آ جائے گی۔ کہ یہ پرندہ اس نے پہلے دیکھا ہے تو ذہن فوراً تطبیق اور موازنہ کر کے یہ کہہ دے گا کہ یہ وہی کبوتر ہے۔

پرستش سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو جانتے ہیں کہ وہ بقید حیات ہے لیکن ہم اس کے گھر پر جاتے ہیں وہ وہاں موجود نہیں ہوتا تو ہم فرض کر لیتے ہیں کہ وہ باہر گیا ہوا ہے۔

مفکرین سلف کے افکار اور تجربات بالکل صحیح ہیں اس لئے عقل کے گھوڑے کو اسی راستہ پر چلانا چاہیے اگر انسان کی فطرتی صلاحیتیں اور حواس صحیح کام کرتے ہوں تو قیاس اور استدلال سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو بھی نتائج نکالے گا صحیح ہوں گے۔

سیماسہ کے بنیادی عقائد۔

ا۔ دنیا اور اس کی موجودات حقیقی ہیں۔۲۔ ارواح بے شمار اور ازلی وابدی ہیں۔۳۔ اس قانون کو بھی ازلی وابدی مانتے ہیں جو تمام کائنات میں جاری وساری ہے۔۴۔ جو شخص ویدوں کی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے تو اس کی روح توانا ہو جاتی ہے۔ اس کو ابدی بہشت اور برکت نصیب ہوتی ہے۔۵۔ ویدوں کی تعلیم پر عمل نفع ونقصان کا خیال کئے بغیر فرض سمجھ کر کرنا چاہیے۔

٦۔ اس فلسفہ کے پیرو خدا کو نہیں مانتے بعد میں یہ فلسفہ ویدانت میں ضم ہو گیا۔

فلسفه کرم:

ایشور کے عقیدے نے دو فلسفوں کو جنم دیا۔ ایک فلسفہ کرم۔ دوسرا فلسفہ شمشار۔

کرم کے معنی اعمال کے ہیں رگ وید کے زمانہ میں یہ لفظ قربانی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق اچھے اعمال سے جنت ملے گی اور برے اعمال سے کیڑوں مکوڑوں کی شکل میں پیدا ہوگا اس کے لئے وہ خدا کو ذمہ دار نہیں ٹھراتے بلکہ اپنے اعمال کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔

فلسفه شمشار: شمسارہ کے معنی ادھر ادھر بھاگنے کے ہیں۔ لیکن ہندو اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کے نتیجہ میں اس دنیا میں بار بار مختلف شکلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس چکر کو ختم کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ وہ ایشور کے ساتھ مکمل اتحاد کرے۔ یہ اتحاد گیان اور معرفت کے ساتھ ہوتا ہے۔ معرفت حقیقی داخلی تجربہ یا ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ معرفت کے ذریعہ انسان ایشور کا جزو بن جاتا ہے۔

فلسفه ویدانت یا اترمیمانسا:

ویدانت کا معنی ویدوں کی تعلیم کا نچوڑ ہے اس کی بنیاد اپنشدوں کے فلسفہ پر ہے ویدانت فلسفہ کہتا ہے کہ ہر چیز خدا میں ہے اور خدا ہر چیز میں ہے۔ سانکھیہ کا عقیدہ ہے کہ روح خود شعور ہے۔ فلسفہ ویدانت کہتا ہے کہ روح نہ صرف خود شعور ہے بلکہ تمام ذی حس موجودات میں بھی ایک ہے۔ روح اور خدا بھی ایک ہی ہیں۔ روح جہالت سے دنیا میں آتی ہے اور مصائب کا شکار ہوتی ہے۔ مصائب سے نجات صرف جہالت کی بجائے اصل حقیقت کو پہنچاننے میں ہے۔ فلسفہ ویدانت کا اثر صرف ہندوؤں پر ہی نہیں ہے بلکہ مسلم صوفیا پر بھی ہے۔ شیخ محی الدین عربی فصوص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحکم میں فرماتے ہیں۔

فلاتنظر الی الحق .....ولا تعربه عن الحق
ولا تنظر الی الحق.....وتکسوه سوی الخلق
نزهه وشبهه .....وکن فی مقعد الصدق
وکن فی الجمع ان شئت ..... وان شئت خفی الفرق
ولا یلقی علیک الوحی .....وفی غیره لاتلق

یعنی خدا کو مخلوق سے الگ کر کے نہ دیکھو۔ نہ خدا کو لباس غیریت پہنا کر دیکھو۔
اس کی صفات تشبیہی اور تنزیہی میں ایمان رکھو۔ اور مقام صدق پر کھڑے ہو جاؤ۔
اگر تم چاہو تو مقام مجمع میں ہو جاؤ یا مقام تفریق پر۔ اگر تو اسکا غیر ہے تو نہ
تجھ پر اس کی وحی آسکتی ہے اور نہ اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔

ویدانت کو فلسفہ وحدت الوجود بھی کہتے ہیں۔ اس سے ہر شے خُدا کا عکس ٹھہرتی ہے اور خالق و مخلوق کے درمیان خط امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور توحید شرک سے مکروہ ہو جاتی ہے۔

ہندوؤں کے غلط عقائد:

۱۔ یفوگ: اس کا معنی ہے کہ ایک بیوہ عورت یا ایک شوہر والی کے ہاں اولاد نہ ہو اور اسے اولاد کی خواہش ہو تو وہ کسی مرد سے ہم بستر ہو کر اولاد حاصل کر سکتی ہے۔ یہ عقیدہ سناتن دھرم میں نہیں اسے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند نے بڑے زور سے پیش کیا ہے۔ ان کی تصنیف ستیارتھ پرکاش میں یہ بحث موجود ہے۔

اسلام میں نکاح کو حفاظت عصمت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ نکاح کے علاوہ اور کوئی ذریعہ جنسی تعلقات قائم کرنے کا نہیں۔ دیکھو (البقرہ۔۱۸۷) (النسا۔۲۴)

۲۔ مادہ روح کے ازلی و ابدی ہونے کا عقیدہ:

سوامی دیانند نے تین چیزوں کو ازلی قرار دیا ہے۔ خدا روح اور مادہ (ستیارتھ پرکاش ص۲۷۴) اس کی تردید میں بہت سے دلائل آتے ہیں۔ (دیکھو) الرعد۔۱۶ فرقان۔۲ طور۔ ۳۵۔۳۶۔ حشر۔۲۴)

۳۔ عقیدہ تناسخ:

انسان کے مرنے کے بعد اس کے حشر کی تین صورتیں ہیں۔ ا۔ جسم کے ساتھ روح بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتی ہے۔۲۔اسے اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملتی ہے۔۳۔اسے اپنے اعمال کے مطابق مختلف روپ بدلنا پڑتے ہیں۔ پہلا خیال مادیت پسندوں کا ہے۔ دوسرا عیسائی یہودی اور مسلمانوں کا ہے۔ تیسرا ہندوؤں اور بعض دیگر اقوام کا ہے۔ تناسخ کو سنسکرت میں اواگون کہا جاتا ہے۔ گناہوں اور نیکیوں کے باعث بار بار جنم لینا۔ یہ عقیدہ سائنس، مسئلہ ارتقاء اور فطرت انسانی کا بھی مخالف ہے۔ بلکہ اللہ کی صفات کے بھی منافی ہے۔

قرآن نے دکھ سکھ کا ذمہ دار انسان کو ٹھہرایا ہے۔ (الشوریٰ۔۳۰)

ہندو مت پر اسلام کا اثر:

شنکر اچاریہ: بت پرستی کی جگہ توحید الٰہی کا تصور، یا دنیا مایا ہے اس کی حقیقت خدا ہے اور افراد اس کے اجزا ہیں۔ اس نے حیوانی خواہشات اور حواس کو نفس رحمانی کے تابع رکھنے کی تلقین کی ہے۔ اس نے ویدانت فلسفہ، اپنشد اور بھگوت گیتا کی تفسیر لکھی۔

رام آنج: بھگتی تحریک کے بانی ہیں اور شنکر اچاریہ کے نظریہ ''مایا'' کی مخالفت کی۔ شنکر خدا کی صفات کا قائل نہ تھا۔ رام آنج نے تمام صفات حسنہ سے خدا کو مختلف قرار دیا۔ اس نے شرک کی ہر صورت کا انکار کیا اور قادر مطلق کا تصور دیا۔ جو روح اور مادہ کا خالق ہے۔ اس نے اوتاروں کو تسلیم کیا۔ اس نے شودروں اور چنڈالوں کے حق عبادت کو تسلیم کیا اور مندران کے لئے کھول دیئے۔ اس کے شاگردوں نے نظام، اشعری اور غزالی کی طرح مذاکرات و مباحث کئے۔

لنگائیت: اس کا بانی ''بساوَ'' ہے۔ یہ توحید الٰہی کے قائل ہیں اور خدا کو تمام صفات عالیہ کا جامع تصور کرتے ہیں۔ اس عقیدے کے مطابق مسلمانوں کی طرح پیری مریدی اور بیعت کا سلسلہ رائج ہے۔ ایک شودر چنڈال بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ طلاق کی اجازت ہے۔ بیواؤں کو نکاح ثانی کا حق حاصل ہے۔ یہ مردوں کو جلاتے نہیں دفن کرتے ہیں۔ تناسخ کے عقیدہ کو غلط سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ پرہیز گار اور مجاہد مزاج ہیں۔

یہ بلگام، بیجاپور اور دھاوا کے اضلاع میں ۳۵ فیصد ہیں۔ میسور اور کولھاپور میں بھی آباد ہیں۔

بساوَ کے بعض احوال ڈاکٹر تاراچند نے اپنی تصنیف ''ہندو ثقافت پر اسلام کا اثر'' میں لکھے ہیں یعنی خدا ایک ہے اور ساری کائنات پر حاوی ہے۔ توبہ اور پشیمانی کے سوا کوئی نذر نیاز قربانی گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتی۔ عمل کرو اور جزا کی توقع نہ رکھو۔ سب روحیں خدا کی ذات میں جذب ہونے والی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راما نند: یہ ۱۲۹۹ء میں پریاگ الہ آباد میں پیدا ہوا۔ یہ رام آنج کی تعلیم کا پیرو تھا۔ اس کی عام اشاعت کی۔ اس نے اپنے شاگردوں یا پیروؤں کو زاہد اور دنیا دار دو گروپوں میں تقسیم کیا۔ زاہدوں کی تربیت رام آنج کے طریقہ پر کی۔ اس نے شنکر اچاریہ کی طرح سات مٹھ قائم کئے ہر پیروکار کا کسی نہ کسی مٹھ سے تعلق رکھنا ضروری تھا۔ رامانند ذات پات کا سخت مخالف تھا۔ اس کے گروہ میں تمام ذاتوں کے لوگ شامل تھے۔ اس کے بارہ شاگرد تھے جو اعلیٰ قوم برہمن سے لیکر چنڈال اور شودروں کی ادنیٰ قوم تک سے تعلق رکھتے تھے۔ رامانند کی وفات کے بعد اس کے افکار کی انہوں نے اشاعت کی۔ ان بارہ شاگردوں میں ناراجی، تلسی داس، سورداس، جے دیو اور کبیر مشہور ہیں۔

ناراجی: ناراجی نے ادنیٰ خاندان میں جنم لیا۔ قحط کے زمانہ میں ان کی والدہ اسے جھاڑی میں چھوڑ آئی اور دو ویشنو زاہد اسے مٹھ میں لے آئے۔ جب جوان ہوئے تو رامانند کے پیرو ہو گئے اور اپنے مرشد کی فرمائش پر اپنی کتاب بھگت مال لکھی۔

سورداس: اندھے تھے۔ اور مشہور شاعر تھے۔ ان کا مدفن بنارس کے قریب موضع شب پور میں ہے۔

تلسی داس: چترکوٹ کی پہاڑی (جہاں رام چندر جی رہے تھے) کے قریب جج پور کے ایک برہمن کے گھر پیدا ہوئے۔ وہ راجہ بنارس کے دیوان رہے۔ مگر بعد میں زاہدانہ زندگی اختیار کر کے بندرابن چلے گئے۔ پھر بنارس آ کر رامائن کی شرح لکھی۔ اپنے وقت کے مشہور شاعر تھے۔

جے دیو: مغربی بنگال کے موضع کیندابل میں پیدا ہوئے۔ مشہور شاعر تھے ان کا کلام وجد و سماع کی محفلوں میں گایا جاتا تھا۔

کبیر:

۱۴۲۵ء میں وہ ایک برہمن بیوہ کے ہاں پیدا ہوئے تھے۔ وہ اس بچہ کو کسی جنگل میں چھوڑ آئی۔ اس وقت نوری جولاہا اور اس کی بیوی کا گزر ہوا تو اسے اٹھا لیا۔ جب کبیر بڑا ہوا تو اس نے روحانی استفادہ کے لئے کسی مرشد کی تلاش شروع کی۔ بہت سے مسلمان مشائخ اور سادھوؤں سے ملا مگر اسے تسلی نہیں ہوئی۔ بالآخر اسے کسی نے رامانند برہمن کا پتہ دیا جو نہایت روشن دماغ کہن سال تھا۔ وہ رامانند کی صحبت کے فیض سے سیر و سفر میں مصروف ہو گیا اس کا عقیدہ تھا کہ حقیقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کے سوانجات کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔اس کی تعلیمات کے مطابق خدا ایک ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔بت پرستی گمراہی اور ضلالت ہے۔ذات پات انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔آپس میں محبت سے رہنا چاہیے۔

جے تنیہ:

۱۴۸۵ء میں بنگال کے مقام نوویت' میں پیدا ہوا پچیس سال کی عمر میں سنیاسی بن گیا۔ ہر ملک میں امن اور محبت کا پرچار کیا۔اس کی تعلیم یہ ہے کہ خدا ہر آتما میں موجود ہے۔اس لئے ہر ذرہ قابل تعظیم وتکریم ہے۔یہ ذات پات کا شدید مخالف تھا۔خدا کے نزدیک برہمن اور شودر میں کوئی تمیز نہیں۔صرف خدا کی محبت اور عبادت ہی ذریعہ نجات ہے۔بنگال میں اسے شری کرشن کا اوتار تصور کیا جاتا ہے۔

سادھو: مہاراشٹر میں کسی نیچ ذات خاندان میں پیدا ہوا اس نے توحید کا پرچار کیا اور بت پرستی کی مخالفت کی۔ذات پات کا شدید مخالف تھا۔

بابا نانک: ۱۴۶۹ء میں لاہور کے پاس تحصیل پور کے ایک گاؤں تلونڈی میں پیدا ہوئے۔والد کا نام مہتہ کالو چند تھا۔پہلے ایک پنڈت سے ہندی پڑھی۔پڑھائی کی طرف توجہ نہ دی ہر وقت سوچ بچار میں مستغرق رہتے۔ملا قطب الدین سے فارسی پڑھی۔جب نانک کی بہن نواب دولت خاں لودھی کے دیوان جیرام سے بیاہی گئی تو اس نے نواب کے خیرات خانے میں ملازم کروادیا۔نانک یہاں ۱۴۹۹ء تک رہے۔تیس سال کی عمر میں تلونڈی کے ایک مسلمان دردانہ اور بھائی بالا کو ساتھ لے کر تیرتھوں اور خانقاہوں اور دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کی۔سادھو سنتوں اور صوفیوں کی محبت سے فیض حاصل کیا۔اور اپنے نظریات اور مسلک کی تبلیغ شروع کر دی۔

پنجاب کے مشہور صوفیائے کرام شیخ اسماعیل بخاری' سید علی ہجویری' بابا فرید' علاؤالدین' جلال الدین بخاری' مخدوم جہانیاں اور دوسرے بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔اس وجہ سے نانک کے مسلمان ہونے کا عقیدہ مسلمانوں میں چلا آ رہا ہے۔نانک درویش کے نام سے مشہور تھا اور حاجی درویش بن کر حج کے لئے مکہ گیا۔گیانی گیان سنگھ نے لکھا ہے کہ مکہ شریف میں نانک کا مکان مسجد کی شکل پر بنا ہوا تھا۔جو ولی ہند کے نام سے مشہور تھا۔

وفات پر ہندو اور مسلمانوں میں جلانے یا دفن کرنے پر جھگڑا ہوا۔سردار خزاں سنگھ نے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے اصرار کی وجہ یہ بتائی کہ وہ پکا مسلمان تھا۔ گوردوارہ ٹریبونل کے ججوں نے نانک کے فیصلہ میں لکھا ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بابا نانک نے اپنے خاص اصول اسلام سے لیے ہیں۔ نانک نے اپنے آپ کو اسلام کا مخالف ظاہر نہیں کیا۔ اس نے ایک مسلمان فقیر کی شکل میں مکہ کی یاترا کی۔ مسٹر کننگم کی تحقیق ہے کہ نانک کے ہمسایہ میں سید میر حسن صاحب نے جو اپنے علاقہ کے صلح کل اور بے لاگ پیر تھے' دینی اور دنیاوی علم نانک کو پڑھایا اور راہ حق کے اہم بھید اسے بتائے۔ نانک نے خواجہ عبدالشکور کے مزار پر چلہ کیا۔ تعلیمات یہ ہیں۔

۱۔ توحید الٰہی: کا علم پورے گرو سے ہی مل سکتا ہے۔ (گروگرنتھ صاحب راگ گوڑی ۱۸۲۵)

۲۔ رسالت کا اقرار: ہر ایک انسان کے لئے خدا کی توحید اور رسالت کو ماننا ضروری ہے۔ (جنم ساتھی ولایت والی ۲۴۷)

۳۔ ارکان اسلام: گروگرنتھ صاحب سے واضح ہوتا ہے کہ نانک نے اذان دی۔ نماز پڑھی۔ لوگوں کو زکوٰۃ دینے اور روزے رکھنے کی تلقین کی۔ حج کیا۔

۴۔ قرآن مجید: قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں کہ کل یگ (عالم) میں خدا نے دنیا کی ہدایات کے لئے قرآن شریف کو منظور فرمایا۔ ایک شخص کے سوال پر کہا کہ قرآن پر عمل کرو۔ اس سے روشنی پیدا ہوگی اور خدا ملے گا۔ نانک نے فرمایا کہ ''میں نے انجیل' توریت' زبور اور وید پڑھ سن لئے۔ قرآنی کتاب ہی دنیا میں ہدایات کے لئے خدا نے منظور فرمائی ہے۔''

بابا نانک کا وہ قرآن مجید جس کو آپ سفر میں ساتھ رکھا کرتے تھے۔ گوردوارہ ہرسہائے ضلع فیروز پور کے گردوارہ میں آج تک موجود ہے۔

۵۔ قیامت کے متعلق عقیدہ: بابا صاحب کا قیامت کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو مسلمانوں کا ہے یعنی ایک دن زمین آسمان سورج چاند ستارے سب فنا ہو جائیں گے صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ آپ بہشت اور دوزخ کے قائل تھے۔ فرماتے ہیں'' قیامت کے دن وہ لوگ جن کے اعمال اچھے ہیں اور نیک ہیں بے فکر ہوں گے۔ وہی لوگ نجات پائیں گے جن کے پشت پناہ حضرت نبی کریم ﷺ ہونگے۔''

۶۔ بابا صاحب کا چولہ: ڈیرہ بابا نانک میں آپ کی اولاد کے پاس بطور یادگار چلا آرہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس چولہ پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔بابا صاحب اوہام پسندی' ضعیف الاعتقادی' رسوم پرستی اور ذات پات کے شدید مخالف تھے۔بابا صاحب کے بعد سکھ گوروؤں کا سلسلہ چلا جو بابا صاحب کے بتائے ہوئے اصول اور تعلیم کو لئے ہوئے تھے۔اگر سکھ قوم بابا صاحب کی تعلیم پر گامزن ہوتی تو کبھی بھی مسلمانوں سے الگ نہ ہوتی اور سیاسی زندگی کی باگ ڈور ہندوؤں کے ہاتھ میں نہ رہتی۔اگر سکھ قوم غور وتدبر سے کام لے تو انہیں معلوم ہو جائے کہ بابا صاحب اسلام کے کتنے قریب' اور ہندو مذہب سے کتنے دور تھے۔ اور یہ بھی کہ ان کی سیاسی زندگی مسلمانوں کے ساتھ الحاق کرنے میں ہے۔

بابا نانک کے بعد بھی کچھ لوگ اسلام کو پسند کرتے تھے۔ان میں دھنا' پیپا' سائیں' رائے داس دارودیال' ملوک داس شامل تھے۔

بیر بھان اور ست نامی فرقہ:

دارودیال کا ایک ہم عصر بیر بھان تھا جس نے سادھوؤں یا ست نامیوں کے فرقہ کی بنیاد رکھی۔ یہ بڑا موحد تھا خدا کو ست نام (حقیقت) سے پکارتا تھا۔ وہ جنوب مشرقی پنجاب میں نارنول کے پاس موضع بجیر میں ۱۵۲۳ میں پیدا ہوا۔ست نامی فرقہ کے مراکز دہلی' آگرہ' رہتک' فرخ آباد (مرزا پور یوپی) اور راجپوتانہ میں جے پور میں ہیں۔

اس فرقہ کی تعلیمات ہندی زبان میں ہیں اور مجموعے کا نام پوتھی ہے۔ان کے بارہ احکام ہیں۔

۱۔ صرف ایک خدا کو مانو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں بگاڑ بھی سکتا ہے۔جس سے بڑا کوئی اور نہیں (اللہ اکبر) صرف وہی پرستش کے لائق ہے۔زمین' دھات یا پتھر' لکڑی یا کوئی اور مخلوق نہیں۔ مالک صرف ایک ہے اور اس کا کلام ایک ہے۔ جو جھوٹ بولتا اور عمل نہیں کرتا ہے وہ دوزخ میں جائے گا۔

۲۔ حلیم اور منکسر مزاج رہو' دنیا سے لگاؤ نہ رکھو۔اپنے عقیدہ پر وفاداری سے قائم رہو۔ان لوگوں سے میل جول نہ رکھو جو اس عقیدہ کے نہیں۔اجنبی کی روٹی نہ کھاؤ۔

۳۔ کبھی جھوٹ نہ بولو' کسی چیز کی بڑائی نہ کرو جیسے پانی' درخت یا جانور وغیرہ۔زبان کو ہمیشہ خدا کی ثنا میں مصروف رکھو۔ چوری نہ کرو نہ روپیہ کی نہ زمین کی نہ جانور کی اور نہ چراگاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی۔ اپنی ملکیت کو دوسرے کی ملکیت سے الگ رکھو اور جو کچھ پاس ہے اس پر قانع رہو۔ غیر مناسب چیز پر نظر نہ ڈالو خواہ مرد یا عورت' ناچ یا تماشا ہو۔

۴۔ برائی کی گفتگو کو نہ سنو' سوائے خالق کی ثناء کے۔ نہ کہانیاں' نہ گپ' نہ بہتان' نہ موسیقی' بجز بھجن کے اور اس میں موسیقی دماغ کے اندر ہونی چاہیے۔

۵۔ کسی چیز کی حرص نہ کرو خواہ جسم کی یا دولت کی۔ دوسرے کا مال نہ لو۔ خدا تمام چیزوں کا دینے والا ہے۔ جتنا تم اس پر بھروسہ کرو گے اتنا تمہیں ملے گا۔

۶۔ جب تم سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو تو اپنے کو سادھو بتاؤ۔ ذات کا نام نہ لو۔ بحث میں نہ الجھو۔ عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہو۔ دوسرے آدمیوں سے آس نہ لگاؤ۔

۷۔ سفید کپڑے پہنو۔ کوئی رنگ یا منجن یا مہندی استعمال نہ کرو۔ نہ اپنے جسم پر کوئی نشان بناؤ۔ پیشانی پر ذات کا نشان لگاؤ نہ مالا' تسبیح یا جواہرات پہنو۔

۸۔ نشیلی اشیا کبھی نہ کھاؤ پیو۔ پان نہ کھاؤ۔ نہ تمباکو پیو نہ افیون چوسو۔ مورتیوں اور انسان کے آگے نہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ' نہ سر جھکاؤ۔

۹۔ کسی کی جان نہ لو' نہ کسی پر دست درازی کرو' نہ ملامت آمیز گواہی اور نہ زبردستی کسی کی چیز لو۔

۱۰۔ ایک مرد صرف ایک بیوی کرے اور عورت صرف ایک شوہر۔ مرد عورت کا بچا نہ کھائے۔ مگر عورت مرد کا بچا کھا سکتی ہے۔ عورت مرد کی تابع رہے۔

۱۱۔ فقیر کا لباس نہ پہنو۔ نہ بھیک مانگو' نہ تحفہ قبول کرو۔ جادو کا خوف بالکل نہ کرو نہ خود جادو کرو۔ راز بتانے سے پہلے سوچ سمجھ لو۔

۱۲۔ سادھو کو دنوں' چاند کی گردشوں یا مہینوں' چڑیوں یا جانوروں کے بولنے یا نظر آنے کے توہمات میں پڑنا چاہیے اسے صرف مالک کی رضا تلاش کرنا چاہیے۔

لال داس اور بابا لال:

بابا لال جی کھشتری تھا۔ جہانگیر کے عہد میں پیدا ہوا۔ وہ اپنے مذہب کے بارے میں لکھتا ہے کہ عاشق کا عقیدہ دوسرے عقیدوں سے مختلف ہے۔ خدا ان لوگوں کا ایمان اور عقیدہ ہے جو اس کے عاشق ہیں۔ باقی نیک کام کرنا ہر مذہب میں بہتر ہے۔

لال داس سترھویں عیسوی کے وسط میں پیدا ہوا پیپو قوم سے تعلق رکھتا تھا اور لال داسی فرقہ کا بانی تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھارھویں صدی عیسوی میں جو ہندو مصلحین اور بزرگ گزرے ہیں وہ یہ ہیں۔ جگ جیون' بولا صاحب' کیشو داس غریب داس' شیونرائن اور رام چرن' سہونند' دولن داس' گلال' پلٹو داس۔ تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ پلٹو داس جو فیض آباد کا تھا اس نے ذاتوں کے امتیاز کے خلاف آواز اٹھائی اور بھگتی کی بنیاد ڈالی۔ اس کی ایک نظم دی جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

میں نے ناسوت' ملکوت اور جبروت کو جان لیا۔ میں نے لاہوت کی لذت چکھ لی۔

یہ ستارہ وہ ہے جس کا دل روشن ہو۔

اور جو اپنا مکان لامکان بنائے۔

آسمان کا دروازہ کھل گیا۔

اور روح دل کے اندر سے پکارتی ہے حق حق

پلٹو کہتا ہے کہ وہ ہر لحظ اور ہر سمت مکہ (معظمہ) کو دیکھتا ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے متعلق کہتا ہے کہ

وہ کہتے ہیں کہ رام مشرق میں ہے اور خدا مغرب میں تو پھر جنوب اور شمال میں کون رہتا ہے؟

مالک کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے

ہندو اور مسلمان کیوں طوفان اٹھاتے ہیں۔

ہندو اور مسلمان کیوں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں۔

اور دونوں مذہب ایک دوسرے کے خلاف محاذ بناتے ہیں۔

پلٹو بندہ کہتا ہے کہ مالک سب میں ہے۔

وہ ہرگز بٹا ہوا نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے۔

مہاتما گاندھی:

یہ ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے نام موہن داس کرم چند گاندھی تھا۔ تشدد کے مخالف تھے۔ اسلام سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے احمد آباد میں اپنے آشرم میں اچھوتوں کو آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ ذات پات کی تمیز کے سخت مخالف تھے۔ ہندو مذہب کی تباہی کا باعث ذات پات کا نظریہ تھا۔ انہوں نے ''ینگ انڈیا'' میں لکھا ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کچھ موجود نہیں۔ اور یہی حقیقت تم اسلام کے کلمہ میں دیکھتے ہو جس پر زور دیا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوؤں میں مذہبی تحریکیں:

ان میں دو تحریکیں بہت ممتاز ہیں' ایک برہموسماج جو اسلام دوست تھی اور دوسری آریہ سماج جو اسلام دشمن تھی۔

برھمو سماج: اس تحریک کا بانی راجہ رام موہن رائے تھا۔ یہ بردوان کے ایک معزز برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں عربی اور فارسی پڑھ لی۔ سنسکرت بنارس میں پڑھی۔ پندرہ برس کی عمر میں بت پرستی کے خلاف بنگالی زبان میں پمفلٹ لکھا اور بدستور یہ پمفلٹ شائع ہوتے رہے۔ ان کی دلیل تھی کہ بت پرستی کی تصدیق ویدوں سے نہیں ہوتی۔ توحید کے پرچار سے انہیں اپنے والد اور گھر سے الگ ہونا پڑا۔ اس کے بعد انہوں نے انگریزی' فرانسیسی' لاطینی' یونانی اور عبرانی زبانیں پڑھیں۔ تمام مذاہب کی مقدس کتب کا خود مطالعہ کیا۔ ان کا ذریعہ معاش سرکاری ملازمت تھی۔ ۳۹ سال کی عمر میں ملازمت سے الگ ہو گئے اور کلکتہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اپنے مذہبی خیالات کی اشاعت شروع کر دی۔ انہوں نے مذہبی کتب کا سنسکرت سے انگریزی اور بنگالی میں ترجمہ کیا۔

۱۸۳۱ء میں دہلی کے مغل بادشاہ نے مالی حقوق کی وکالت کے لئے انگلستان بھیجا۔ ۱۸۳۲ء میں وہ برسٹل چلے گئے اور اسی سال ستمبر میں رہیں بخار کے مرض میں انتقال کر گئے۔ ان کی قبر نوزویل قبرستان میں ہے۔

پہلی بار توحید پر فارسی میں کتاب لکھی اور اسکا دیباچہ عربی میں لکھا۔ ۱۸۲۰ میں اپنی کتاب ''یسوع کے احکام'' بنگالی زبان میں شائع کی۔ جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا انکار کیا تو سیدامپور کے مشنریوں نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ اور بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۸۲۸ء میں انہوں نے ''برہموسماج'' کی بنیاد ڈالی۔

نظریات:

ان کے خیالات ۱۸۳۰ء کے امانت نامے میں ان الفاظ میں قلمبند ہیں۔ ''پرستش اسی ذات کی ہونی چاہیے جو غیر فانی ہے۔ جس کا پتہ تلاش کئے نہیں ملتا۔ جو تغیر سے محفوظ ہے اور جو تمام کائنات کو پیدا کرتی اور قائم رکھتی ہے۔''

رام موہن رائے ذات پات کی تمیز کے سخت مخالف تھے۔ ستی کی رسم کا خاتمہ انہی کی کوشش سے ہوا۔ کثرت ازدواج اور بچوں کی شادی کی مخالفت کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہارشی دیوندر ناتھ ٹیگور:

بارہ برس تک یہ جماعت (برہموسماج) کسمپرسی کی حالت میں رہی۔ رام موہن رائے نے جو روح پیدا کی تھی وہ مرتی جارہی تھی۔ حتی کہ ۱۸۴۲ میں مہارشی دیوندر ٹیگور اور رابندر ناتھ ٹیگور کے والد نے اس جماعت کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی۔ امانت نامے کے مطابق جاری حالات با اثر اور معاملہ فہم امینوں کے سپرد کر دیئے گئے اور روحانی معاملات خادم دین کے سپرد کر دیئے جن کے متعلق امانت نامے میں یہ درج ہے کہ ''وہ نیک نام ہو' اور اس کی عملیت پاکیزگی اور اخلاق حمیدہ مسلمہ ہوں۔''

دیوندر ناتھ کی تربیت اور پرورش کسی خاص فرقہ وارانہ ماحول میں نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ان میں تنگ نظری نہیں تھی۔ ۱۸۳۹ء میں ''تتوابودھنی سبھا'' (انجمن تبلیغ حق) کی بنیاد ڈالی۔ اس کی دوسری سالگرہ کے موقع پر دیوندر ناتھ نے کہا کہ ''انگریزی تعلیم کی اشاعت کے باعث اب ہم جاہلوں کے مانند لکڑی اور پتھر کو خدا سمجھ کر ان کی پرستش نہیں کر سکتے۔''

۱۸۴۲ء میں برہموسماج میں شامل ہو کر ہندوازم کی تجدید کرنے لگے۔ اس تحریک کی خدمت کے لیے ایک مطبع اور رسالہ جاری کیا۔

عقائد:

دیوندر ناتھ ٹیگور ویدوں کو غلطیوں سے پاک نہیں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طریقہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ تمام انسان جن میں ادنیٰ طبقے کے لوگ بھی شامل ہیں برہم (ایشور) کی پرستش کریں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جو لوگ گائیتری کی مدد سے پرستش کر سکتے ہیں وہ اسی طرح کرتے رہیں۔ لیکن جو نہیں کر سکتے ان کو اس امر کی آزادی ہو کہ وہ کوئی آسان طریقہ اختیار کر لیں۔ جس کے مطابق وہ ''خدا کے دھیان میں مگن ہو سکیں۔''

کیشب چندر سین: (۱۸۳۱ء-۱۸۸۴ء) چندر کیشب ۱۸۵۷ میں برہموسماج میں شامل ہوئے۔ دیوندر ناتھ نے انہیں کلکتہ سماج کا ''خادم دین'' مقرر کر دیا۔ دونوں نوجوان برہموسماج کی ترقی اور نوجوانوں کی تربیت میں کوشاں رہے۔

نظریات: ا۔ ذات پات میں کوئی تمیز نہیں۔ ۲۔ بچپن کی شادی کا شدید مخالف تھا۔ ۳۔ بیواؤں کی دوبارہ شادی کا رواج دینا چاہتا تھا۔ ۴۔ مختلف فرقوں میں باہمی شادیاں کرنے کا زبردست حامی تھا۔ ۱۸۶۴ میں کیشب نے ایک موقع پر مختلف فرقوں کے درمیان شادی کی رسم ادا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی۔۵۔خدا کی وحدانیت کا قائل تھا۔

برھمو سماج میں اختلاف:

کیشب اور دیوندر ناتھ دونوں ہی برہموسماج کی تقویت کا باعث تھے مگر دونوں کے مزاج میں اختلاف تھا آخراس کی وجہ سے برہموسماج میں اختلاف پیدا ہوگیا۔فروری ۱۸۶۵ میں کیشب نے دیوندر ناتھ کے نظام سے علیحدگی اختیار کرلی اور اپنے نظریات کی اشاعت کرنے لگا۔

کیشب کے اصول:

۱۸۶۴ء کے ایک جلسہ میں برہموسماج کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا' ''ہماری مقدس جگہ تمام دنیا ہے۔ہماری مذہبی کتاب صحیفہ فطرت کی دانش وحکمت ہے۔ ہماری نجات کا ذریعہ عبادت ہے۔ ہمارا حصول دلوں کی پاکیزگی ہے۔ہمارا استاد اور رہنما ہر دین دار آدمی ہے۔'' یہ وسیع عالم ایشور کا پوتر مندر ہے' صاف اور پاکیزہ دل مقدس ترین عبادت ہے۔سچائی ہمیشہ رہنے والا مذہبی صحیفہ ہے۔ایمان کل مذاہب کی جڑ ہے۔صحبت سچا روحانی تمدن ہے۔نفس کشی حقیقی زہد و تقوی ہے۔

تبلیغی سرگرمیاں:

برہموسماج سے علیحدگی کے بعد کیشب نے ایک نئی جماعت قائم کی۔اندرون ہند اور بیرونی علاقوں میں مبلغ بھیجے۔ پرتاب چندر (۱۸۴۰ء۔ ۱۹۰۵ء) بہت مشہور اور ممتاز مشنری گزرے ہیں۔ ۱۸۷۰ء میں تمام ہند کا دورہ کیا۔اس کے بعد دو مرتبہ انگلستان اور امریکہ گئے۔ ۱۸۹۳ء میں شکاگو میں مذہب کی پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کیا۔۱۸۷۰ میں کیشب نے خود ابھی انگلستان کا دورہ کیا۔وہاں سے واپس آکر ایک انجمن قائم کی جس کے کام کے پانچ حصے تھے۔یعنی طبقہ نسواں کی فلاح و بہبود' ارزاں قیمت پر علمی کتابوں کی اشاعت' نشے کی چیزوں کو بند کرنے کی کوشش اور خیرات کی تنظیم۔ ۱۸۷۲ء میں کیشب نے سول میرج ایکٹ پاس کرایا' جس کی رو سے مذہبی رسوم کے بغیر عیسائی اور برہموسماج کی شادی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ انہیں وحی آتی ہے اور وہ اپنے مذہب کے نبی ہیں۔

بنگال سے باہر برھمو اصول کی تحریک:

بمبئی کی پرارتنا سماج (قائم شدہ ۱۸۶۸ء کے مشہور لیڈروں میں مسٹر رام جی رانا ڈے (۱۸۴۲ء۔ ۱۹۰۱ء) اور مسٹر جی چند اور کرلی (۱۸۵۵ء۔ ۱۹۲۲ء) تھے یہ دونوں اصلاح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرت کی تحریک کے حامی تھے۔

برہموسماج کے بنیادی عقائد: ا۔اصلی اورابدی ایک خدائے برتر ہے۔اس کی شان میں جو کچھ کہا جائے تھوڑا ہے وہ ازبس کہ نیک اور رحیم ہے۔۲۔وہ مبارک خدا سراسر روح ہے۔اس باعث سے اس کی کوئی شکل اور شبیہ نہیں۔۳۔صرف اس کی پرستش اور اطاعت سے اس دنیا میں آنے والے جہان کی خوش وقتی حاصل ہوتی ہے۔۴۔بندگی اس کی پرستش ہے اور نیکی اور بھلائی کرنا اس کی عبادت اور اطاعت ہے۔۵۔انسان کی روح جب گناہوں سے پاک نہ ہو اور عنایات ایزدی شامل نہ ہوں تو روح قالب بہ قالب پھرتی (تناسخ) رہتی ہے۔۶۔اصل مذہب معرفت ہے جو لوگ کہ زیرک اور عقل منداور تجربہ کار ہیں اس وسیلہ سے نجات پاتے ہیں۔

نوٹ: برہموسماج کے بعض خیالات ومعتقدات مسلمانوں کے جدید فرقہ نیچریہ سے ملتے جلتے ہیں۔ برہموسماج اللہ کی وحدانیت کا ضرور قائل ہے لیکن الہام' قبولیت دعا اور خوارق کا منکر ہے۔اس طرح یہ لوگ سلسلہ رسالت بھی نہیں مانتے۔اس تحریک کی بنیاد عقلی دلائل پر ہے۔

جہاں تک اخلاقی اصولوں اور طریقہ عبادت کی تعلق ہے راجہ رام موہن نے عیسائی مذہب کے اصولوں کو اختیار کرلیا تھا۔اس لئے برہموسماج کو عیسائی مذہب بے عیسیٰ کہتے ہیں۔

بھگتی اور گیتا کی تحریکیں:

عقلی دلائل سے روحانی پیاس بجھائی نہیں جاسکتی تھی۔اس لئے اس کے خلاف ردعمل شروع ہوگیا۔یہ ردعمل بنگال میں کئی صورتوں میں ظاہر ہوا۔پنڈت مجوجے کرشنا گوسوائی نے بھگتی فلسفے کا خوب پرچار کیا اور بھگتی یوگ ان کی زندگی کا طریقہ تھا۔اس کے علاوہ ایشور چند' ودیاساگر' ایشوینی کمار دت اور مانورنجن گوھا ٹھاکرتا بھی بھگتی اصولوں کے پرجوش حامی اور مبلغ تھے۔یہ لوگ گیتا کو ہی چشمہ ہدایت سمجھتے تھے۔ڈاکٹر رابندرانا تھ ٹیگور بھی انہی خیالات کے حامی تھے۔

آریہ سماج:

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی (۱۸۲۴ء-۱۸۸۳ء) تھے۔وہ ریاست کرودی کے ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوئے۔یہ ریاست مغربی ہند میں کاٹھیاوار میں واقع ہے۔ان کے والد اور دوسرے لوگ شیوجی کی پرستش کرتے ہوئے سوگئے مگر یہ جاگ رہے تھے۔انہوں نے دیکھا کہ ایک چوہا شیوجی کے سر پر بیٹھ کر چاول کھا رہا ہے۔انہوں نے سوچا کہ اگر یہ مورتی چوہے کو بھی نہیں بھگا سکتی تو اس کی پرستش کا کیا فائدہ۔اس واقعہ کو دیکھ کر انہوں نے مورتی پوجا سے توبہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلی۔اس کے بعد مذاہب عالم کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ان کی شادی طے کر دی گئی مگر وہ بنارس چلے گئے۔اور پندرہ سال تک (۱۸۴۵ء۔ ۱۸۶۰ء) وہاں مطالعہ اور یوگ میں مصروف رہے۔اس کے بعد تبلیغی دورے پر چلے گئے۔۱۸۷۵ء میں بمبئی میں جب وہ ۵۱ سال کے تھے تو انہوں نے آریہ سماج کی بنیاد رکھی۔اس کا مقصد بت پرستی اور شرک کو دور کر کے ویدک مذہب کو زندہ کرنا تھا۔دو سال کے بعد لاہور میں اس کی شاخ کا افتتاح کیا اور اپنی بقیہ زندگی اپنے نظریات کی تعلیم، کتب لکھنے اور آریہ سماج کی شاخوں کی نگہداشت میں صرف کر دی۔

ہر مذہب کے عالموں سے مناظرے کئے اور ۱۹ کتابیں لکھیں جن میں رگوید آدی، بھاشیہ بھومکا اور ستیارتھ پرکاش بہت مشہور ہیں۔پہلی کتاب چار ویدوں کی تفسیر کا دیباچہ ہے۔ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں اسلام پر بہت ہی ناروا حملے کئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ اس کتاب میں سکھوں، جینیوں اور عیسائیوں کی واجب الاقرار ہستیوں کا تمسخر اڑایا گیا ہے۔اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

تعلیم:

ہندوؤں کے کل شاستروں کو سوائے چار ویدوں کے مسترد کر دیا، ویدوں کی مروجہ شرحوں پر شدید نکتہ چینی کی اور ان کے بے شمار مطالب کا انکار کر دیا۔انہوں نے برہمنوں کے اس خیال کی سخت تردید کی کہ وید صرف برہمن پڑھ سکتے ہیں اور ویدوں کے علم کا دروازہ ہر شخص پر کھول دیا۔ ذات پات کی تمیز کو مسترد کر دیا۔انہوں نے بت پرستی اور متعدد دیوتاؤں کی پوجا، ویدانت کے مسئلہ وحدت الوجود اور اوتار کے مسائل کو ناقابل قبول قرار دے دیا اور اگنی، وایو، جل، سورج اور چاند وغیرہ کی تاویلیں کیں۔

اگرچہ یہ توحید کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کا تصور توحید ناقص ہے۔کیونکہ یہ روح اور مادہ کو ازلی وابدی مانتے ہیں۔ستیارتھ پرکاش اور آدی بھاشیہ بھومکا میں لکھا ہے۔"پرمیشور (خدا) جیو (روح) اور پراکرتی (مادہ) قدیم ہیں۔پرمیشور نے اپنے گیان سے جیو اور پراکرتی پر قابو پا کر دنیا قائم کی۔"

سماج میں داخل ہونے کی شرائط:

ہر رکن سماج کو اپنی آمدنی کا ایک فیصد دے۔اور دس اصولوں کو قبول کرے۔پہلے تین اصول تو خدا اور ویدوں کی صفات کے متعلق ہیں۔چھ اصولوں کا تعلق اخلاقی چال چلن سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اوردسواں اصول ذاتی معاملات میں آزادی دینا ہے مگر سماج کے مفاد کے خلاف کوئی کام کرنے کی ممانعت ہے۔

آریہ سماج کے تین غلط نظریات:

پہلا غلط نظریہ کہ مادہ اور روح اللہ کی طرح ازلی و دائمی ہیں اور غیر مخلوق ہیں۔دوسرا نظریہ تناسخ ہے۔اور تیسرا نظریہ نیوگ ہے۔ان تینوں نظریات پر مسلم علماء کے علاوہ سب سے شدید تنقید مرزا غلام احمد قادیانی نے کی ہے انہوں نے متاتن دھرم کو آریہ سماج پر ترجیح دی ہے۔

ھندومت اور اسلام:

۱۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ ہر قوم کی طرف نبی آئے اور ان کی اقوام کی زبان میں ہدایات کے لئے وحی نازل ہوئی۔(فاطر۔آیت ۲۴ اور یونس۔۴۷) مگر آریہ صرف آریہ قوم میں الہام' وحی اور ہدایت کے قائل ہیں۔

۲۔ اسلام نے تمام قوموں اور انسانوں کو مساوات کا درجہ دیا (النساء آیت ۱ اور الحجرات۔۱۱)

۳۔ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔بھائی بھائی ہیں۔
ویدنے برہمن' کھشتری' ویش' شودر' راکشس اور ملیچھ وغیرہ کی تقسیم کر کے تفریق بین الناس کی بنیاد رکھی۔یہ معاشرتی زندگی کا نہایت ہی بھیانک پہلو ہے۔

۴۔ اسلام نے کسی قوم سے بحیثیت قوم نفرت نہیں سکھائی۔ (لقمان۔۱۸) (الحجرات۔۱۱) (بیہقی کتاب الایمان) میں ہے۔ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے۔اور اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔

۵۔ اسلام نے کسی زبان سے نفرت نہیں سکھائی۔وید نے کئی ایک کوڈا کو کا خطاب دے کر نفرت سکھائی ہے۔اور غیر آریوں کی زبان سے نفرت کی تعلیم دی ہے۔

۶۔ اسلام نے انسان کو واحد' خالق کون و مکان اور پروردگار عالم پر ایمان کی تلقین کی ہے۔ جبکہ ہندومت ان گنت دیوتاؤں اور دیویوں پر ایمان کو لازمی قرار دیتا ہے۔

۷۔ اسلام غیر مرئی خدا کی پرستش اور عبادت سکھاتا ہے تاکہ انسان کردار کی اعلیٰ منازل تک پہنچے اور خدا پرستی کی زندگی اختیار کر کے رشد و ہدایت حاصل کرے۔ہندومت واضح طور پر بت پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔

۸۔ اسلام ایک اخلاقی' معاشی' معاشرتی اور روحانی ضابطہ پیش کرتا ہے۔ہندومت رسوم پرستی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ اور کسی منزل کی نشان دہی نہیں کرتا ہے۔

۹۔ اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے (یوسف ۱۴۔۱۰۴) (سبا۔۲۴)

۱۰۔ اسلام کا مسئلہ نیوگ سے شدید اختلاف ہے۔

مسئلہ نیوگ، مادہ اور روح کے ازلی وابدی ہونے کا عقیدہ، تناسخ کے عقیدہ پر تنقید اور ان کی تردید پر دلائل کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رام چندر اور رامائن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شری رام چندر اور رامائن

شری رام چندر کے والد اجودھیا جو گنگا کے شمال میں کوشل کی عظیم سلطنت تھی اور جسے دریائے سرایو سیراب کرتا تھا کا دارالخلافہ تھا۔ اس اجودھیا کو سوریہ بنسی کے راجہ منو نے تعمیر کیا تھا۔ اس میں قدیم ہندوستانی تہذیب اپنے عروج کو پہنچی ہوئی تھی۔

ایودھیا کے دفاع کے لئے طاقتور فوج موجود تھی جس کے باعث کوئی دشمن حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے ایودھیا کے لفظی معنی ''جسے جنگ میں جیتا نہ جا سکے'' تھے۔ اس میں قلعے تعمیر کئے ہوئے تھے جن کے گرد خندقیں تھیں اور جو دفاعی آلات سے مسلح کر دیئے گئے تھے۔

ایودھیا کا حکمران راجہ دسرتھ تھا۔ دسرتھ کے آٹھ نہایت دانشمند وزیر تھے جو اسے ہر معاملہ میں مشورہ دیتے تھے ولشنھ اور وامدیو جیسے ولی (رشی) اور دیگر برہمن دھرم کی تعلیم دیتے اور سکھاتے تھے۔ قربانی وغیرہ کی رسوم ادا کرتے تھے۔ لوگوں پر ٹیکس ہلکے تھے اور جرم کی سزا مجرم کی استعداد کے مطابق دی جاتی تھی۔

اس تمام خوشحالی میں دسرتھ کو ایک ہی دکھ تھا کہ اس کے ہاں بیٹا نہیں تھا۔ بادشاہ نے ایک دن اپنے ہاں بیٹے کی پیدائش کے لئے اشومید تھ (گھوڑے کی قربانی) ادا کرنے کا ارادہ کیا اور ایک بہت بڑی دعوت دی جس میں اس دور کے کئی راجہ اور بادشاہ شامل ہوئے۔ جس جگہ دعوت دی گئی وہ ایک بہت بڑے شہر کی شکل اختیار کر گیا جس میں بادشاہوں اور رشیوں کے اپنے اور دیگر مہمانوں کی رہائش اور تفریح کا بندوبست تھا۔ اس دعوت کا انتظام مذہبی ماہرین کے مشودہ کے مطابق رشیہ سرنگا کے سپرد کیا گیا تھا۔

اس قربانی کو مقبولیت حاصل ہوئی اور بادشاہ کو اشارہ ہوا کہ اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوں گے۔ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں کوشلیہ، جس سے رام چندر پیدا ہوئے۔ دوسری سدمترا تھی جس سے جڑواں لکشمن اور شترو گھن پیدا ہوئے، تیسری بیوی کیکئی سے بھرت پیدا ہوا۔ دسرتھ نے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاروں بیٹوں کو شہزادوں والی تربیت دی۔رام اور لکشمن کا آپس میں بہت پیار تھا۔اسی طرح بھرت اور شترو گھن میں بھی باہمی محبت تھی۔دسرتھ کے چاروں بیٹے طاقتور' نیک' بہادر' قابل اور دوسری شاہانہ خصوصیات کے حامل تھے۔ان چاروں میں سے دسرتھ کو اپنے بڑے بیٹے رام سے بہت محبت تھی اور رام کو ہی سلطنت کا سربراہ بنانا چاہتا تھا۔لوگ بھی رام سے بہت محبت کرتے تھے۔رام کو سلطنت کا سربراہ بنانے کے ارادوں سے عوام بہت خوش تھی۔

ایودھیا کا دوسرا نام کوشل تھا اس لئے رام کی والدہ کو ملکہ ہونے کی حیثیت سے کوشلیہ کہا جاتا تھا۔ایک دن بادشاہ اپنے بیٹوں کی شادی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اسے خبر ملی کہ مشہور رشی وشواتر (لفظی معنیٰ محبوب عالم) جو خود ایک بادشاہ تھا کہ ریاضتوں کے باعث اسے قرب ایشور نصیب ہو گیا تھا' اسے ملنے کے لئے آیا ہے۔وشواتر کی آمد غیر متوقع تھی۔بادشاہ اپنے تخت سے نیچے اترا اور تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔وشواتر کو تمام رشیوں سے زیادہ عظمت حاصل تھی۔

رام چندر کا بن باس کے لئے گھر سے نکلنا:

ہندو دیومالائی قصوں نے اس واقعہ کو عجیب رنگ دے دیا ہے۔حالانکہ یہ رام کی جگہ بھرت کو اقتدار دینے کی کوشش تھی۔ڈاکٹر ٹیگور ۱۹۲۸ء میں سوویت یونین گئے تھے۔آنے کے بعد انہوں نے ہندو تاریخ کے واقعات کے سماجی پہلو پر روشنی ڈالی۔انہوں نے بتایا کہ بھرت کی والدہ کیکئی کو دسرتھ کے درباریوں نے رام کو اقتدار سے محروم کرنے کے لئے استعمال کیا۔کیونکہ انہوں نے بھانپ لیا تھا کہ اگر رام کو اقتدار مل گیا تو وہ نہایت عوام دوست اور نیک جذبات پھیلانے کی کوشش کرے گا جس کے باعث ان کا عوام پر دبدبہ ختم ہو جائے گا۔اس منصوبہ کے پیش نظر انہوں نے بھرت کی والدہ کیکئی کو یہ بات سمجھائی کہ اس طرح اس کا بیٹا بھرت حکومت سے محروم ہو جائے گا۔

اگرچہ قصہ میں ملکہ کیکئی کی ایک قریبی اور ہمزاد خادمہ منتھرا تھی۔یہ دور کے رشتہ میں ملکہ کی رشتہ دار بھی تھی۔دسرتھ نے رام کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا اور اتفاق سے منتھرا نے بادشاہ کی ساری گفتگو سن لی۔اور جشن کی تیاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔منتھرا رام کی تاج پوشی سے غم و غصہ میں رانی کیکئی کے پاس گئی اور اسے بہکایا' کیکئی اس بہکاوے میں آ گئی اور اس نے انتہائی غصے کے عالم میں بادشاہ سے کہا کہ وہ رام کی جگہ بھرت کو ولی عہد بنائے اور رام کو چودہ برس کے لئے بن باس دے دے۔

دسرتھ کو اس سازش سے سخت دکھ ہوا۔وہ رام کی خوبیوں کو جانتا تھا اسی لئے وہ رام سے محبت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا تھا۔اب وہ رام کو کس بہانے سے بن باس کا حکم دے مگر وہ اپنے وعدہ کے بھی خلاف نہیں کرسکتا تھا کیونکہ کیکئی نے اس سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ جو کچھ کہے گی وہ اسے مان لے گا۔ بادشاہ نے ملکہ کیکئی سے کہا کہ میں نے تمہارے چہرے سے دھوکا کھا کر تمہیں بیوی بنالیا مگر تم ناگن نکلیں۔ بوڑھا بادشاہ اس غم سے بار بار بے ہوش ہو جاتا تھا۔رام نے اپنے باپ کے دکھ کو دیکھا اور کہا کہ وہ چودہ برس کے لئے جنگل میں بن باس لینے کے لئے تیار ہے اسے اقتدار کی کوئی بھوک نہیں۔ وہ اپنے باپ کو دکھی دیکھنا نہیں چاہتا۔

سیتا اور رام کی شادی:

سیتا منھلا کے بادشاہ جنک کی بیٹی تھی۔ منھلا شمالی بہار کے دارالخلافہ جوگنڈا اور کوشی دریاؤں کے درمیان واقع تھا۔اب اس جگہ کا نام جنک پور ہے۔ جنک عوام دوست اور منصف مزاج بادشاہ تھا وہ اپنے مذہب کا ایک عالم بھی تھا۔قصہ میں اسے آسمانی مخلوق بنا دیا گیا ہے۔ سیتا بے حد حسین تھی۔اس کے حسن کے باعث بہت سے شہزادے اسے حاصل کرنا چاہتے تھے مگر بادشاہ جنک نے یہ شرط لگا دی کہ جو شہزادہ درونا (دیوتا) کی جانب سے دی گئی کمان سے تیر چلا سکے گا سیتا کی اس سے شادی ہو سکے گی۔ مگر کوئی بھی شہزادہ اس شرط کو پورا نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ کمان بہت بڑی تھی جسے آٹھ پہیوں والے رتھ پر لایا گیا تھا۔

رام نے اس کمان کو بہت آسانی کے ساتھ جیسے وہ ایک پھول ہو اٹھا لیا۔اسے دیکھ کر جنک بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ اس کی شادی سیتا کے ساتھ ہوگی۔ رام کا والد جو جنک کا دوست تھا کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی گئی اور رام کے ساتھ سیتا کی شادی ہو گئی۔ مگر رام نے اپنے باپ کے وعدہ کے مطابق بن باس جانے کا ارادہ کر لیا۔ لکشمن اور سیتا نے بھی رام کے ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا۔اگرچہ لکشمن کو اس واقعہ پر بہت غصہ تھا کہ بڑا بھائی تو جنگل میں چلا جائے اور چھوٹا بھائی حکومت کرے مگر وہ رام کے ارادہ اور وفا کے سامنے مجبور تھا۔ لکشمن کی والدہ سومترا نے بادشاہ کو بہت تسلی دی اور کہا کہ رام ایک دن چودھویں کے چاند کی طرح واپس آئے گا۔

ایودھیا کے لوگ شری رام سے بے حد محبت کرتے تھے۔ وہ رتھ کے ساتھ ساتھ چلتے گئے' انہوں نے رام کو بہت روکا مگر اس نے کہا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو نبھانے جا رہا ہے۔رام نے دریائے تمس کے کنارے بن باس کی پہلی رات بسر کی۔ لکشمن نے رام اور سیتا کے لئے کچھ گھاس زمین پر بچھائی اور خود ساری رات پہرہ دیتا رہا۔صبح کو رتھ کے ساتھ دریائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمس کو عبور کیا اور حکومت کے سیکرٹری سومنتر کو واپس جانے کا حکم دیا۔ دریائے تمس کے کنارے بہت سے شہری بھی سوئے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ سومنتر واپس ایودھیا چلا گیا ہے وہ بھی انتہائی غم اور افسوس کے ساتھ ایودھیا کو واپس چلے گئے۔

بن باس کے سفر کے اہم واقعات:

رام، لکشمن اور سیتا تینوں اپنے رتھ پر سفر کرتے ہوئے دریائے گنگا تک پہنچ گئے۔ اور رات وہیں بسر کی۔ علاقے کا سردار رام کے آنے کی خبر ملنے پر اپنے شاہی دستہ کے ساتھ استقبال کے لئے آیا۔ گنگا کے کنارے بسنے والے قبائل کا سردار تھا اس لئے وہ بہت طاقتور اور صاحب اقتدار سردار تھا۔ اس نے رام کی خدمت بجالانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ رام نے اس دریا عبور کرنے کے لئے ایک کشتی لانے کے لئے کہا۔ ملاحوں نے تینوں کو گنگا کے دوسرے کنارے پر اتار دیا۔ اب یہ وہاں اکیلے تھے۔ وہ رات انہوں نے گنگا کے کنارے گزاری اور صبح سویرے بھردواج کے آشرم کی طرف روانہ ہو گئے اور سورج ڈھلے وہاں پہنچ گئے۔ رام نے رشی بھردواج کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے بن باس کے دن سکون کے ساتھ کس جگہ بسر کر سکتے ہیں۔

چترکوٹ:

رام نے بھردواج رشی کے ہاں رات بسر کی اور صبح وہ رشی کی دعاؤں کے ساتھ چترکوٹ پہاڑی کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ تینوں نے رشی کی ہدایات پر سختی سے عمل کیا اور دریائے کالندی (یہ بھی دریائے جمنا کا نام ہے) کے کنارے جا پہنچے۔ انہوں نے دریا پار کرنے کے لئے درختوں کے تنوں، بیلوں اور بانسوں کی مدد سے ایک ٹھیلا بنایا اور اس کی مدد سے دریا پار کر لیا۔ کچھ مزید ندیاں پار کرنے کے بعد وہ ایک بہت بڑے برگد کے درخت تک پہنچ گئے جس کا ذکر رشی بھردواج نے کیا تھا۔ انہوں نے سفر سے بہت لطف اٹھایا اور رات دریا کے کنارے بسر کی۔

اگلی صبح انہوں نے عبادت کی اور رشی بھردواج کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑے۔ بہار کا موسم تھا، جنگل ہر طرف سے پھولوں اور درختوں کی ڈالیاں پھلوں سے جھکی ہوئی تھیں۔ تب انہیں دور سے چترکوٹ کی پہاڑی نظر آئی۔ رام نے جنگل کی تعریف کی کہ اس میں خوردنی جڑیں اور پھل وافر مقدار میں ہیں۔ اس جنگل میں بنائے گئے آشرموں میں رشی رہتے ہیں اور ان کی پاکیزہ محبت سے ہم بہت خوش ہوں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد لکشمن نے اپنی ذہانت اور تجربہ سے اپنے لئے آشرم بنایا۔ یہاں دریائے مالیوتی کے کنارے پر چترکوٹ کی خوبصورت پہاڑی کے قریب ہی جھونپڑے میں یہ تینوں بے فکری سے دن گزارنے لگے۔ وہ ہر روز عبادت کرتے اور یہ تک بھول گئے کہ وہ جلاوطن کئے گئے ہیں۔

سومترا نے دسرتھ کے سیکرٹری سومنتر کو حکم دیا کہ وہ واپس ایودھیا چلا جائے' سومنتر جب ایودھیا میں داخل ہوا تو ہر طرف مایوسی اور خاموشی تھی۔ لوگوں نے روتے اور چلاتے ہوئے اس کے رتھ کو گھیر لیا اور دریافت کیا کہ وہ رام' سیتا اور لکشمن کو کہاں چھوڑ آیا ہے۔ اس نے کہا کہ پیارے لوگو رام گنگا کو پار کر گئے اور خود پیدل جنگل میں چلے گئے۔ لوگ آہ و بکا کرتے رہے۔ سومنتر نے رتھ کو شاہی محل کے سامنے روکا۔ یہاں بھی لوگوں کا ہجوم جمع ہو گیا۔ سومنتر پریشانی کے ساتھ ملکہ کے کمرہ میں داخل ہوا، بادشاہ زمین پر نیم مردہ حالت میں لیٹا ہوا تھا۔

رام کی والدہ کوشلیہ اپنا غم و غصہ ضبط نہ کر سکی۔ اس نے بادشاہ کو جلی کٹی سنائیں کہ اس کے حکم سے یہ ساری تباہی آئی۔ دسرتھ نے آنکھیں کھولیں اور سومنتر نے رام کا پیغام سنایا۔ سومنتر نے ملکہ کو شلیہ کو دلاسا دیا اور صبر کرنے کی تلقین کی۔

بادشاہ نے اپنی ملکہ کوشلیہ کو ایک واقعہ سنایا جس کے گناہ کی وجہ سے اس پر یہ دکھ وارد ہوا۔ اس دفعہ بادشاہ بے ہوش ہوا تو صبح سویرے معمول کے مطابق بھجن والے اس کی خوابگاہ میں اسے جگانے کے لئے آئے۔ مگر انہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ کی روح پرواز کر چکی ہے۔ جلد ہی یہ خبر پھیل گئی اور سارا محل سوگوار ہو گیا۔ کوشلیہ فرط غم سے دسرتھ کی لاش سے لپٹ گئی۔ محل کے حکام نے بڑی مشکل سے اسے بادشاہ کی لاش سے علیحدہ کیا۔

بھرت کی آمد:

رام اور لکشمن تو جنگل میں تھے اور بھرت اور شترو گھن بہت دور اپنے ماموں کے ہاں تھے اس لئے آخری رسوم ادا نہیں ہو سکتی تھیں۔ بھرت کو بلانے کے لئے ایک وفد بھیجا گیا اور بادشاہ کی لاش کو محفوظ رکھنے کے لئے تیل میں بھگو دیا گیا۔ محل کے حکام' وزراء اور دوسرے دانشمندوں نے کہا کہ یوں لگتا ہے کہ سارا ملک تاریکی میں ڈوب گیا ہے۔ دھرم کو خطرہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ کسی بادشاہ کو تلاش کیا جائے۔ بہت جلد آزمودہ قاصدوں کو بلایا گیا' انہیں مسلح اور طویل سفر کے لئے تیار کر کے اعزازی تحائف دیئے گئے اور وہ تیز رفتار گھوڑوں پر بیٹھ کر دشت و دریا پار کرتے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیکہ پہنچے۔ جو موجودہ پنجاب کے مغرب میں کہیں واقع تھا۔

بادشاہ کیکہ کو قاصدوں کے آنے کی اطلاع دی گئی کیکہ کا بادشاہ اور اس کے بیٹے یدھاجیت نے قاصدوں کو بہت عزت دی۔ انہوں نے بادشاہ اور شہزادوں کو سلام کر کے بھرت کو یہ پیغام سنایا کہ ''پروہتوں اور وزراء نے آپ کو اشیر باد دی ہے۔ اور فوراً ایودھیا واپس آنے کی درخواست کی ہے۔ آپ کی وہاں سخت ضرورت ہے۔''

بھرت نے اپنے ماموں اور نانا سے واپس ایودھیا جانے کی اجازت مانگی' بوڑھے بادشاہ اور یدھاجیت نے اپنے ملک کی بیش بہا اشیا جمع کیں اور دسرتھ بادشاہ اور رام کے لئے تحفہ میں دیں۔ بھرت اور شترو گھن اپنے رتھوں پر سوار ہوئے اور بہت بڑے شاہی دستہ کے ساتھ ایودھیا کو چل دیئے اور اٹھویں دن کی صبح کو ایودھیا پہنچ گئے۔ بھرت مارتھ باب الفتح سے شہر میں داخل ہوا۔ سارا شہر بے رونق اور ویران تھا۔ لوگوں کے چہرے اترے ہوئے اور پژمردہ تھے۔ ہر طرف غمی اور افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ بھرت نے نتیجہ نکالا کہ شہر پر کوئی بڑی آفت آپڑی ہے۔ وہ محل میں داخل ہوا بادشاہ نظر نہ آیا۔ پھر وہ اپنی ماں کیکئی کے محل میں داخل ہوا۔ ماں نے اسے پیار کیا اور ماتھا چوما اور اسے بادشاہ کی وفات کی خبر سنائی۔

بھرت زمین پر گر پڑا پھر اسے رام' سیتا اور لکشمن کے جنگل جانے کی اطلاع بھی دی گئی جس کو سن کر وہ آہ و بکا کرنے لگا۔ کیکئی نے کہا کہ مرتے وقت بادشاہ کی زبان پر ہائے رام' ہائے سیتا اور ہائے لکشمن کے الفاظ تھے۔ اس نے کہا میرے بیٹے رام' سیتا اور لکشمن نے سنیاسیوں والا لباس پہنا اور جنگل کو چلے گئے۔ بھرت کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ رام سے کونسا جرم سرزد ہوا جس کے عوض اسے مادر وطن سے نکالا گیا۔ اس کی والدہ نے اسے سارا قصہ بتایا کہ بادشاہ نے اپنے وعدے کے مطابق رام کو چودہ برس کے لئے بن باس دے کر جنگل بھیج دیا۔

والدہ نے بھرت سے کہا کہ اب رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تم دھرم کو مانتے ہو تمہارا فرض ہے کہ بادشاہ کی ذمہ داری اٹھاؤ۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے کیا ہے تم کھشتری ہو اپنے باپ کی سلطنت ورثہ میں ملی ہے۔ اگنی جلاؤ اور تاج پوشی کے لئے تیاری کرو۔

کیکئی کی سازش کی ناکامی:

اب بھرت کو سب کچھ سمجھ میں آ گیا اور اپنی ماں کے ہاتھوں ہونے والے ظلم کو جان گیا۔ بھرت نے روتے ہوئے بادشاہت سنبھالنے سے انکار کر دیا۔ اور ماں کو سخت سست لہجہ میں اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازش کے لئے سرزنش کی۔

بھرت نے کہا کہ ''میرے باپ اور اپنے شوہر کی قاتلہ آپ ایک نیک بادشاہ اشوپتی کی بیٹی نہیں ہیں۔آپ راکشسی ہیں۔میں آخری رسوم کی ادائیگی کے بعد جنگل میں جاؤں گا اور رام کے پاؤں پڑ کر اس کی سلطنت میں اسے واپس لاؤں گا۔اس کے بعد میں جنگل میں سنیاسیوں کی زندگی گزاروں گا۔''

یاد رہے کہ بھرت کا کردار نیکی کی تجسیم ہے۔شمال کے دیہات میں لوگ چترکوٹ میں رام اور بھرت کی ملاقات کی یاد میں ایک سالانہ تہوار مناتے ہیں۔ان کے نزدیک رامائن کا یہ حصہ بہت مقدس ہے۔ان زمانوں کے دوران ایسے عظیم اور اعلیٰ لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں کہ جن کی نیکی نے تاریک دنیا کو روشن کیا۔

کوشلیہ کا خیال تھا کہ بھرت تخت حاصل کرنے کے لئے واپس آیا ہے۔اس لئے اس نے بھرت سے کہا کہ سلطنت سنبھالو اور خوشیاں مناؤ۔کوشلیہ کے ان الفاظ نے بھرت کے دل پر بڑا اثر کیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ہوش میں آنے کے بعد اس نے کوشلیہ ماں سے بڑی شکایت کی۔اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اگر اس نے اس سازش میں کوئی حصہ لیا ہو تو تمام انسانوں کے گناہ اسکے نام لکھ دیئے جائیں۔بھرت کی صدق دلی نے کوشلیہ کا شک رفع کر دیا۔اس نے بڑے پیارے سے بھرت کو زمین سے اٹھایا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

بادشاہ کی آخری رسوم ادا کی گئیں۔ویشنھ اور دیگر علماء اور بزرگوں نے بھرت اور شترو گھن کو شاستروں کے ذریعہ تسلی دی۔وزراء نے بادشاہ کی موت کے چودہ روز بعد راج سبھا بلائی اور بھرت سے کہا کہ بادشاہ اور رام کے بعد اس ملک اور سلطنت کو تمہاری ضرورت ہے تاج پوشی کی تیاریاں مکمل ہیں سب تمہاری رضامندی کے منتظر ہیں۔تم ہی ہم پر راست بازی کے ساتھ حکومت کر سکتے ہو۔

بھرت نے کہا کہ ہمارے خاندان میں تاج و تخت کا وارث بڑے بیٹے کو سمجھا جاتا ہے میں جنگل میں جا کر رام، سیتا اور لکشمن کو واپس لاؤں گا براہِ مہربانی اس سفر کے لئے آدمی، سامان اور سڑک تیار کر دیں۔بھرت کے اس ارادہ سے سب کو خوشی ہوئی۔

بھرت کو جنگل میں لے جانے کے لئے فوج اور ایک بہت بڑا حفاظتی دستہ تیار کیا گیا۔ مزدوروں کی فوج سڑک بنانے کے لئے روانہ ہو گئی۔سفر کی تیاریوں کے باوجود ویشنھ نے راج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبھا بلائی اور وزارء کو بھرت کے محل میں بھیجا۔ اسے بتایا گیا کہ یہ سلطنت تمہارے باپ اور رام کی طرف سے دی گئی ہے قدیم رواج کے مطابق اسے قبول کر کے ہماری حفاظت کرو۔ بھرت نے بڑے پُرعزم الفاظ میں تاجپوشی سے انکار کر دیا۔

شکاری بادشاہ گوتا نے ایک بڑی فوج کو دیکھا اور جھنڈے پر درخت کے نشان سے اندازہ لگایا کہ یہ ایودھیا کی فوج ہے۔ گوہا نے احتیاطاً اپنی فوج کے دستے متعین کر دیئے کہ آنے والے رام کے حامی ہیں تو انہیں دریا پار کرنے میں مدد دی جائے ورنہ دریا پار نہ کرنے دیا جائے۔ وہ خود بھرت کو ملنے اس کے پاس گیا اور اپنا شک ظاہر کیا مگر اسے یقین ہو گیا کہ بھرت واقعی رام کو واپس لے جانے کا نیک ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے وہ جگہ بتائی جہاں رام لکشمن اور سیتا کے ساتھ رہتا تھا۔ فوج کے آدمی سو گئے اور گوہا کمان لے کر ساری رات پہرہ دیتا رہا۔ صبح ہوئی تو گوہا نے آ کر بتایا کہ کشتیوں کا بڑا بیڑا دریا پار کرنے کے لئے تیار ہے چنانچہ سب دریا پار کر گئے' بھرت اور اس کی فوج آشرم کی طرف گئی۔ بھرت کے ساتھ گفتگو میں رشی کے سارے شکوک دور ہو گئے۔ رشی نے معصومانہ طور پر ساری فوج کو کھانا کھلایا اور وہ سب سو گئے۔

صبح رشی نے بھرت کو بتایا کہ یہاں سے اڑھائی یوجن کے فاصلہ پر ایک دریا مندا کنی (درائے گنگا کا ایک نام) بہتا ہے۔ اس کے کناروں پر غیر آباد جنگل ہے۔ جس کے جنوب میں چترکوٹ کی پہاڑی ہے۔ تینوں ملکائیں یعنی کوشلیہ' سومترا اور اس کی ماں کیکئی نے رشی سے اجازت لی' بھرت اور اس کا شاہی دستہ روانہ ہوا انہیں جنگل میں ایک طرف چترکوٹ کی پہاڑی نظر آئی اور ہجوم نے خوشی سے نعرے لگائے۔

بھائیوں کی ملاقات:

رام نے سیتا کو جنگل کے خوشنما پھولوں اور درختوں کے متعلق بتایا اور کہا کہ وہ یہاں بہت خوش ہے۔ اس کے ساتھ اپنے باپ کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو وفا کرنے کی خوشی بھی ہے۔ انہوں نے معلوم کیا کہ ایک فوج ان کی طرف آ رہی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بھرت کی فوج ہے۔ اور بھرت انہیں قتل کرنے آیا ہے۔ بھرت نے رام کو ساری سازش اور قصے کی روداد سنائی اور اپنے ارادہ سے بھی آگاہ کیا کہ وہ اسے واپس لے جانے کے لئے آیا ہے تاکہ وہ تاج و تخت سنبھالے جو اس کا آبائی حق ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھرت رام کے نائب کی حیثیت سے:

چاروں شہزادے اور تینوں ملکائیں پھر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اس پر سب خوش تھے۔ رشی ویشنو انہیں رام کے جھونپڑے میں لے گیا اور دیکھا کہ تینوں زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اب سب لوگ منتظر تھے کہ بھرت کیا کہتا ہے اور رام کیا جواب دیتا ہے۔

رام نے بھرت سے کہا کہ ہمیں اپنے باپ کے فیصلہ کو تسلیم کر لینا چاہے۔ اس نے مجھے بن باس دیا اور تمہیں سلطنت دی۔ ہمیں ان فرائض کو ادا کرنا چاہیے جو ہمارے محترم اور شفیق باپ نے ہمیں سونپے ہیں۔ مگر بھرت نے انکار کیا تو رام نے مضبوط لہجے میں اس سے کہا کہ ''میرے بھائی یہ درست نہیں' اوپر اٹھو' ایودھیا جا کر اپنے فرائض سنبھالو کھشتر یہ دھرم سے روگردانی نہ کرو۔'' سب لوگوں نے کہا کہ رام واپس ایودھیا نہیں جائے گا اس لئے اس پر زیادہ دباؤ ڈالنا اچھا نہیں۔

اس لمحہ رشی ویشنو کو ایک حل ملا کہ بھرت رام کے نائب کی حیثیت سے سلطنت سنبھالے اس سے اس پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ اس پر بھرت نے اس سے کہا کہ وہ اسے اپنی جوتیاں دے دے یہ تمہارے واپس آنے تک حکومت کریں گی اور چودہ برس تک میں شہر سے باہر رہ کر تمہاری جگہ حکومت کروں گا۔ رام نے اس فیصلہ کو مان لیا اور اپنے پاؤں کی جوتیاں بھرت کو دیں۔ بھرت نے جوتیاں سر پر رکھ لیں۔

بھرت ایودھیا واپس آ گیا' تینوں ملکاؤں کو ان کے محل میں بٹھایا۔ اس نے کہا کہ وہ اپنے عظیم دکھ کے ساتھ شہر سے باہر قیام کرے گا اور رام سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق حکومت کرے گا۔ اس نے راج سبھا میں حلفیہ بیان کیا کہ ''سلطنت رام کی ہے۔ میں نے اپنے بھائی کی جگہ اس کی جوتیاں رکھ دی ہیں۔'' چنانچہ بھرت وزراء کی مدد سے حکومت کرتا رہا۔

بھرت کے جانے کے بعد رام نے چتر کوٹ کو چھوڑ دیا اور نئی رہائش گاہ بنانے کے لئے رشی اتری کے آشرم میں گئے۔ رشی نے ان کی بہت آؤ بھگت کی۔ اس کی بیوی انسوئیہ کے ساتھ سیتا کی بے حد عمیق دوستی ہو گئی۔ انسوئیہ پاکیزہ عورت کی تجسیم تھی۔ راستہ معلوم کر کے وہ یہاں سے رخصت ہوئے۔

عظیم ڈنڈک جنگل سے گزرتے ہوئے وہ ایک جگہ پر پہنچے جہاں بہت سے رشی رہتے تھے انہیں پتہ چل گیا کہ یہ پاک انسانوں کی بستی ہے۔ رشیوں نے انہیں دیکھا تو بہت تعظیم کی۔ اگلی صبح تینوں پھر جنگل میں روانہ ہوئے۔ اب جنگل زیادہ گھنا تھا اور وحشی درندے نظر آ رہے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس برس گزرنے کے بعد:

دس برس رام، سیتا اور لکشمن نے اس گھنے اور وسیع جنگل میں رشیوں کی مہمان داری میں گزارے۔ ان رشیوں کے متعدد آشرم تھے۔ جنگل بے حد خوبصورت تھا۔ رام نے دس برس اسی طرح راحت اور سکون سے گزارے۔ بن باس کے دن تھوڑے رہ گئے تو رام کو رشی اگستیہ کے درشن کی خواہش پیدا ہوئی۔ جو جنوب میں رہتا تھا یہ بھی اتری کی طرح بہت بڑا رشی تھا۔

دوراکشوں داتا پتی اور الوالا نے رشیوں کو ستا رکھا تھا۔ رام پہلے اگستیہ کے بھائی کے پاس پہنچا اور اس کی اشیر بادلی اور جنوب کی جانب اگستیہ کے علاقے میں پہنچ گیا۔ وہاں ہر طرف روشنی تھی اور چرند پرند بلاخوف وخطر برہمنوں کے درمیان گھوم پھر رہے تھے۔ رام نے رشی کو لکشمن کے ذریعے اطلاع دی کہ وہ ان کی اشیر باد لینے آیا ہے۔

اگستیہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور کہا کہ بن باس کی مدت ختم ہونے تک یہاں رہو، یہ علاقہ راکشوں سے محفوظ ہے۔ رام نے جواب دیا کہ میں نے ڈنڈک جنگل کے رشیوں کو تحفظ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ آپ کی اشیر باد لینے کے بعد واپس جانا چاہتا ہوں۔ رشی نے رام کو ایک کمان دی اور کبھی نہ خالی ہونے والا ترکش دیا اور کہا کہ ان کی مدد سے راکشسوں کو تباہ کرنا۔

رشی نے رام کو کہا کہ بن باس کا باقی حصہ پنچ وتی (یہ دریائے گوداوری کے پاس ایک جگہ ہے یہاں پانچ قسم کے درختوں کی وجہ سے اسے پنچ وتی کہتے ہیں) میں گزارنا یہ بہت خوبصورت جگہ ہے۔ اور سیتا کی حفاظت کرنے کی تاکید کی۔

یہاں ایک بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ سیتا نے رام سے کہا کہ اس نے رشیوں کی حفاظت کی ذمہ داری لے کر غلطی کی ہے۔ کیونکہ سنیاس لینے کے بعد خون بہنا ناجائز نہیں چاہے یہ راکشسوں کا ہی کیوں نہ ہو۔ رام نے کہا کہ کھشتریہ کا فرض ہے کہ وہ مظلوم کی مدد کرے۔ دیکھو جنگل میں جگہ جگہ ہڈیوں کے ڈھیر ہیں جو راکشسوں نے رشیوں کو مار کر ان کے جسموں سے الگ کیں۔ کیا ان عبادت گزاروں کی حفاظت اور مدد کرنا دھرم نہیں ہے۔ وہ ان رشیوں کو راکشسوں کے قتل وغارت سے ضرور بچائے گا۔

راون کی بہن:

رام کو پنچ وتی کی فضا بہت پسند آئی اور اس نے لکشمن سے یہاں آشرم بنانے کے لئے کہا۔ لکشمن نے بہت خوبصورت اور کشادہ آرام دہ آشرم بنا دیا۔ وہ پاس کی پہاڑیوں کی سیر کرتے اور ندیوں میں نہاتے اور عبادت کرتے۔ ایک دن وہ آشرم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک انتہائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدصورت عورت ان کے پاس آئی رام نے اسے بتایا کہ وہ دسرتھ بادشاہ کا بیٹا ہے اور یہاں آنے کا سبب بھی بتایا۔

روپ نکھا نے کہا کہ وہ رام پر عاشق ہوگئی ہے اور اس کی بیوی بننا چاہتی ہے رام نے اس سے کہا کہ میں تو شادی شدہ ہوں میری بیوی میرے پاس ہے۔ میرا بھائی لکشمن مرد بھی ہے اور تنہا بھی تم اس کا ہاتھ پکڑلو۔ اس نے لکشمن سے کہا کہ اے میرے راجہ آؤ جنگل میں گھومیں۔ اس نے سیتا کو دیکھ کر کہا کہ یہ ہمارے درمیان رکاوٹ ہے میں اسے ختم کردوں گی۔ رام نے سیتا کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور لکشمن کو آواز دی کہ وہ اس چڑیل سے نمٹے۔ لکشمن نے فوراً تلوار نکالی اور اسے دھکیل کر باہر لے گیا وہ چیختی ہوئی جنگل میں غائب ہوگئی اور کھر جو راون کا گہرا دوست تھا کو جا کر ساری داستان سنائی۔ کھر غصے میں کھڑا ہوگیا اور اپنے سالاروں کو حکم دیا کہ رام اور لکشمن کو قتل کر کے ان کی لاشیں میرے سامنے لاؤ اور سیتا کو گھسیٹ کر لاؤ۔ سالار اس حکم کی تکمیل کے لئے روانہ ہوگئے۔

کھر کی تباھی:

روپ نکھا، کھر کے چودہ سالاروں کو لے کر رام کے آشرم میں آئی۔ رام نے صورت حال کو سمجھ لیا، سیتا کی حفاظت لکشمن کے حوالے کر کے خود کمان سنبھالی۔ رام نے سالاروں سے کہا کہ ہم اس جنگل میں رشیوں کے دشمنوں کو تباہ کرنے آئے ہیں، مگر جنگ ہوگئی۔ رام نے اپنے تیروں سے ان سالاروں کو ختم کر دیا۔ روپ نکھا پھر چیختی چلاتی کھر کے پاس گئی۔ اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ کھر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ گیا۔ لکشمن سیتا کو لے کر غار میں چلا گیا۔

کھر کی فوج صف بندی کے ساتھ نوبت بجاتی ہوئی آگے بڑھی۔ رام نے تیروں سے فوج کو چھلنی کر دیا اور وہ پوری طرح تباہ ہوگئی۔ دوشن (سالار فوج) دوبارہ فوج لے کر آیا۔ مگر جلدی رام کے تیروں نے رتھ بانوں اور گھوڑ سواروں کو ڈھیر کر دیا۔ دوشن بھی مارا گیا۔ اب کھر خود مقابلے پر آیا دونوں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ رام کی ذرہ چیر دی گئی۔ اب رام نے وشنو کی کمان اٹھائی اور کھر کے رتھ اور کمان کو بیکار کر دیا۔ کھر نے نیزہ پکڑا اور حملہ آور ہوا۔ رام نے کھر سے کہا کہ تم جنگل میں ریاضت اور عبادت کرنے والوں کو ستاتے ہو اور راکشسوں کو ختم کرنا میرا فرض ہے۔ اس نے اپنا نیزہ رام پر پھینکا رام کے تیر نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا رام نے اس پر تیر چلائے مگر وہ زخمی حالت میں رام پر جھپٹا رام نے نیزہ اس کی چھاتی میں گھونپ کر اسے ختم کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیتا کا اغوا:

پنج وتی کے میدان جنگ سے چند بھاگنے والوں میں اکمین بھی شامل تھا اس نے لنکا جا کر راون کو تباہی کی ساری بات بتائی۔ روان کو پتہ چلا کہ دسترتھ کا بیٹا رام' پنج وتی میں موجود ہے۔ راون رام کو تباہ کرنے کے لئے اٹھا تو اکمین نے اسے رام کی طاقت کے متعلق بتایا اور کہا کہ رام کو تباہ کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے کہ اس کی بیوی سیتا کو اغوا کر لیا جائے۔ رام اس کے غم میں خود ہی ختم ہو جائے گا۔ روپ نکھا نے بھی سیتا کی خوبصورتی کا ذکر کیا۔ اس نے جنگ کا خیال دل سے نکال دیا اور اغوا کا منصوبہ سوچنے لگا۔

راون مارچ کے پاس پہنچا اسے رام کی طاقت اور کھر کی تباہی کا قصہ بتایا۔ مارچ نے راون کو سیتا کے اغوا سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اور اسے کہا کہ سیتا کا اغوا نہ صرف تمہیں بلکہ ساری راکشس نسل کی تباہی کا باعث بنے گا اس سے باز رہو۔ راون نے مارچ کا مشورہ مان لیا اور واپس لنکا چلا گیا۔ راون اپنے درباریوں کے سامنے تخت پر بیٹھا تھا کہ اس نے اپنی بہن روپ نکھا کو زخمی حالت میں اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ اس نے تمام درباریوں کو نہایت نفرت انگیز الفاظ میں مخاطب کیا اور کھر کی تباہی کا نقشہ ان کے سامنے کھینچا کہ اکیلے رام نے اتنی بڑی فوج کو تباہ کر ڈالا۔ راون اپنی بہن کی لعنت ملامت اور حالت زار سے بہت متاثر ہوا۔ رام کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کون ہے۔ اس نے دونوں کی قوت کا بیان کیا اور سیتا کے حسن و جمال کے بارے میں مبالغہ آمیز الفاظ میں بیان کیا۔ دراصل راون کے دل میں حسد کی آگ بھڑکانا مقصود تھا۔ راون نے یہ سن کر دربار کو برخاست کیا اور خود تنہائی میں معاملہ پر غور کرنے لگا اور مارچ کے پاس گیا اور اس کے سامنے لچھے دار تقریر کی اس نے مارچ کو کہا کہ تم ایک سنہری ہرن کا روپ دھارنا اور آشرم کے اردگرد گھومنا۔ سیتا تمہیں پکڑنے کے لئے رام اور لکشمن سے کہے گی جب وہ تمہیں پکڑنے کے لئے تمہارا پیچھا کریں گے تو میں تنہائی میں سیتا کو اغوا کر لوں گا۔ مارچ نے دل برداشتہ ہو کر راون کا کہا مان لیا اور ایک بے حد خوبصورت ہرن کا روپ دھار لیا۔ اس وقت سیتا جنگل میں پھول چن رہی تھی۔ اس نے رام اور لکشمن کو آواز دی۔ مگر لکشمن کو شک تھا کہ یہ کوئی عام ہرن نہیں کسی راکشس نے روپ دھارا ہے۔ سیتا کی التجاؤں کو وہ نظر انداز نہ کر سکے اور ہرن کو پکڑنے کے لئے جنگل میں دور تک اس کا پیچھا کیا۔ اتنے میں راون نے سیتا کو اکیلے پا کر اغوا کر لیا اور اسے اپنے محل میں لے آیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ویسے اس قصہ میں دیو مالائی عنصر موجود ہے۔ دراصل راون نے سیتا کو اکیلے پا کر اغوا کرلیا رام اور لکشمن باہر جنگل میں تھے۔ اور راون نے ایک سنیاسی کا بھیس بدل کر اس سے پانی اور خوراک مانگی)

سیتا کو قلعہ میں قید کر دیا گیا تا کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کہاں ہے راون نے حالات کا پتہ لینے کے لئے اپنے آدمی آشرم کی طرف بھیجے اور خود ستیا کو راضی کرنے کے لئے اس کی منت سماجت کرنے لگا۔ پھر سیتا کو خوبصورت ہیرے جواہرات اور ریشم کے ڈھیر' رتھ اور مینار' محل کی خوبصورتی دکھائی گئی۔ اس نے ہزاروں خادماؤں کو بھی دیکھا مگر ان سب کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اس نے سیتا کو بتایا کہ شہر کے اردگرد چار ہزار میل تک سمندر ہے جس پر ہزاروں جنگجو پہرے دے رہے ہیں اس لئے رام کا یہاں پہنچنا ناممکن ہے مگر غمزدہ ہونے کے باوجود سیتا نے کسی خوف اور لالچ کو اپنے پاس نہ آنے دیا۔

رام اور لکشمن نے سب جگہ سیتا کو تلاش کیا مگر ناکام رہے۔ انہیں کچھ نشانیاں ملیں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ سیتا کو حاصل کرنے کے لئے راون کے ساتھ کسی دوسرے آدمی نے جنگ کی ہے۔ دراصل یہاں بھی جٹایو نامی آدمی کو پرندہ ظاہر کیا ہے۔ یہ بھی ہندو دیو مالائی ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ جٹایو نے سیتا کو راون کی گرفت سے رہا کرانے کی کوشش کی اور زبردست جنگ کی جس میں خود بھی شدید زخمی ہوا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ رام اور لکشمن نے نشانیاں دیکھیں اور شدید زخمی جٹایو نے انہیں بتایا کہ سیتا کو راون لے گیا ہے اور وہ خود مر گیا۔ رام اور لکشمن نے چتا بنائی اور اسے جلا دیا اور بھجن گائے اور دعائیں دیں۔

جنگل میں ایک دیو مامت راکشس سے سامنا ہوا اسے قتل کر دیا گیا اور مرتے وقت اس نے کہا کہ دریا پمپا کے کنارے پر رشد سوک پہاڑی (دکن میں دریائے پمپا کے کنارے ایک پہاڑی) پر جاؤ تمہیں سیتا کا سراغ مل جائے گا۔

شہزادہ سوگریو نے اپنے بھائی سے جان بچا کر اس پہاڑی پر رہائش اختیار کر لی تھی اور خوف زدہ رہتا تھا کہ کوئی اسے قتل نہ کر دے۔ اس نے رام اور لکشمن کو دیکھ کر سمجھا کہ یہ کھشتر یہ شاید اسے مارنے کے لئے اس کے بھائی بالی نے بھیجے ہیں مگر ہنومان نے جو اس کا وزیر اعلیٰ تھا اسے تسلی دی کہ یہ لوگ تمہیں مارنے نہیں آئے (یہاں بھی ہندو ذہن نے ہنومان کو بندر بنا دیا) رام نے اس کی باتیں سن کر کہا کہ یہ ویدوں کا استاد اور سانکھیہ فلسفہ کا ماہر معلوم دیتا ہے۔ رام نے اسے بتایا کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوگریو کو ملنے یہاں آئے ہیں۔ ہنومان نے کھل کر باتیں کیں اور ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت پیدا کی۔ اب وہ تینوں سوگریو سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہنومان نے سوگریو کو رام اور لکشمن کے متعلق بتایا اور ملاقات پر سوگریو نے اپنی داستان حیات سنائی۔ سوگریو رام کے دکھ سے واقف ہوا اس نے بتایا کہ سیتا نے ہمیں دیکھ لیا تھا اور ایک شانہ پوش میں زیور باندھ کر نیچے پھینک دیا۔ وہ پوٹلی میرے پاس ہے رام نے پوٹلی میں سیتا کے زیور پہچان لئے۔ تب غمگین ہوا۔ رام نے سوگریو سے وعدہ کیا کہ وہ اسے کش کندھویہ کے تخت پر بٹھائے گا۔

سوگریو کو اپنی سلطنت اور بیوی حاصل کرنے کا بہت اشتیاق تھا لیکن اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہ کیسے ہوگا۔ اس کے وزیر اعلیٰ ہنومان نے اسے تسلی دی کہ وہ رام کی مدد سے کامیاب ہو جائے گا۔

سوگریو کا رام پر بھروسہ اور بالی کا قتل:

سوگریو کو رام کی طاقت پر شک تھا کہ وہ بالی کو قتل کر سکے۔ اس نے بالی کی قوت کا مبالغہ آمیز نقشہ کھینچا رام اور لکشمن دونوں تیار ہو گئے۔ منصوبہ بنایا کہ سوگریو پہلے جا کر اپنے بھائی کو مقابلہ کی دعوت دے۔ بالی قلعے سے باہر نکلا دونوں بھائی بہت خوفناک انداز میں باہم لڑنے لگے۔ رام یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ دونوں بھائی ہم شکل تھے۔ جب سوگریو لڑائی سے واپس ہوا تو اس نے گلہ کیا کہ رام نے اس کی مدد نہیں کی مگر رام نے اسے بتایا کہ وہ اس مخمصے میں تھا کہ دونوں میں سے کسے سوگریو سمجھے اور اس کی مدد کرے۔ اس نے لکشمن سے کہا یہ ایک پھول دار بیل لے کر سوگریو کی گردن میں باندھ دے تا کہ معلوم ہو سکے کہ سوگریو کون ہے اور بالی کون ہے۔

سوگریو نے دوبارہ دعوت مبارزت دی۔ اب کے اس کی بیوی تارا نے اپنے خاوند بالی کو بتایا کہ اس نے انگلا سے سنا ہے کہ سوگریو کو ناقابل شکست دو شہزادوں کی مدد شامل ہے اس لئے بھائی سے صلح کر لو۔ مگر بالی نہ مانا اور دونوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ بالآخر جب بالی کی طاقت نے غلبہ پانا شروع کیا تو رام نے سمجھ لیا کہ اب مدد کا وقت آ گیا ہے اس نے بالی کے سینے میں تیر مارا جس وہ زخمی ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کا خیال تھا کہ رام نے دھوکہ سے اسے مارا ہے۔ مگر وہ تیر کے زخم سے چل بسا۔

وانروں (جسے ہندو ذہنیت نے بندر بنا دیا ہے) نے تارا سے کہا کہ ہم تمہارے بیٹے انگلا کو بادشاہ بنا کر قلعے کی حفاظت کریں گے۔ ہنومان نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

لکشمن رام کا پیغام لے کر سوگریو کے پاس گیا۔ سوگریو شراب اور شباب اڑا رہا تھا۔ لکشمن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وانرنگر کے اندر گیا تو اس کی خوبصورتی اور تہذیب کو دیکھ کر بہت حیران ہوا (کیا بندر ایسی خوبصورتی اور تہذیب تخلیق کر سکتے ہیں) لکشمن خوبصورت جگہوں سے گزر کر شاہی محل کے سامنے جا کھڑا ہوا اندر سے ناچ گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تارا نے لکشمن سے کہا کہ وہ سوگریو کو معاف کر دے اس نے تمام علاقوں سے جنگجو وانروں کو بلا بھیجا ہے ان کے پہنچنے پر سیتا کی رہائی کے لئے راون سے جنگ شروع ہوگی۔ لکشمن محل میں داخل ہوا تو سوگریو نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ لکشمن اور سوگریو رام کی طرف روانہ ہوئے اور اسے تمام انتظامات سے آگاہ کیا۔ جب رام اور سوگریو باہم باتیں کر رہے تھے تو وانر سپاہیوں کے دستے اپنے اپنے سالاروں کی قیادت میں وہاں جمع ہونے لگے (اس فوج کو ہندو دیومالائی ذہنیت نے بندروں اور ریچھوں کی فوج بنا دیا ہے) سوگریو نے اس وسیع فوج سے خطاب کیا اور انہیں ان کی رہائش گاہیں دکھائیں۔ پھر اس نے لشکر کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے پر ایک سالار مقرر کر دیا انہیں آٹھ سمتوں میں سیتا کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔

تلاش کا آغاز:

سوگریو نے رام سے کہا کہ اس فوج کو دیکھو تمام سور ما تمہارے ماتحت ہیں اور تمہارے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ رام نے سوگریو کو کہا کہ فوج کی قیادت تم خود کرو گے لکشمن نہیں تب سوگریو نے اپنے کمانڈروں کو حکم دیا کہ وہ ستیا کو تلاش کرنے کے لئے اپنے دستے ہندوستان کے چاروں کونوں میں بھیجیں۔

سوگریو نے شمال، جنوب اور مشرق و مغرب کی طرف فوجی دستے بھیجے۔ مگر شمال، مشرق اور مغرب میں جانے والے دستے واپس آ گئے اور بتایا کہ انہوں نے پہاڑی جنگلوں اور دریاؤں کو کھنگال مارا ہر شہر کو دیکھا مگر سیتا کو کہیں نہیں پایا ہنومان جو جنوب کی طرف گیا تھا ابھی تک واپس نہیں آیا، راکشس بھی سیتا کو لے کر جنوب کی طرف گیا تھا۔

ہنومان اور انگلا نے وندھیوں (وہ سلسلہ کوہ جو مدھیہ دیش کو جنوب سے الگ کرتا ہے) کے غاروں اور جنگلوں میں جا کر ڈھونڈا۔ وہ ایک صحرا میں پہنچے جہاں ایک رشی، ریاضت میں محو تھا۔ پھر ایک اسور (رگ وید میں کئی دیوتاؤں کو کہا گیا مگر بعد میں اس کا مطلب الٹ ہو گیا اور اسے دشمن اور شیطان کے معنی پہنائے گئے) کو دیکھا انگلا نے اسے کاری ضرب لگائی۔ سپاہیوں نے سمجھا کہ راون مر گیا ہے۔ صحرا میں تلاش کرتے ہوئے وہ پیاس اور بھوک سے نڈھال ہو گئے۔ ایک غار کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا کہ اس کے باہر پرندے پھر رہے ہیں اور خوشبو سے انہیں شک ہوا کہ یہاں پانی موجود ہے۔ اندر گئے تو انہیں ایک نخلستان نظر آیا۔ پانی کے گرد پھل دار درخت تھے، وہاں بڑے بڑے محل تھے گلیاں انتہائی خوبصورت تھیں آگے گئے تو ایک بوڑھی راہبہ کو دیکھا۔ وہ سنیاسیوں جیسا لباس پہن کر کھال پر بیٹھی تھی۔ ہنومان نے اس کے پاس جانے کی جرأت کی۔ راہبہ کو اپنے آنے کی غرض بتائی۔ اس نے پوچھا کہ اندر آنے کا راستہ کس نے بتایا ہے۔ پھر یہاں کے متعلق ساری باتیں بتائیں۔ کہ یہ جگہ وانروں (رشی کیشب کی اولاد) کے معمار میہ نے تعمیر کی تھی۔ کھانے پینے کے بعد ہنومان نے راہبہ کو ساری بات بتائی راہبہ سویم پربھا نے کہا کہ یہاں سے کوئی باہر نہیں جا سکا۔ مگر تمہارا مقصد عظیم ہے اس لئے تم آنکھیں بند کر لو میں تمہیں باہر نکال دوں گی۔ فوراً انہوں نے خود کو ایک ساحل سمندر پر پایا یہاں پر شری رام کی کہانی میں ہندو ذہنیت نے ایک بے بہودہ کہانی کا اضافہ کر دیا ہے

یہاں ایک بات کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہندو ذہنیت نے وانر اور دوسرے سپاہیوں کو بندر ریچھ وغیرہ بنا دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان کی مدد سے شری رام نے راون کا مقابلہ کیا اور لنکا کو فتح کیا۔ یہ ایک ایسی مضحکہ خیز بات ہے جسے انسانی ذہن قطعاً تسلیم نہیں کر سکتا۔

وانر ایک قبیلہ کا نام تھا جس کا سردار سوگریو اور اس کا بھائی تھا۔ سوگریو نے اردگرد کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے جو بعض حیوانوں اور پرندوں کے نام پر قبیلوں سے تعلق رکھتی تھیں فوج اکٹھی کی تھی، جن میں اکثریت وانر قبیلہ کے سپاہیوں کی تھی۔ آئندہ یہ مضحکہ خیز بات بار بار دہرائی گئی ہے۔ اس لئے قاری کو چاہیے کہ وہ بندر وغیرہ کی بجائے قبیلوں کے نام تصور کرے۔ تاکہ یہ ساری کہانی انسانوں کی سمجھی جائے اور حقیقتاً ایسی فوج جو بندروں اور ریچھوں وغیرہ پر مشتمل ہو اس سے کام لینا شری رام چندر کی توہین ہے۔ وہ ایشور کے اوتار تھے انسانوں کی اخلاقی رہنمائی ان کا فرض تھا۔ مگر ہندو دیومالائی ذہنیت نے ان کو مضحکہ خیز بنا دیا۔

وانروں کو سمپاتی (جو ایک بزرگ ریاضت دان رشی تھا اسے گدھ بنا دیا گیا) سے معلوم ہوا کہ جس جگہ سیتا کو قید کیا گیا ہے وہ سمندر سے ایک سو یوجن آگے راشدن کے دیس میں ہے۔ مگر جب تک وہ سمپاتی کی بیان کردہ تفصیلات کو خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں وہ یقین نہیں کر سکتے۔

وہ پانی کے کنارے پر آئے اور غور کیا کہ سمندر کو کیسے پار کیا جائے۔ انگلا نے وانروں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کیا وہ کتنی لمبی چھلانگ لگا سکتے ہیں۔ جام بوت نے ہنومان سے کہا، اوسور ماعلم کی تمام شاخوں سے واقفیت کے باوجود تم الگ بیٹھے ہو (بندر علم کی تمام شاخوں سے کیسے واقف ہوگا۔ لہٰذا ہنومان بندر نہیں اپنے قبیلے کا سردار تھا اور انسان تھا) چھلانگ لگانے کے لئے وہ پاس ہی میندر (ہندوستان کے سات سلسلہ کوہ میں سے ایک جو گونڈ اشا سے اوڑیسہ تک جاتا ہے) پر چڑھ گیا۔ (یہاں سے دیو مالائی باتوں کا ایک سلسلہ جو ہنومان کی طاقت کے متعلق یعنی حکایات پر مشتمل ہے) پہاڑ سے اس نے چھلانگ لگائی اور تیرتا ہوا لنکا کے ساحل پر پہنچ گیا۔ (سمندر پر سے اڑ کر جانا دراصل اس عہد میں تہذیب کی ترقی سے اڑن کھٹولا (ہوائی جہاز) بن چکا تھا جسے راون بھی استعمال کرتا تھا غالباً ہنومان تیرنے کی بجائے اس اڑن کھٹولا سے پرواز کر گیا تھا۔ ہنومان نے لنکا کی خوبصورتی اور دولت دیکھی اس لئے سمجھ گیا کہ وہ منزل پر پہنچ گیا ہے اب سیتا کو تلاش کرنا چاہیے۔

ہنومان نے دیکھا کہ تری کوٹ پہاڑ پر راون کا شاندار شہر آباد ہے۔ یہ کتنا دلکش کتنا محفوظ ہے۔ شہر اور قلعہ امراوتی یا بھاگوتی سے کمتر نہیں۔ خوبصورت اور شاندار عمارتیں دفاع کے لئے گہری خندقیں اسے نظر آئیں۔ غالباً یہ ناقابل شکست ہے۔ اگر دشمن کی فوج سمندر کے ساحل پر آ جائے تو قلعہ اندر موجود سورماؤں کا مقابلہ کیسے کرے گی؟

معلوم ہوتا ہے ہنومان نے بھیس بدل کر اپنے آپ کو چھپا لیا تھا۔ جب شہر کی دیوار کے وسط پہنچا تو محافظ عورت نے اسے روک لیا۔ اس سے آنے کا مقصد پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں سیر کرنے آیا ہوں جس پر محافظ عورت نے اسے زوردار ضرب لگائی۔ اس نے جواب میں حملہ کر کے عورت کو فصیل پر سے شہر میں گرا دیا۔ وہ شاہی سڑک پر چلتا گیا۔ اس نے دیکھا کہ گلیوں میں لوگ مخصوص مذہبی رسوم ادا کر رہے ہیں۔ محافظوں نے اپنی کمانیں، تلواریں اور نیزے سنبھال رکھے ہیں تمام نے زریں پہن رکھی ہیں۔ اسے معلوم ہوا فوج میں مختلف اقوام کے لوگ موجود ہیں۔

ہنومان نے خفیہ طور پر گھروں میں دیکھا کہ مختلف قسم کی عورتیں ہیں۔ لیکن سیتا کہیں نظر نہ آئی۔ لنکا کے باسیوں کے گھروں میں جنگلی ہاتھی، اعلیٰ نسل کے گھوڑے، رتھ اور ہتھیار موجود ہیں، فوج پوری طرح مسلح تھی۔ متعدد مکانات اور باغات سے ہوتا ہوا وہ ایک محل میں پہنچا۔ جو بہت بڑا تھا اور انتہائی خوبصورت تھا۔ اس نے سامنے ہاتھیوں، گھوڑوں، پیادوں، بلند دیواروں کو دیکھا اس سے اندازہ لگایا کہ یہ راون کا محل ہے وہ اس کے اندر داخل ہوا۔ یہ ہر اعتبار سے راون کی طاقت اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظمت کا مظہر تھا۔ باغ چہچہاتے پرندوں سے معمور تھا۔ وہ مختلف مکانوں سے ہوتا ہوا راون کے نجی کمرے میں آیا ہر طرف سونا اور چاندی ہی تھی ہاتھی دانت اور موتی' خوبصورت قالین اور فرنیچر موجود تھا۔ اسے درمیان میں پشیک وہان (ہوائی رتھ) نظر آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوائی جہاز بن چکا تھا' راون کا یہ کمرہ مسرتوں کا سمندر تھا۔ بے شمار حسین عورتیں سوئی پڑی تھیں لیکن سیتا ان میں نہیں تھی۔

پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا اسے ایک اور کمرے میں متعدد بستر نظر آئے۔ ایک بستر بڑا تھا۔ اس میں سونا اور ہیرے جڑے تھے۔ اس پر راون سویا ہوا تھا۔ آخر کار اسے ایک عورت نظر آئی جو حسن کی ملکہ تھی اسے سیتا سمجھا اور خوش ہوا مگر یہ غلط تھا۔ اس نے کھانے کا کمرہ خواب گاہ' شراب خانہ اور سرود خانہ سب دیکھ ڈالا پھر وہ شراب خانے سے باغ میں گیا مگر اسے کچھ نظر نہ آیا' اس کا خیال تھا کہ شاید سیتا کو مار دیا گیا ہو۔

ہنومان تشویش اور فکر میں ڈوب گیا کہ اچانک اس کی نظر ایک جگہ پر پڑی جہاں وہ ابھی تک نہیں گیا تھا۔ یہ جگہ اونچی اونچی دیواروں سے گھرا ہوا ایک باغ تھا۔ یہاں اسے سیتا ضرور مل جائے گی۔ اس نے دیوار پر چڑھ کر باغ پر نگاہ دوڑائی۔ یہ اشوک باغ تھا۔

اشوک باغ بے حد خوبصورت تھا۔ سونے چاندی' ہاتھی دانت' موتیوں اور ہیروں سے مزین تالاب' شیشے کے زینے' مصنوعی پہاڑیاں اور آبشاریں' درختوں کے ساتھ لٹکی ہوئی ننھی منھی گھنٹیاں ہوا سے موسیقی پیدا کر رہی تھیں۔ ہنومان ایک درخت پر چڑھا اور چھپ کر بیٹھ گیا۔ درخت کے اردگرد ایک طلائی چبوترہ تھا۔ ہنومان کو یقین ہو گیا کہ سیتا صبح سویرے دیوی ماں کی پوجا کرنے یہاں آئے گی۔ اس نے نیچے دیکھا تو اسے چبوترے پر ایک حسین' لاغر' غم زدہ' گندی ساڑھی میں ملبوس عورت بیٹھی نظر آئی۔ ہر طرف راکشسیاں موجود تھیں۔ وہ عورت ہنومان کو اور قابل رحم محسوس ہوئی۔ اور اسے یقین ہوا کہ یہی سیتا ہے۔ اس نے سوچا اس خاتون کی خاطر بالی قتل ہوا۔ اس کی خاطر کنبڈھ اور ویرادھ موت کے منہ میں گئے۔ ارجن ستھان اسی کی خاطر اجڑ گیا۔ اس کی محافظ عورتیں بے حد بدصورت تھیں۔

ابھی صبح نہیں ہوئی تھی راون وید پڑھنے کی آواز سے جاگ گیا اور سیتا کے خیال سے باغ کی طرف چل دیا اور اس کے قریب آ کر کچھ کہنے لگا۔ ہنومان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راون کی التجا:

راون نے سیتا کی بہت منت سماجت کی اس کے حسن کی بے حد تعریف کی مگر سب بے سود تھا۔ سیتا نے کہا کہ وہ اسے کبھی بھی اپنا نہیں سکے گا۔ رام سے معافی مانگ لو ورنہ تمہیں شکست کا سامنا کرنا ہوگا راون نے دھمکی دی اور رام کے لئے نازیبا الفاظ کہے۔ جانے سے پہلے اس نے محافظ عورتوں سے کہا کہ وہ اسے آمادہ کرنے کی کوشش کریں۔ مگر یہ سب کچھ بے سود تھا۔

پہلا پیغام:

سیتا انتظار میں وقت بسر کرتی رہی کہ رام اسے لینے کے لئے ضرور آئے گا۔ سیتا مختلف خیالوں میں کھوئی رہی۔ ایک راکشسی نے خواب سنایا کہ رام سیتا کو لینے آیا ہے اور عورتوں سے کہا کہ اس پاکیزہ عورت کو نہ ستاؤ۔ اس سے معافی مانگو۔

ہنومان سیتا سے ملاقات کے لئے سوچ رہا تھا اس کے القابات میں سے ایک لقب بدھی تمام ورشم یعنی پہلا دانشمند بھی ہے ہنومان سوچتا رہا کہ وہ کس شکل میں سیتا کے سامنے جائے۔ اس نے سوچا کہ ہلکی میٹھی سریلی آواز میں رام کی کہانی سناؤں۔

سیتا سے ملاقات:

بہرحال ہنومان نے یہی کیا اور کہانی سناتے ہوئے ایک جگہ رک گیا۔ سیتا نے آس پاس نظر دوڑائی اسے کوئی انسانی شکل نظر نہ آئی۔ ہنومان درخت سے اترا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اس نے نہایت نرم اور باادب لہجے میں اس سے پوچھا کہ وہ سیتا ہے۔ سیتا خوش ہو گئی اور اس نے کہا کہ واقعی میں سیتا ہوں اور رام سے جدا ہونے کے واقعات پر مبنی کہانی سنائی۔ اس نے کہا کہ راون نے اسے ایک سال کی مہلت دی ہے اب دو ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ دو ماہ پورے ہونے پر میں اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں گی۔ اس پر ہنومان نے سیتا سے کہا کہ وہ رام کا قاصد ہے اور لکشمن نے سلام بھیجا ہے۔

اس نے سیتا کو دلاسا دیا کہ جلد ہی رام لکشمن اور سوگریو کی وافر فوج آئے گی۔ میں سوگریو کا وزیر اعلیٰ ہوں میرا نام ہنومان ہے۔ میں نے آپ کو دیکھ لیا ہے۔ مجھ پر شک نہ کریں۔ پھر اس نے تفصیل سے بتایا کہ کیسے بالی قتل ہوا اور سمپاتی سے ملاقات ہوئی جس نے لنکا کے متعلق بتایا اور انہیں سیتا کا پتہ ملا۔ اس بیان کے اختتام پر اس نے رام کی انگوٹھی سیتا کے ہاتھ پر رکھ دی سیتا نے انگوٹھی کو آنکھوں سے لگایا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہنومان قید میں:

راون کو محافظ عورتوں نے بتایا کہ سیتا رام کے ایک قاصد سے باتیں کر رہی تھی۔ راون نے اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ رام کے قاصد کو مار دیں۔ ایک مسلح دستہ اس غرض کے لئے روانہ ہو گیا۔ سپاہیوں نے قاصد کو دیوار پر بیٹھے دیکھا۔ ہنومان نے لوہے کی ایک سلاخ سے ان پر حملہ کر دیا اور سب کو مار دیا وہ باہر پھاٹک کی دیوار پر بیٹھ گیا اور اس نے زوردار آواز میں رام زندہ باد اور لکشمن زندہ باد کے نعرے مارے۔ راون کو معلوم ہوا کہ اس کے جنگجو مارے جا چکے ہیں اس نے جمبو بالی کو بلا کر ہنومان کو مارنے کا حکم دیا۔ جمبو بالی نے ہنومان پر حملہ کیا۔ مگر ہنومان نے لوہے کی سلاخ سے اس کا جسم ریزہ ریزہ کر دیا۔ راون جنگ کا حال سن کر دم بخود رہ گیا۔ اس نے سورماؤں کو حکم دیا کہ بہت بڑی فوج لے جائیں اور ہنومان کو قید کر کے لائیں۔ فوج نے آتشیں تیروں سے حملہ کیا۔ مگر اس جنگ میں بھی فوج تباہ ہو گئی۔ اب اس نے اپنے سورما اکش کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اکش چمکدار رتھ پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ اکش نے تیر مارے جس سے ہنومان زخمی ہو گیا۔ دونوں میں بڑی زبردست جنگ ہوئی سینکڑوں تیر سنسناتے ہوئے آئے مگر ہنومان ان سے بچتا ہوا اکش کے قریب آ گیا۔ وہ اکش کے رتھ پر جھپٹا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ گھوڑے مر گئے۔ اکش نے فضاء میں بلند ہو کر ہنومان پر حملہ کیا۔ جنگ ہوئی مگر اکش شکست کھا گیا اور مر کر زمین پر گر پڑا۔ راون نے اب اپنے بیٹے اندرجیت کو بلایا اس کی بہادری کی بہت تعریف کی اور ہنومان کی طاقت کے متعلق بھی بتایا۔ اندرجیت کی رتھ کو چار شیر کھینچ رہے تھے۔ اندرجیت نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ہنومان فضا میں بلند ہوا اس نے تیروں کو نیچے پھینک دیا۔ مہارت اور طاقت میں دونوں جنگجو برابر کی چوٹ تھے۔ اندرجیت نے سمجھ لیا کہ اس کے تیر بیکار ہیں۔ اس نے سمجھ لیا کہ برہم استر سے اسے قید کیا جا سکتا ہے۔ اس نے برہم استر پھینکا۔ جسے چھوتے ہی ہنومان بے بس ہو گیا۔ ہنومان نے ہار مان لی۔ اور زمین پر بے حس پڑا رہا۔ سپاہیوں نے رسہ سے اسے باندھ دیا اور راون کے پاس لے جانے لگے۔ راون نے اسے آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ محافظ عورتوں نے سیتا کو ہنومان کی تباہی سے آگاہ کیا۔

ہنومان کی واپسی:

ہنومان کو راکشس عورتوں نے شہر کی تمام گلیوں میں پھرایا۔ جس سے ہنومان شہر کی تمام گلیوں سے واقف ہو گیا۔ ہنومان نے سارے شہر کے مکانوں میں آگ لگا دی۔ اور سمندر میں جا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اپنی آگ بجھائی۔ اسے معلوم ہوا کہ سیتا نے خود کو بچا لیا ہے۔ وہ سیتا کے پاس اشوک باغ میں پہنچا۔ اس نے سیتا کو دوبارہ تسلی دی کہ بہت جلد فوج لے کر آئے گا۔ وانروں نے اسے آتے دیکھ کر خوشی سے نعرے مارے۔ ہنومان نے وانروں کو ساری کہانی تفصیل سے بتائی۔ اور اب یہ سب بادشاہ سوگریو کے پاس کش کندھیہ کی جانب روانہ ہوئے۔ وہ باغ میں اترے اور شہد اور پھل کھائے تب سوگریو کے چچا اور باغ کے نگران نے بادشاہ کو بتایا کہ اس کا باغ اجڑ رہا ہے۔ بادشاہ نے وانروں کو بلانے کا حکم دیا۔

ہنومان اور انگلا نعرے مارتے ہوئے فوج کے ساتھ بادشاہ کے پاس آئے جو رام اور لکشمن کے ساتھ ان کا منتظر تھا۔ ہنومان نے مختصر مگر جامع انداز میں سارا قصہ سنایا اور سیتا کی خیریت کی خوشخبری سنائی اور سکھا منی زیور رام کو دیا جو سیتا نے اسے دیا تھا۔ رام نے سوگریو کو ہنومان کے معجزہ سے آگاہ کیا اور کہا اب ہم اور ہماری فوج کیسے سمندر پار کرے گی؟ ہنومان نے راون کی فوج' قلعہ کی مضبوطی' محافظوں کی تیز بینی' دیواریں' دروازے' متحرک پل' خندقیں' دفاعی انتظامات کے متعلق تفصیل سے بتایا اور یہ بھی بتایا کہ ساحل پر بھی پہرہ ہے۔ تاکہ دشمن کے جہاز نہ آسکیں۔ لہٰذا دوپہر کے وقت فوج جنوبی سمندر کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ کے ماہر وانر فوج کو ایسے راستہ سے لے گئے جہاں خوراک' پانی وافر مقدار میں حاصل ہو سکتا تھا۔ طاقتور سورما فوج کے پچھلے حصے کی حفاظت کر رہے تھے۔ رام' لکشمن اور سوگریو قلب میں تھے۔ رام نے سختی سے حکم دیا کہ فوج راستہ میں کسی بستی' شہر یا گاؤں کو نقصان نہ پہنچائے۔ فوج کا شور ہر طرف پھیل رہا تھا۔ جب وہ میندر پہاڑ کے پاس گئے تو رام نے پہاڑ پر چڑھ کر سمندر کا جائزہ لیا۔ فوج کو آرام کرنے کا حکم دیا گیا۔

لنکا میں ھلچل:

راون نے اپنے مشیروں کو بلا کر مشورہ کیا۔ راون نے کہا کہ جو کچھ ہوا وہ انوکھا اور غیر متوقع ہے۔ آج تک کسی کو شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہیں ہوئی مگر رام کا قاصد بڑے پہرے میں داخل ہوا تباہی مچا کر چل دیا۔ سیتا سے گفتگو بھی کی۔ اس نے مشیروں سے کہا کہ کس طرح ہم اپنے شہر اور فوج کو مضبوط کر سکتے ہیں اور اپنے دفاع کے لئے کیا اقدامات کر سکتے ہیں۔ مشیروں نے بادشاہ اور فوج کی بہادری کے محل کھڑے کر دیئے۔ مختلف مشیروں نے اپنی رائے دی اس پر راون کے بھائی وبھیش نے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ اپنے بھائی راون سے کہا کہ ان کی باتیں تو بھلی ہیں مگر عملی لحاظ سے ناقص ہیں۔ سیاست کے خلاف کیا ہوا کام صرف دکھ اور تباہی تک پہنچاتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ساز باز رشوت اور پھوٹ ڈالنے کے بعد بھی ہتھیاروں کی قوت کو استعمال کرنے کا سوچنا چاہیے اگر آپ نے ان لوگوں کے مشورے مان کر جنگ چھیڑ دی تو لنکا کے ساتھ ہم سب برباد ہو جائیں گے۔آپ سیتا کو واپس کر دیں۔ہم نے ہنومان کی طاقت اور مہارت کا کچھ تو مزہ چکھا ہے۔جنگ سے پہلے سیتا کو واپس کرنا ضروری ہے۔راون نے یہ سن کر کہا کہ کل پھر مشاورت کریں گے۔

راون کی دوسری مجلس مشاورت:

وبیش شاہی محل میں داخل ہوا اور بھائی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا راون نے تمام وزراء کو رخصت کیا اور وبیش سے گفتگو کرنے لگا۔وبیش نے پھر اپنا فیصلہ دہرایا کہ سیتا کو واپس کر دینا چاہیے اس نے تباہی کی نشانیوں کا ذکر کیا اور تمام بربادیوں کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ سیتا کے یہاں آنے کے بعد ہی یہ سب کچھ ہوا ہے۔سیتا کو لوٹا دیں اور سبھی خوش زندگی بسر کریں۔

مگر راون نے فیصلہ کن انداز میں سیتا کو واپس کرنے کا مشورہ مسترد کر دیا۔اب راون محل سے راج سبھا تک سنہری رتھ میں گیا۔ہال میں داخل ہوا تو بگل بجائے گئے۔وہ ایک بلند میز پر بیٹھا اس کے ساتھ ہتھیار لئے پہرے دار اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ہال کے باہر ہزاروں محافظ، پہرہ دے رہے تھے۔ہال میں ہر شخص مخصوص نشست پر بیٹھا تھا۔پروہت اور ویدی ہزاروں کی تعداد میں آئے۔وبیش' اور دیگر نے بادشاہ کو جھک کر سلام کیا۔ہوا خوشبو سے معطر تھی۔راون نے اپنی پرفکر بلند آواز سے کہنا شروع کیا۔

آپ تمام فنون جنگ کے ماہر ہیں آپ کا مشورہ کبھی غلط نہیں ہوا اس لیے ایک مرتبہ پھر میں آپ کا مشورہ طلب کرتا ہوں۔میں سیتا کو اغوا کر کے لایا ہوں اور وہ بے وقوفی سے سوچ رہی ہے کہ رام اس کو رہا کر کے لے جائے گا۔میں سیتا کو واپس بھیجنے اور رام سے معافی مانگنے کو ہرگز تیار نہیں۔رام' لکشمن اور سوگریو نے سمندر کے اس پار پڑاؤ ڈال رکھا ہے انہیں کس طرح تباہ کیا جا سکتا ہے۔

کمبھ کرن' راون کے چھوٹے بھائی نے خطاب کیا اس نے سیتا کے اغوا کے بارے میں بادشاہ سے سخت الفاظ کہے بعد میں اس نے کہا کہ جو ہوا سو ہوا اپنی عزت نفس کو داؤ پر لگانا ٹھیک نہیں۔کمبھ کرن رام کے بارے سب کچھ جانتا تھا۔مگر اپنے بھائی کی خاطر سب کچھ قبول کر لیا۔اور ستائشی انداز میں بادشاہ سے گفتگو کی۔بعض کے نزدیک یہ بے وقوفی تھی اس نے اپنی تردید خود ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردی سب جوش وخروش میں تھے مگر وبیش اس میں شامل نہ تھا۔

وبیش کھڑا ہو کر بولا اگر آپ نے سیتا کو واپس نہ کیا تو ہم سب کی تباہی یقینی ہے پھر اس نے رام کی طاقت پر روشنی ڈالی۔ وبیش کی اس ملامت پر راون کا بیٹا اندر جیت پھٹ پڑا۔ اس نے کہا وبیش کا مشورہ ہم سب کی توہین ہے۔ وبیش نے نرمی سے جواب دیا کہ بھتیجے تم یہ سب غلط کہہ رہے ہو۔ اور تمام مشیر جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ دھرم کے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ اب وبیش نے محسوس کر لیا کہ اس کے لئے لنکا میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ چار اچھے راکشس دوست بھی اس کے ساتھ تھے۔ اب وہ اڑن کھٹولا میں جو وہاں عام تھا سوار ہو کر رام اور لکشمن کے پاس چلا گیا۔

وانروں کو آسمان پر روشنی سے شبہ ہوا کہ لنکا سے سازش سے مارنے آئے ہیں مگر وبیش نے فضا سے ہی کہا کہ وہ راون کا بھائی وبیش ہے اور اسے چھوڑ کر آپ کے پاس رہا ہے۔ سوگریو نے رام سے اپنے شک کو مفصل طور پر بیان کیا۔ رام نے ہنومان اور دوسروں سے مشورہ کیا۔

وھیش کامسئلہ:

رام نے ہنومان سے خاص طور پر مشورہ لیا۔ اس نے وبیش کے حق میں رائے دی اور کہا کہ شک کرنا فضول ہے۔ رام نے سوگریو سے کہا کہ اگر کوئی میرے پاس پناہ لینے آتا ہے تو میں اسے مسترد نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ راون خود کیوں نہ ہو۔ وبیش کو میرے پاس لے کر آؤ۔

راون کی بے وقوفی:

راون نے سوگریو کو رام سے جدا کرنے کی کوشش کی۔ بھیس بدل کر سوگریو کے پاس آیا۔ سوگریو نے اسے دوٹوک جواب دیا کہ جو رام کا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے۔ وانروں نے اسے پکڑ لیا اور زدوکوب کرنے لگے۔ رام نے اسے چھڑایا اور جانے کی اجازت دے دی۔ جونہی رام نے وبیش کو اپنے ساتھ ملانے کی منظوری دی تو سوگریو اور لکشمن نے فوراً وبیش کو لنکا کے بادشاہ کے طور پر تاج پہنا کے سمندر کے پانی سے بھیشک انجام دی۔ وبیش نے وفاداری کا وعدہ کیا۔

سمندر میں راستہ بنایا گیا اور فوج سمندر پار کر گئی۔ راون نے اپنے سالاروں کو مہمات سپرد کیں۔ اس نے اپنے بیٹے اندر جیت کو مغربی دروازے پر متعین کیا اور خود شمالی دروازہ پر محافظ بنا۔

رام نے اپنی فوج کو تقسیم کیا اور ہر سربراہ کو مخصوص ذمہ داریاں دیں۔ نیل کو مشرقی دروازے پر لڑنے بھیجا۔ انگلا کو جنوبی دروازے پر بھیجا۔ ہنومان کو مغربی دروازے پر اندر جیت سے مقابلہ کے لئے متعین کیا۔ رام نے کہا کہ لکشمن اور میں لنکا پر براہ راست حملہ کریں گے سوگریو' جام بوت'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وبیش ہماری فوج کے پیچھے لڑیں گے۔فوج نے رات کوآرام کیا۔لنکا کی شان وشوکت دیکھ کر رام کو بہت افسوس ہوا کہ ایک گنہگار شخص کی وجہ سے راکشس نسل کی یہ ساری دولت اور شان تباہ ہو جائے گی۔فوج کو نظم وضبط رکھنے کی تلقین کی۔

جنگ کا آغاز:

وانرفوج کوہ سودیل سے اتر کر لنکا کے ملحقہ جنگل میں جمع ہوگئی۔وانرفوج نے راون کی فوج کی طاقت کا اندازہ لگایا۔لنکا سے آنے والی بھگون اور ڈھول وغیرہ کی آواز نے ان کے حوصلہ بلند کردیئے۔رام نے فوج کو ٹکڑیوں میں تقسیم کیا۔

رام لنکا کے حسن' اور افادیت سے بہت متاثر تھا۔سوگریو اچانک لنکا شہر کے ایک مینار پر چڑھ گیا۔اس نے راون کو شاہی پوشاک میں دیکھا۔سوگریو پکارا' راون تم پھنس چکے ہو۔یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے میں رام کے خادموں میں سے ہوں یہ کہہ کر اس نے راون پر چھلانگ لگا دی اس کا تاج اتار کر پھینک دیا۔اور اسے زوردار گھونسا رسید کیا۔دونوں کافی دیر تک گتھم گتھا رہے۔سوگریو رام کے پاس آ گیا۔رام نے کہا کہ تمہاری یہ حرکت ٹھیک نہیں تھی۔سوگریو نے غلطی کا اعتراف کیا۔وانرفوج نے لنکا کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔رام نے انگلا کو بلایا اور کہا کہ میرا یہ پیغام راون تک پہنچادو کہ تمہارا وقت نزدیک ہے رام تمہارے دروازے پر کھڑا ہے۔مال ودولت اور اقتدار نے تمہیں مغرور بنادیا ہے تو نے دنیا کو بہت ستایا۔اگر تو کھلے میدان میں آ کر کھڑا رہے تو تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔بہادر انگلا نے ایسا ہی کہا۔یہ پیغام سن کر راون غضب سے للکارا اور جھپٹا۔انگلا کے واپس آتے ہی رام نے فوج کو چڑھائی کا حکم دے دیا۔

راون نے دو جاسوسوں کو بھیجا کہ وہ رام کی فوج کی طاقت کا پتہ لگائیں۔انہوں نے بتایا کہ فوج طاقت ور ہے اس سے لڑنا خطرے سے خالی نہیں۔اب بھی سیتا کو واپس کر دیا جائے تو تباہی سے بچ سکتے ہیں۔

راون نے سیتا کو منانے کی آخری کوشش کی اور جادو کا سہارا لیا۔اس نے سیتا سے کہا کہ میری فوج نے سمندر پار کر کے رام اور اس کی فوج تباہ کردی ہے۔اس اثنا میں رام کی فوج شہر کے قریب آ گئی تھی۔شاہی گھرانے کی ایک عورت نے سیتا کو بتایا کہ رام قتل نہیں ہوا۔

راون نے مینار پر چڑھ کر دیکھا کہ ہر طرف فوج ہی فوج ہے۔راون نے ایک بڑا دستہ وانر فوج کے مقابل بھیجا۔بہت زوردار جنگ ہوئی۔سارا دن جنگ ہوتی رہی اور رات کو بھی جاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی اور خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ انگلا نے اندر جیت پر حملہ کیا اس کے گھوڑوں اور رتھ کو قتل کر دیا۔ تب اندر جیت نے رام اور لکشمن پر ناگ تیر چلائے۔ دونوں ان کی گرفت میں آ کر بے حس و حرکت ہو گئے۔ اندر جیت نے اپنی فوج کو مبارک باد دی اور فتح کی خوشی میں وہ اپنے باپ کے پاس آ گیا اور اعلان کر دیا کہ رام اور لکشمن ختم ہو گئے۔ مجروح اور مایوس وانر سورما رام اور لکشمن کو دیکھ کر ماند پڑ گئے اور اپنی شکست کو محسوس کیا۔ وبھیش نے سوگریو کو دلاسا دیا۔ اور کہا کہ رام اور لکشمن پھر لڑنے لگیں گے۔ وانروں نے فوج کو پھر منظم کیا اور دستوں کے سالار دوبارہ متعین کئے۔ راون نے اپنی عورتوں کو بلا کر کہا کہ سیتا کو جا کر اطلاع دو کہ رام اور لکشمن مارے گئے ہیں اور راون کی فتح ہو گئی ہے سیتا نے میدان جنگ کو دیکھا اور رام اور لکشمن کو زمین پر پڑے دیکھا یہ دیکھ کر وہ رونے لگی۔ اس دکھ کے وقت اس کی راکشسی کام آئی اس نے شہزادوں کو قریب سے دیکھ کر سیتا سے کہا کہ وہ مرے نہیں ابھی زندہ ہیں۔

کچھ دیر بعد تیروں کا اثر جاتا رہا اور دونوں ہوش میں آ گئے۔ سوگریو نے اپنے چچا سوشین سے کہا کہ زخمی رام اور لکشمن کو کش کندھیہ لے جاؤ ان کا علاج کرو میں راون سے نپٹ لوں گا اور سیتا کو ساتھ لے کر واپس آ جاؤں گا۔ اس کے چچا سوشین نے کہا کہ کچھ جڑی بوٹیاں ایسی ہیں۔ جو ان کے زخموں کو آرام دے سکتی ہیں ہنومان کو معلوم ہے کہ وہ کہاں سے مل سکتی ہیں۔ مگر ایک گرودا ناشخص نے جو رام کو قدیم سے جانتا تھا ان کا علاج کیا اور وہ تندرست ہو گئے اب وانر فوج میں پھر جوش پیدا ہو گیا اور قلعہ پر حملے شروع کر دیئے۔

راون کی شکست:

راون نے اپنے محل میں وانر فوج کے نعروں کی آواز سنی اسے معلوم ہوا کہ سوگریو کی قیادت میں وانر فوج نے قلعہ پر زوردار حملہ کر دیا ہے۔ راون نے دھرم راکشس سے کہا کہ وہ خود میدان میں آئے۔ دھرم راکشس نے ہنومان کے دستے پر حملہ کیا مگر مارا گیا۔

وجروھشتر نے ایک طاقتور فوج سے انگلا کا مقابلہ کیا۔ بہت سے وانر مارے گئے بالآخر انگلا نے دست بدست لڑائی میں وجر کو کچل دیا۔ راون کے حکم پر پرسبت نے اکمین فوج سے حملہ کیا اور زبردست جنگ ہوئی وانر شکست خوردہ ہو کر بھاگنے والے تھے کہ ہنومان نے انہیں حوصلہ دیا اور ہنومان نے اکمین کو مار ڈالا۔ راکشس فوج منتشر ہو گئی۔

اکمین کی موت کے بعد راون نے دفاعی انتظامات کا جائزہ لیا اور پرسبت سے مشورہ کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روان نے اندرجیت کی ماتحت فوج کا ایک دستہ قلعہ سے باہر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ پرسبت نے راون سے کہا کہ ہم نے پہلے ہی مشورہ دیا تھا کہ سیتا کو واپس کر دیا جائے۔ پرسبت بہت بڑی فوج کو مقابلہ کے لئے لے آیا۔ پھر بڑی زبردست لڑائی ہوئی راون کی فوج کے بڑے سپہ سالار مارے گئے تو راون کی فوج بھاگنے لگی۔

اب راون خود باہر نکلا۔ اس نے بہت سے وانر قتل کر دیئے۔ ہنومان نے راون پر حملہ کیا۔ لکشمن اور راون کے مقابلہ میں لکشمن بے ہوش ہو کر گر پڑا ہنومان اسے اٹھا کر رام کے پاس لے آیا۔ رام نے راون پر شدید حملہ کیا جس سے راون زخمی ہو کر گر پڑا۔ اس کا سنہری تاج اور رتھ بھی ٹوٹ گئے۔ اب وہ تمام ہتھیاروں سے محروم ہو کر رام کے سامنے کھڑا تھا۔ رام نے اسے کہا کہ اب تم جاؤ اور آرام کرو کل تازہ دم ہو کر ہتھیاروں کے ساتھ واپس آنا۔

راون کے بھائی کمبھ کرن کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا اور اس نے جنگ کرنے کی ٹھان لی وہ اپنے بھائی راون کے پاس گیا۔ راون نے کہا کہ تم نیند میں تھے مگر یہاں بہت کچھ ہو گیا۔ کمبھ کرن نے راون کو غلطی کا احساس دلایا کہ اس نے سوچے سمجھے بغیر سیتا کو اغوا کر لیا۔ راون نے بھائی سے کہا کہ اسے تنقید کی بجائے طاقت کی ضرورت ہے۔ جب دیو قامت کمبھ دیوار پھاند کر باہر آیا وانر فوج پر بڑا رعب طاری ہو گیا۔ اور بڑی مشکل سے انہیں پھر سے منظم کیا گیا۔

کمبھ کرن اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ انگلا بھی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ سوگریو کو موثر ضرب آئی۔ کمبھ کرن بے ہوش سوگریو کو اٹھا کر لنکا کی جانب چل دیا۔ راکشس فوج نے فتح کے نعرے لگائے۔ اب کمبھ کرن نے وانروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ لکشمن نے اپنے تیروں سے اسے روکنا چاہا مگر وہ رام کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ رام نے تیروں سے اس کی ٹانگیں بے کار کر دیں مگر وہ کہنیوں کے بل لڑھکتا اور آگے بڑھتا گیا۔ بالآخر رام نے تیر سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ یہ خبر راون تک پہنچ گئی اس کا دل بیٹھنے لگا وہ چاہتا تھا کہ دشمن فوج قلعہ اور اشوک باغ میں داخل نہ ہو۔ وہ سوچتا ہوا محل میں آیا۔ اب راون کے بیٹے اندرجیت نے باپ کو حوصلہ دیا اور فوج اکٹھی کر کے حملہ کر دیا۔ اس نے ہزاروں وانروں کو قتل کر دیا۔ رام لکشمن پھر بے ہوش ہو گئے۔ اور اندرجیت باپ کو خوشخبری دینے گیا۔

وبھیش نے پھر فوج اکٹھی کی۔ جام بوت نے مردہ آواز میں پوچھا کہ ہنومان زندہ ہے۔ اسے ہنومان نے خود بتایا کہ وہ زندہ ہے۔ ایک بوڑھے وانر نے ہنومان سے کہا کہ وویشھ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہلاش کے پہاڑوں کے درمیان ایک بوٹی ہے وہ لاؤ اس سے سب اچھے ہو جائیں گے۔ وہ بوٹی لایا' جس سے رام کے زخم بھر گئے اور کچھ دیر بعد وہ پہلے کی طرح تندرست ہو گئے۔ جنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ اب سوگریو نے رام سے مشورہ کر کے چند دانروں کو اکٹھا کیا اور انہیں شہر میں داخل ہو کر آگ لگانے کے لئے کہا۔ وہ رات کے وقت مشعلیں لے کر شہر میں داخل ہوئے اور ہر طرف آگ لگا دی۔ لنکا کو جلتے دیکھ کر راون بہت غضبناک ہوا اس نے کمبھ کرن کے بیٹوں کمبھ اور نکھمہ کو راکشس سورما کے ساتھ بھیجا۔ ایک اور خوفناک جنگ کے بعد سوگریو نے دونوں کو مار دیا اور بہت سے سورما بھی مارے گئے۔ راون کے کہنے پر اندر جیت ایک بار پھر مڑنے لگا۔ رام نے ہنومان اور دوسرے سالاروں کو اندر جیت کے پاس بھیجا۔ ایک زبردست جنگ ہوئی۔ لکشمن نے ایک زبردست تیر مارا' اندر جیت کا سر کٹ کر گر پڑا۔ لکشمن خود بھی بڑا زخمی تھا۔

راون نے سوچا کہ اندر جیت بھی مر گیا۔ اب اس سارے فساد کی جڑ کو ختم کر دینا چاہیے اور تلوار لے کر سیتا کو قتل کرنے چلا۔ وزیر سپارسو ہم گیا اس نے راون کو اس کام سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ عورت کو قتل کرنا بزدلی ہے سیتا کی جگہ رام کو قتل کرو۔ راون کو یہ بات سمجھ آئی۔ اب اس کے سالار ہاتھیوں' گھوڑوں اور رتھوں پر فوج لے کر جنگ کو نکلے۔ رام نے تیروں کی بوچھاڑ سے فوج تباہ کر دی۔ ہاتھی گھوڑے مر گئے۔

راون کا خاتمہ:

لنکا کے ہر گھر میں صف ماتم بچھی تھی۔ راون لنکا سے باہر نکلا تو لکشمن نے اس کی راہ روکی۔ راون لکشمن کے پاس سے گزر کر رام کے سامنے آیا۔ رام کے تیر راون کی زرہ کو چھید نہ کر سکے۔ لکشمن بے ہوش ہو گیا۔ سخیوی پہاڑی کی بوٹی سے لکشمن کی جان بچائی گئی۔ ماتلی اپنے گرو اندر کا رتھ رام کے لئے لے کر میدان گیا اور رام نے کہا کہ اس رتھ پر بیٹھ دشمن سے لڑو۔ راون زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا اس کا رتھ بان اسے نکال کر لے گیا مگر ہوش آنے کے بعد راون نے رام سے پھر جنگ شروع کر دی۔ اب کے وہ زخمی ہو کر نیچے گر گیا۔ تیر اس کے سینے میں لگا اور راون ختم ہو گیا۔ اس کی ملکہ سندوری نے اس کے متعلق سخت سست کہا اور بے ہوش ہو گئی۔

اختتام:

وبھیش کو ایک شاندار تقریب میں لنکا کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ ہنومان نے اجازت لے کر سیتا کو سب کچھ بتایا۔ ہنومان نے سیتا سے کہا کہ میں آپ کی محافظ عورتوں کو قتل کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو بے حد تکالیف دیں۔ مگر سیتا نے منع کر دیا۔ رام نے وبھیش سے کہا کہ سیتا کو نیا سنگار کر کے یہاں لے آؤ۔ مگر سیتا نے کہا کہ وہ اسی حالت میں جائے گی۔ وبھیش نے اسے رام کے حکم پر عمل کرنے کو کہا تو وہ نہا دھو کر آئی۔ سیتا کی ڈولی آنے پر وانرا استقبال کے لئے لپکے مگر سالاروں نے انہیں روک دیا جس پر رام نے کہا کہ انہیں مت روکو آنے دو۔

رام نے سیتا سے کہا کہ اب تمہیں تنہا زندگی گزارنا ہوگی۔ ہمارے کسی عزیز کی حفاظت میں رہ سکتی ہو۔ اس نے غصے میں لکشمن کو کہا کہ آگ جلاؤ لکشمن نے آگ روشن کر دی۔ سیتا نے اپنے شوہر کے گرد چکر لگائے اور آگ میں کود گئی۔ مگر اسے بچا لیا گیا اور رام کے حوالے کر دیا گیا۔ رام نے کہا کہ میں تمہاری پاکدامنی کو جانتا ہوں۔ یہ امتحان لوگوں کے لئے تھا۔ رام اور سیتا پشپک (ہوائی جہاز) پر بیٹھے اور اڑ گئے۔ رام نے سیتا کو اڑان کے دوران سب جگہیں دکھائیں۔ ایودھیا میں خوشی کا طوفان امنڈ پڑا۔ رام اور بھرت گلے ملے۔ اب رام نے اقتدار سنبھالا اور بھرت کی خواہش پوری ہوئی۔ سیتا نے موتیوں کی بیش قیمت مالا ہنومان کے گلے میں ڈال دی۔

رام نے بحیثیت اوتار کے ایسی حکومت کی کہ رام راجیہ ضرب المثل بن گئی۔ یقیناً رام کی حکومت ایشور کے احکام پر مبنی انصاف اور محبت سے بھرپور تھی۔ مگر افسوس ہے کہ رام راجیہ کا معنی غیر ہندوؤں کو قتل کرنا اور ایک ظالم اور متکبر حکومت کو قائم کرنا قرار دے دیا گیا ہے۔

رامائن پر تحقیقی نظر

رامائن شری رام چندر کی جلاوطنی اور دوسری مہمات کی کہانی ہے۔ یہ سنسکرت کی رزمیہ داستانوں میں سب سے پرانی داستان ہے۔ رامائن تقریباً ۵۰۰ برس یا اس سے بھی قبل از مسیح مرتب کی گئی۔ اس کے تین نسخے ہیں' ایک شمالی دوسرا بنگالی اور تیسرا بمبئی کا نسخہ ہے۔ تینوں میں اختلافات ہیں۔ بنگالی نسخہ میں بہت زیادہ اضافہ جات کئے گئے ہیں۔

رامائن میں شری رام چندر کی زندگی کے کارنامے' رام اور سیتا کی محبت' راون کا سیتا کو اغوا کر لینا' شری رام اور راون کے درمیان جنگ کا بیان ہے۔ یہ سات کانڈوں یا حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ بال کانڈ.....شری رام کا بچپن۔

۲۔ ایودھیا کانڈ.....ایودھیا کے واقعات اور شری رام کی جلاوطنی

۳۔ آریہ کانڈ.....شری رام کا بن باس اور سیتا کا اغوا

۴۔ کش کندھیہ کانڈ.....کش کندھیہ (میسور) میں شری کا مقام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ سندر کانڈ.....شری رام کا اپنے حلیفوں کے ہمراہ سیلون (لنکا) پہنچنا

۶۔ یدھ کانڈ.....راون اور رام کے درمیان جنگ۔راون کی شکست۔اسے لنکا کانڈ بھی کہتے ہیں۔

۷۔ اتر کانڈ.....موخر حصہ' ایودھیا میں شری رام کی زندگی' سیتا کی جلاوطنی۔اس کے دو بیٹوں کی پیدائش۔شری رام اور سیتا کا دوبارہ ملاپ' سیتا کی موت اور رام کا آسمان پر جانا۔

آخری حصہ میں داستان کو ایک افسوسناک انجام تک پہنچایا گیا ہے جو کچھ یوں ہے کہ سیتا کی شہرت ایودھیا واپسی پر مشکوک رہی اور ملک کے لوگوں نے اپنے بادشاہ پر انگلیاں اٹھائیں' کیونکہ راون کے محل میں ایک سال گزارنے والی بیوی کو گھر واپس لے آیا تھا۔رام نے عوامی رائے کے آگے سر جھکا دیا اور اپنی پیاری اور وفادار بیوی کو ایک مرتبہ پھر جنگل میں بھیج دیا۔سیتا نے اس کہانی کے مصنف والمیکی جو شری رام کے پر اعتماد دوست تھے اور ایودھیا میں رہتے تھے کے ہاں پناہ لی وہیں جڑواں بچوں یعنی لاوا اور کش کو جنم دیا۔سال گزرتے گئے۔لاوا اور کش جوان ہو گئے والمیکی نے انہیں اپنے شاگردوں کے طور پر پالا۔

کئی سال بعد رام نے ایک اشومیدھ (گھوڑے کی قربانی) کا اہتمام کیا۔پڑوسی ممالک کے بادشاہ اور شہزادے ایودھیا آئے۔وہاں والمیکی اور اس کے شاگردوں لاوا اور کش نے عظیم داستان رامائن پڑھی۔اس دلچسپ حصے میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ قدیم ہندوستان میں گیت اور شاعری بہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی تھی دونوں لڑکوں نے یہ کہانی یاد کر رکھی تھی۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ نظم ۵۰۰ کینٹوز (Cantos) اور ۲۴ ہزار اشعار پر مشتمل تھی۔وہ ہر روز ۲۰ کینٹوز پڑھتے اور یوں ۲۵ دن میں ساری نظم مکمل ہو گئی۔

رام نے اپنے بیٹوں کو پہچان لیا اور اس کے دل میں جلاوطن کی گئی سیتا کی خواہش ایک مرتبہ پھر پیدا ہوئی۔وہ ملک سے گئی تھی لیکن دل سے نہیں۔شری رام نے شاعر والمیکی سے اپنی بیوی واپس مانگی اور خواہش کی کہ وہ ایک مرتبہ پھر راج سبھا میں اپنی پاکیزگی کا ثبوت دے۔تاکہ لوگوں کا شک رفع ہو جائے۔سیتا آئی مگر اس کی شخصیت شک میں ملفوف تھی لہٰذا وہ زمین میں واپس چلی گئی۔

اتر کانڈ کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ شری رام اور اس کے دو بھائیوں نے عظیم شہروں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنتوں کی بنیاد رکھی جو عیسوی عہد سے چار پانچ سو سال قبل مغربی ہندوستان میں بہت پھلی پھولی۔

بھرت کے دو بیٹے مکش اور لکشمن تھے۔ جنہوں نے دریائے سندھ کے مشرق میں ٹکشلا (ٹیکسلا) اور دریائے سندھ کے مغرب میں پشکاوتی کی بنیاد ڈالی۔ لکشمن کے دو بیٹے انگلا اور چندر کیشو تھے۔ انگلا نے کرو ید سلطنت اور چندر کیشو نے مالوہ کے علاقہ میں چندر کا شہر آباد کیا۔

شترو گھن کے دو بیٹے سواہو اور شترو گھتی، متھر ا اور وویش کے حکمران بنے۔

شری رام کے دو بیٹے لاوا اور کش تھے۔ لاوا نے پانچویں یا چھٹی صدی قبل مسیح میں اودھ کے دارالحکومت سرسوتی پر راج کیا۔ اور کش نے وندھیا پہاڑوں کے دامن میں کشاوتی کی بنیاد رکھی۔ بہر حال رام اور سیتا کامل مرد اور کامل عورت کا ہندوستانی مثالی نمونہ بن گئے۔

نواب سید حکیم احمد نے اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ اختلافات کی بیشتر وجہ یہ ہے کہ تحریری صورت میں آنے سے پیشتر رامائن کی نظمیں ایودھیا کے ''اکشواکو'' خاندان کے بہادروں کے کارناموں پر اکتارہ وغیرہ مختلف سازوں پر بھاٹ ترنم سے گاتے تھے اور شوق سے سنی جاتی تھیں اور جس طرح بھاٹوں نے زبانی نغمہ سرائی کی وہی بعد میں تحریر میں آ گئی۔

عام طور پر رامائن کی تصنیف ایک بزرگ والمیکی سے منسوب ہے۔ محققین کے نزدیک اصلی تصنیف تو والمیکی کی ہے مگر بعد میں اضافے ہوتے رہے۔ رامائن کے اپنے بیان کے مطابق والمیکی رام چندر کے ہم عصر تھے اور ایودھیا میں دریا کے کنارے پر رہتے تھے۔ اس بیان سے کہ رام چندر کے تمام لڑکے والمیک کے گھر پیدا ہوئے، معلوم ہوتا ہے کہ والمیک کا شاہی خاندان سے بہت تعلق تھا۔ والمیک نے رام چندر کی داستان رام کے دونوں لڑکوں کو سنائی تھی اور وہیں سے یہ سارے ہندوستان میں پھیل گئی پروفیسر میکڈونل کی رائے ہے کہ رامائن مہا بھارت اور بدھ مت سے قبل کی تصنیف ہے کیونکہ ان دونوں کے متعلق رامائن میں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ رامائن کے عہد کے پولیٹکل حالات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں ہندوستان میں مقامی حکومتیں قائم تھیں جگہ جگہ راجہ راج کرتے تھے۔ لیکن بدھ مت اور مہا بھارت کے عہد میں بڑی بڑی سامراجی حکومتیں قائم تھیں اور شہنشاہی دور جاری تھا۔ رامائن میں اگرچہ مافوق الفطرت حالات و واقعات بیان کئے گئے ہیں اور دیو مالائی تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ تاہم رام، لکشمن اور سیتا جی کو انسانی روپ میں پیش کیا گیا ہے اور رام چندر جی اپنے فرقہ اور قوم کے مقتدر بادشاہ کی حیثیت سے نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتے ہیں۔

پروفیسر میکڈونل کے مطابق والمیک کی داستان رگ ویدی و دیو مالائی تخیل پر مبنی ہے۔اور والمیک کا ہیرو رگ ویدی زمانہ کا مقتدر بادشاہ ہے اور رگ ویدی دیو مالا کے اندر دیوتا کی نمائندگی کرتا ہے۔رگ وید کے مطابق سیتا کھیتوں کی دیوی تھی اور اس کی پرستش کی جاتی تھی۔

ہندو دیو مالائی ذہنیت نے شری رام چندر کی مہمات کو غیر انسانی واقعات سے بھر دیا ہے۔ حالانکہ وہ ایشور کے فرستادہ تھے اور وعدہ کی وفا کے لئے انہوں نے بہت تکالیف اٹھائیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ رامائن اور گیتا میں نمایاں فرق ہے کہ گیتا کو مہابھارت کے حصوں سے الگ کرلیا گیا جس میں شری کرشن نے ارجن کو ایشور' کائنات اور انسان کے باہمی تعلقات کے بارے میں سمجھایا ہے کہ فرض کو پورا کرنا ہی دھرم ہے۔مگر رامائن میں ایسا کوئی مقام نہیں آیا کہ شری رام کو شری کرشن کی طرح کسی شخص کو اس کے فرض پر ابھارنے کے لئے ہدایات دینے کا موقع ملا ہو۔

داستان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شری رام کا سب سے بڑا کارنامہ راکشسوں (ڈاکوؤں' قاتلوں وغیرہ) کا خاتمہ ہے جو کرنڈوگ جنگل میں خدا کی عبادت کرنے والوں کو تنگ کرتے اور قتل کرتے تھے۔راون بھی اس راکشسی گروہ کا سرغنہ تھا۔راون کا خاتمہ دراصل لنکا سے بدی کی حکومت کا خاتمہ تھا اور وبھیش جیسے نیک انسان کی حکومت قائم کرنا تھا۔اور پھر بعد میں شری رام چندر کی اپنی حکومت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے جو نیکی' انسان دوستی اور محبت و امن کا گہوارہ تھی۔

بہرحال تحقیق سے معلوم ہوتا ہے شری رام کی داستان غیر انسانی دیو مالائی واقعات پر مبنی نہیں ہے بلکہ ایشور کی طرف سے ہدایت دینے والے عظیم راہنما کی داستان ہے۔

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شری کرشن اور بھگوت گیتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شری کرشن اور بھگوت گیتا

ہندو لٹریچر میں برہمن اور کھشتری کی نظریاتی اور عملی کشمکش بہت نمایاں پائی جاتی ہے۔ برہمن نے ہندو سوسائٹی کو چار ذاتوں میں تقسیم کر دیا۔ یعنی برہمن، کھشتری، ویش اور شودر۔ اسی طرح فرد کی زندگی کے بھی چار مراحل قائم کر دیئے۔ طالب علمی، گرہستی، بن باس اور گوشہ گیری۔

ہندو معاشرہ میں ہر شخص چار ذاتوں میں سے کسی ذات یا ورن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہی تعلق اس کے معاشرتی مرتبہ کو متعین کرتا ہے۔ برہمن سب سے اونچی ذات کا مالک ہوتا ہے۔ یہ علم سکھاتا ہے اور مذہبی کتب کی تفسیر کرتا ہے اور مذہبی رسوم کو بجالاتا ہے۔ کھشتری، معاشرہ کو دشمن سے بچانے کے لئے جنگ کرتا ہے۔ ویش، تجارت کرتا اور شودر صفائی وغیرہ کرتا ہے۔

اس تقسیم کے خلاف ہندو معاشرہ میں شری رام چندر، شری کرشن، مہاتما بدھ اور مہاویر نے جدوجہد کی۔ مگر برہمن کی نظریاتی بالادستی قطعی طور پر ختم نہ ہو سکی۔ شری رام چندر کا ذکر کیا جا چکا ہے اب شری کرشن اور ان کی الہامی کتاب بھگوت گیتا کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بھگوت گیتا کی حقیقت:

بھگوت گیتا دراصل ایک مکالمہ ہے جو کرشن اور ارجن کے درمیان ہوا۔ یہ مکالمہ اخلاق کے دو مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک مکتبہ فکر جس میں انسان بدی کی قوتوں کے ساتھ جنگ کر کے انہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا مکتبہ فکر ان قوتوں سے گریز کر کے ذاتی اصلاح پر زور دیتا ہے۔ یہ مکتبہ انفرادی نجات کا قائل ہے۔

گیتا اور اس کے ترجمے:

بھگوت گیتا، مہا بھارت کا ہی ایک حصہ ہے۔ یہ جنگ کوروؤں اور پانڈوؤں میں دہلی کے قریب کوروکشیتر کے میدان میں لڑی گئی تھی۔ گیتا اٹھارہ ابواب (ادھیائے) میں سات سو شعروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل ہے۔ ہندوستانی روایت کے مطابق گیتا ویدوں کی تعلیمات کا جوہر ہے۔ گیتا کئی صدیوں تک ہندو معاشرہ پر اثر انداز رہی ہے۔ تقریباً تمام ہندوستانی فلسفیوں نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ جس میں شنکراچاریہ نے توحید کے تصور وحدت الوجود کے ماتحت اور رامانوج نے توحید الٰہی کے عقیدے پر تفاسیر لکھی ہیں۔ موجودہ دور میں سرادھا کرشن' مہاتما گاندھی اور آروبند نے بھی تفسیریں لکھی ہیں۔ گیتا کا انگریزی ترجمہ چارلس ڈکنز نے ۱۷۸۳ء میں کیا۔ آخری وقت میں سرایڈون آرنلڈ نے بھی ترجمہ کیا۔ یہ پونا کے ایک کالج میں سنسکرت کے پروفیسر تھے اور مہاتما بدھ کی زندگی پر لائٹ آف ایشیا (LIGHT OF ASIA) کے نام سے مبسوط کتاب لکھی جو نظم میں ہے۔ حضرت مسیح کی زندگی پر بھی لائٹ آف داورلڈ (LIGHT OF THE WORLD) نظم لکھی ہے۔

اب تک گیتا ۳۰ زبانوں سے زائد میں ترجمہ ہو چکی ہے اور اس کے ایک ہزار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ گیتا کا شعر میں اور صحیح ترجمہ خواجہ دل محمد نے اردو زبان میں کیا۔ جسے گیتا مشن نے سند دی تھی۔ اسی طرح ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے بھی ترجمہ کیا۔

۱۵۰۰ ق۔م میں ہندوستان میں آنے والے آریوں کی مذہبی زندگی ویدوں کے گرد گھومتی تھی۔ ان مقدس ویدوں کی الہامی دانش ہندوستانیوں کی روحانی رہنما تھی۔ ویدک طرز حیات توثیق حیات تھا مگر بعد میں اس میں تبدیلی آ گئی اور زندگی کو بنیادی طور پر نجس تصور کیا جانے گا۔ کرم اور تناسخ ارواح نے اس ماہیت کو بڑھاوا دیا۔

اپنشدوں کا فلسفہ:

اپنشدوں نے جو ویدوں کی تعلیم کا نقطہ عروج ہے' نجات کا بھی ایک فلسفہ دیا۔ اپنشدوں کے مطابق انسانی وجود کا جوہر حقیقی آتما (روح) ہے۔ روح زمان و مکان سے ماورا ہے۔ آتما کا رشتہ جسم کے ساتھ عارضی ہے۔ اگرچہ ساری طبعی زندگی کی عمارت ایشور یعنی جنم گیر روح پر استوار ہے۔ ایشور جوہر' ادراک اور شعور ہے۔ ایشور اور آتما ایک ہیں۔ انسانی زندگی کے دکھوں کی وجہ ان کے بارے میں غلط آگہی ہے۔ اگرچہ روح انسانی زندگی سے یکساں ہے مگر یہ اعمال کے اختلاف سے تناسخ کے چکر میں پھنس جاتی ہے اور بار بار جنم کا دکھ اٹھاتی ہے جب وجود انسانی اپنا جوہر اور ایشور کے ساتھ حقیقی تعلق کو شناخت کر لیتا ہے تو تناسخ کے چکر سے نکل جاتا ہے۔

اپنشد کے بنیادی فلسفہ نے ہندو سوسائٹی کو بہت نقصان پہنچایا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کا تعلق کسی ایک ورن (ذات) اور آشرم سے ہوتا ہے یعنی یا تو وہ برہمن ہوگا یا کھشتری یا ویش یا پھر شودر ہوگا اسی طرح وہ اپنی عمر کے لحاظ سے یا طالب علمی کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہوگا یا خانہ داری یعنی شادی واولاد کے لحاظ سے یا پھر ان سے فارغ ہو کر زندگی سے منہ موڑ کر اور آخر میں سنیاس کے عہد میں ہوگا۔ سنیاس مکمل ترک حیات ہے۔ اپنے فرائض بر انجام دینے والا کوئی شخص نیکی کا ذخیرہ ختم ہونے پر پھر جنم لے لیتا ہے۔ اپنشدوں کے فلسفہ نے تناسخ سے نجات پانے کا راستہ عمل ترک کر کے تارک دنیا ہو جانا بتایا اور کہا کہ اپنی روح اور خدا کی عینیت کو تلاش کرو۔

بھگوت گیتا کا فلسفہ دراصل اپنشد فلسفہ کی تردید ہے۔ اگر معاشرہ میں عمل ترک کر دینا بہترین عمل ہے تو معاشرہ کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ شری کرشن نے زندگی کا ایک زبردست تصور پیش کیا جس میں کوئی بھی شخص مذہب یا دھرم کی پیروی کر کے تناسخ ارواح سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔

گیتا کا فلسفہ:

گیتا کا اصلی نام بھگوت گیتا اپنشد ہے یعنی ''بھگوان کے راز سربستہ کا اظہار''۔ دریودھن نے جو کوروؤں کا سربراہ تھا' اپنے چچازاد بھائیوں پانڈوؤں کا راج چھین لیا تھا۔ پانڈوؤں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح بغیر لڑائی کے انہیں اپنا حق مل جائے مگر تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ آخر میں پانڈوؤں نے شری کرشن کو دریودھن کے پاس بھیجا مگر دریودھن پھر بھی نہ مانا۔ اور شری کرشن کو جواب دے دیا کہ جنگ کے بغیر وہ سوئی کے برابر زمین بھی نہ دے گا۔ بالآخر کوروکشیتر کے میدان میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔ جب جنگ کا وقت آیا تو ارجن پر خاص کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ جنگ میں تمام بھائی' بزرگ اور استاد مارے جائیں گے' ہزاروں بچے یتیم ہو جائیں گے۔ لہٰذا جنگ کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ احساس اتنا شدید تھا کہ اس کے ہاتھ سے کمان گر گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' اس نے شری کرشن کو صاف کہہ دیا کہ وہ جنگ نہیں کرے گا۔ یہاں سے ارجن اور شری کرشن کے درمیان وہ تاریخی مکالمہ شروع ہوتا ہے جس پر گیتا مشتمل ہے۔ مکالمہ جتنا آگے بڑھتا گیا اس میں وسعت اور گہرائی آتی گئی۔ یہاں تک کہ کائنات اور زندگی کے تمام مسائل پر گفتگو ہوئی۔ دراصل ارجن کا احساس اور شری کرشن کا وعظ اخلاق کے دو مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ ارجن کا مکتبہ اخلاق اپنے اردگرد ظلم وفساد' قتل وغارت گری' بدی کی قوتوں کے غلبہ کو نظر انداز کر کے اپنی انفرادی نجات پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دراصل یہ فرار کا راستہ ہے۔ شری کرشن نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نقطہ نظر کی سختی سے تردید کی اور ارجن کو اس کی اسی منفی نفسیاتی پریشانی اور ذہنی الجھاؤ کی کشمکش سے نکالنے کے لئے زندگی کا مثبت تصور پیش کیا۔ یہی وہ تصور اخلاق ہے جو رہبانیت کی اساس ہے اور مشرقی تصوف میں پیدا ہوا۔ اس تصور کے نزدیک یہ دنیا دارالعذاب ہے۔ اس سے بچنا اور نجات حاصل کرنا انسان کا فرض ہے۔ اس کے برعکس کرشن نے فرمایا کہ اے ارجن تم جسم کو آتما سمجھتے ہو۔ جسم مٹ جانے والا ہے مگر روح (آتما) کبھی نہیں مرتی۔ یہ لافانی اور دائمی ہے۔ شری کرشن کا مقصد ارجن کو اس کا فرض سمجھانا تھا۔ ارجن ایک جنگجو سپاہی ہے جس کے لئے حق کی خاطر لڑنا ایک فرض اور دھرم ہے۔ جو شخص اپنے دھرم پر عمل نہیں کرتا وہ نہ تو اس دنیا میں عزت پاتا ہے اور نہ آخرت میں نجات حاصل کر سکتا ہے۔

کوروؤں کا خاندان مدھیا دیش یعنی دہلی اور اس کے شمالی علاقہ میں آباد تھا۔ یہ بڑا طاقتور گروہ تھا ان کی زبان نے ترقی کر کے سنسکرت کی شکل اختیار کر لی۔ اس علاقہ میں وید لکھنے والے ادوار جمع کئے گئے اور یہیں برہمنوں کا مخصوص طبقہ پیدا ہوا جنہوں نے ایک برتر سیاسی اور سماجی حیثیت اختیار کر لی جو بعد میں سارے ہندوستان میں تسلیم کر لی گئی۔ آریوں کی تمام مذہبی کتابیں جو اس وقت موجود ہیں، یہیں تیار ہوئیں۔

مدھیا دیش سے باہر برہمنوں کا اتنا اثر ورسوخ نہیں تھا۔ اس لئے ان بیرونی ممالک میں محقق اور مفکر عموماً کھشتری ہوا کرتے تھے جن کی تعریف خود ان کے ہم عصر برہمنوں کی کتابوں میں ملتی ہے۔ چانکیہ کا مادی فلسفہ بھی اسی علاقہ میں پیدا ہوا۔ اس فلسفہ کے بانی اور سرپرست بھی کھشتری تھے۔ یہیں برہمنوں کے وحدت الوجود کے فلسفہ کے بالمقابل کھشتریوں نے توحید پرست تصور پیش کیا۔ بھگوت گیتا کے پہلے چار ابواب میں صاف اشارہ ملتا ہے کہ توحید پرست مذہب کھشتریوں کا قائم کردہ ہے اور بعض بادشاہ اس فلسفہ کے حامل اور سرپرست تھے۔

مدھیا دیش کے بیرونی ممالک میں وحدت الوجود فلسفہ کے برعکس توحید پرست مذہب پیدا ہوا اور ارتقا پذیر ہوا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس توحید پرست مذہب کی ابتداء شری کرشن واسدیو سے ہوئی۔ ان کے والد کا نام واسدیو اور ماں کا نام دیوکی تھا۔ مہابھارت کے تمام حصوں میں شری کرشن کو اوتار کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ انہیں ایک بہادر سپاہی اور مذہبی رہنما اور مصلح کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ شری کرشن نے خدائے واحد کا نام بھگوت رکھا اور اس کے پیرو بھاگوت کہلاتے تھے۔ سب سے پہلے اس کے قبیلے کے لوگوں نے اس مذہب کو قبول کیا۔ اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد عام بیرونی ممالک میں پھیل گیا۔ گیتا نے چانکیہ کے مادیت پسند فلسفہ کے خلاف توحید پرست فلسفہ کو پیش کیا۔ چانکیہ فلسفہ میں روح اعظم کے لئے ''یوکش'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔

مرور زمانہ سے برہمن مت کا اثر غالب ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ شری کرشن کے بھاگوتی مذہب میں شرک پوری طرح داخل ہوگیا اور گیتا کا توحید پرست تصور شرک سے آلودہ ہوگیا یہاں تک کہ کرشن کو بھگوان مان لیا گیا۔

ان سے پہلے شری رام چندر کا تصور خالص انسانیت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد شری کرشن کی تعلیم میں بدی کے خلاف جنگ کا تصور ابھرتا ہے۔ کرشن کی تعلیمات میں ایک اور اوتار کا ذکر بھی آتا ہے جس کے ہاتھ میں تلوار ہوگی اور وہ بدی کی طاقتوں کو فنا کردے گا اور دنیا میں عدل، رحم، معاشرتی انصاف کا مقدس دور شروع کردے گا۔ بھاگوتی مذہب میں کرشن کو ایشور (خدا) کا مکمل مظہر قرار دیا گیا ہے۔ گیتا میں (۴:۶) ایک جگہ برہما کہتا ہے کہ اگرچہ میں پیدائش اور موت سے ماورا ہوں پھر بھی میں مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتا ہوں تاکہ نیکی کو تقویت دوں اور بدی کو ختم کروں اور شریعت قائم کروں (۴:۷)

گیتا جس ماحول میں وجود میں آئی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مقصد اخلاقی تھا۔ زندگی کے مسائل کو سلجھانا اور نیک اعمال کی ترغیب دینا تھا۔ گیتا کے مطابق ایشور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے جس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ انجام۔ اس عقیدہ کو اپنانے والا شخص ہی بدی اور گناہ سے محفوظ رہ سکتا ہے اور خوف و پریشانی سے بچ سکتا ہے۔ ایشور نہ صرف تمام انسانی کائنات سے بلکہ انسانوں کی روح سے بھی ماورا ہے (باب ا۔ شلوک ۲۔۳)

ایشور کہتا ہے کہ میں سب کے دلوں میں مکین ہوں، علم اور عقل کا قیام، شلوک کا خاتمہ مجھ سے ہے، میں تمام علوم کی انتہا ہوں۔ میں ہی تمام علوم کا جاننے والا ہوں۔ اس دنیا میں دو پرش ہیں ایک فانی دوسرا لافانی، یہ تمام کائنات فانی ہے اور روح لافانی۔ لیکن ایشور دونوں سے جدا اور لافانی برہما ہے۔ یہ تینوں کائناتوں میں جاری اور ساری ہے اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔''

چونکہ میں ہر فانی چیز سے ماوراء ہوں اس لئے مجھے ویدون میں اور ہر جگہ پرشوتما (ایشور) کہا جاتا ہے۔ (۱۵۔۱۵۔۱۸)

''ایشور کی دو مختلف قوتیں ہیں ایک کمزور درجہ کی جو زمین، پانی، آگ، ہوا، نفس اور خودی میں ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری بلند درجہ کی ہے جو پہلی سے بالکل مختلف ہے۔ یہ روحانی حیات (جیو)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس سے یہ تمام کائنات قائم ہے۔اس تقسیم سے کسی ثنویت کا عقیدہ مطلوب نہیں۔اس کا سادہ مفہوم یہی ہے کہ مادی اور غیر مادی کائنات سب ایشور کی تخلیق ہے اور اس کی شہرت کے ماتحت اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہے۔ایشور نے (پراکرتی) یعنی مادہ کے رحم میں بیج ڈالا ہے اور اس سے تمام کائنات پیدا ہوئی ہے (۱۴:۳)۔ وہی سب کا باپ اور حاکم ہے۔وہی اس کائنات کی پیدائش، ترقی اور تباہی کا واحد ذمہ دار ہے۔اور اس حیثیت سے وہ اس کا آغاز وانجام ہے۔تمام اشیا میری طرف لوٹ کر آنے والی ہیں (۹:۷) وہی سب کی قسمتوں کا بنانے والا ہے یعنی ان کے اعمال کے مطابق ان کی جزا وسزا دیتا ہے۔چونکہ وہ انتہائی کمال کا حامل ہے۔اس لئے اس سے کسی خواہش یا تمنا کا اظہار ممکن نہیں اور اس لئے کائنات کی تخلیق میں اسکا کوئی مقصد نہیں۔اگر اس نے یہ کائنات تخلیق کی ہے تو اس سے مقصد محض مخلوق کی بھلائی ہے۔

''اے پرتھوی کے بیٹے' ان تین دنیاؤں میں کوئی کام ایسا نہیں جو میرے کرنے کا ہو اور نہ مجھے کسی ایسی چیز کی حاجت ہے جو میرے پاس نہ ہو۔اس کے باوجود میں ہر لحہ کام میں مشغول ہوں۔اگر میں اونگھ اور نیند سے محفوظ لگاتار کام نہ کرتا رہوں تو یہ تمام کائنات تباہ و برباد ہو جائے اور ہر جگہ فساد ہو جائے'' (۳۔۲۲:۴) اس مقصد کے ماتحت گیتا میں اوتار کا نظریہ پیش کیا گیا تا کہ دنیا کا فساد ختم ہو۔''جب کبھی ناانصافی اور ظلم دنیا میں عام ہو جائے اور عدل غائب ہو جائے۔تب میں جوازلی اور لافانی ہوں اور کبھی پیدائش سے ملوث نہیں ہوتا۔اپنے آپ کو فانی شکلوں میں ظاہر کرتا ہوں تا کہ نیکی کی حفاظت کروں' بدی کو ختم کروں اور اس طرح حق اور انصاف قائم ہو'' (۴:۶۔۸)

چونکہ خدا کا کوئی فعل کسی ذاتی خواہش پر مبنی نہیں ہوتا۔بلکہ مادے (پراکرتی) کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے جس پر وہ حکمران ہے اسی لئے اپنے اعمال کے باعث کسی نتیجہ کا پابند نہیں اور اس کی مطلق العنانی اور قدرت میں کوئی کمی نہیں آتی۔

عام طور پر انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا و جزا ملتی ہے۔لیکن اگر خدا سے صحیح محبت کی جائے تو اس محبت کے عوض وہ رحمت کے امیدوار ہو سکتے ہیں۔(۱۸:۶۴=۲۳۸:۱۴۔۲۰) تمام چیزوں کو چھوڑ کر میرے پاس پناہ ڈھونڈو میں تمہیں عام گناہوں سے نجات دوں گا۔کوئی غم نہ کرو۔(۱۸:۶۶)

گیتا میں پرش (روح) اور پراکرتی (مادہ) کی تقسیم موجود ہے۔لیکن اس کی ثنویت کو وحدت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔پرش کوئی علیحدہ اصول نہیں بلکہ ایشور ہی کی ایک شکل (پراکرتی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کائنات کے عمل کی تہہ میں ایک روحانی قوت موجود ہے۔اور پرش یعنی روح ایک مستقل بالذات اصول نہیں جیسا کہ چانکیہ کے فلسفہ میں ہے۔گیتا میں اتم پرش کا تصور بھی موجود ہے جو چانکیہ میں نہیں ہے۔

تیرھویں باب میں پرش اور پراکرتی کے درمیان تفصیلی امتیاز پیش کیا گیا ہے۔ارجن پوچھتا ہے کہ وہ پراکرتی اور پرش' میدان اور ناظر' علم اور معلوم کے متعلق جاننا چاہتا ہے۔شری کرشن نے جواب دیا کہ جسم میدان (کشتر) ہے اور وہ جو اس میدان میں واقعات کا مطالعہ کرتا ہے عالم (کشتر جنا) ہے۔یہ مثال بڑی اہم ہے۔میدان مسلسل کارزار' جدوجہد' ترقی وتنزل اور موت کا علاقہ ہے۔جاننے والے یا مطالعہ کرنے والے کا کام محض دیکھنا یا تماشا کرنا ہے۔

روح کی صحیح نوعیت:

روح کی صحیح نوعیت یہ ہے کہ وہ نصب العین کے حصول کے لئے مادہ کو استعمال کرتی ہے اور اس کو اس طرح ڈھالتی ہے کہ اس سے اپنے ارادوں کی تکمیل کرا سکے۔اگر روح کو منفیانہ تصور دے دیا جائے تو اس سے انسانی انفرادیت' اس کے جذبات اس کے بلند عزائم' اس کی اخلاقی حیثیت سب ختم ہو جاتی ہے۔روح جامد نہیں نمو پذیر ہے۔ساکن نہیں متحرک ہے۔اس پر واردات کا عکس نہیں پڑتا بلکہ یہ خود ان وارداتوں کو پیدا کرتا ہے اور ان سے اثر پذیر ہوتا ہے۔مادہ کی کثافت روح کی پاکیزگی کو آلودہ نہیں کرتی۔روح میں یہ فطری صلاحیت موجود ہے کہ اگر اس کے سامنے بلند تر مقاصد ہوں تو وہ آلودگیوں سے بچ جاتی ہے۔وہ مادے کی جنبش وحرکت کا مشاہدہ نہیں کرتی۔کیونکہ مادہ تو محض سکون وجمود ہے جبکہ جنبش وحرکت کا ماخذ روح ہے اور اس کائنات میں ساری تگ ودو اگرچہ مادہ کے وجود سے ہے تاہم اس میں یہ حرکت پیدا کرنا روح کے بغیر ممکن نہیں۔

ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ روح خدا کا قدیم حصہ ہے (۱۵:۷) تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسانی روح خالق کائنات ہی کی ایک محدود شکل ہے۔وہ خدا جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے۔جو مسلسل حرکت اور عمل سے کبھی عاجز نہیں ہوتا (۳:۲۲۔۴) تو پھر روح انسانی کس طرح جامد وساکن ہو سکتی ہے۔دراصل یہ تضاد سانکھیہ فلسفہ کے سبب پیدا ہوا ہے۔گیتا میں سانکھیہ فلسفہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مادہ کی حقیقت:

گیتا بتاتی ہے کہ پراکرتی (مادہ) کا تمام عمل ان تین صفات (گن) کی وجہ سے ہے جس سے مل کر مادہ بنتا ہے۔ دراصل گن کا یہاں مفہوم صفت کے نہیں بلکہ حصہ کے ہیں جن سے مل کر پراکرتی بنتی ہے۔ یہ گن تین ہیں۔

(۱) ستو: سفید حصہ وہ جزو ہے جو پاک صاف روشنی دینے والا نیک اور صادق ہے۔ (۲) رجس: سرخ حصہ جس سے عمل' جذبہ' بے چینی' قوت کا اظہار ہوتا ہے۔ (۳) تمس: سیاہ حصہ ہر اس چیز کا نمائندہ ہے جو بھاری' سیاہ' جمود و سکون کی یاد دلاتی ہے۔ ان گنوں کے مختلف نسبتوں میں ملنے سے اشیاء کا اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ گیتا کے نزدیک پراکرتی (مادہ) سے جو گن ظاہر ہوتے ہیں ان سے کوئی انسان کیا دیوتا بھی محفوظ نہیں۔ انہیں تین گنوں نے انسان کو کائنات کی زنجیروں اور زندگی کے چکر میں گرفتار کر رکھا ہے' صحیح آزادی ان گنوں سے ماورا ہونے کا نام ہے۔

زندگی کا جو نقشہ گیتا کا تمام قصہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے یعنی مسائل کی پیچیدگی' اور انسانی ذہن کی غلط فہمیاں' اس کو ان مسائل سے دوچار ہونے کی بجائے بن کے فرار کا آسان راستہ دکھاتی ہیں' ہمیں یہ سبق نہیں ملتا کہ ہم اپنے جسم' روح اور اس کے تمام گنوں کی خصوصیات سے بالاتر ہو کر دنیا کو ترک کر دیں۔ اس قصہ کا صحیح مقصد تو یہ ہے کہ ہم اپنی تمام مجبوریوں' اپنی حدود اور اپنی زنجیروں کو قائم رکھتے ہوئے اپنے لئے فلاح اور سعادت کا ایک اور صرف ایک راستہ اختیار کریں جس سے ایشور کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو اور یہ رضا بقول گیتا وہی ہے جس میں ہماری فلاح و بہبودی مضمر ہے (۱۸:۶۴)

گیتا کا اصل موضوع:

گیتا کے مصنف کا اصل موضوع انسان اور اس کی سعادت و شقاوت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تمام کائنات بے جان اور جاندار خدا کے مظاہر ہیں۔ لیکن انسان اس کائنات کا سرتاج اور تمام مخلوقات میں سے افضل ترین ہے وہ صرف انسان ہی ہے جس کو قوت و اختیار دیا گیا ہے جس کی مدد سے اگر وہ چاہے تو فلاح حاصل کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اپنے لئے مصیبت اور عذاب کے دروازے کھول سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گیتا کے مختلف اشلوکوں کا مطالعہ کرتے وقت بعض جگہ ایشور کی مطلق قدرت کا اظہار ایسے لفظوں میں کیا گیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان اس کائنات میں محض ایک بے جان تنکا ہے جس کو حوادث اور قضا وقدر کی ہوا جس طرف چاہتی ہے اڑا لے جاتی ہے ایک نہ ختم ہونے والی حرکت اسے ایک بے جان مشین کی طرح بلا مقصد گھمارکھتی ہے۔(۱۸:۵۹۔۶۱) انسانی نفس محض ایک بے حس مشیت کا آلہ کار ہے اور جو کچھ اس سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔اس کے لئے وہ بالکل مجبور ہے۔کیونکہ اس میں اس کی اپنی مرضی یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔(۱۱:۳۲۔۳۳) لیکن ان الفاظ سے جو کچھ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ اصل قصہ کی نوعیت اور اس کے مقصد سے دور لے جاتی ہے۔چنانچہ جب شری کرشن تمام وعظ ختم کرتے ہیں تو آخر میں ارجن سے یوں مخاطب ہوتے ہیں ''میں نے تمہیں علم سکھایا ہے جو تمام رموز سربستہ کا سرتاج ہے۔اس پر غور وتدبر کرو اور اس کے بعد جو تمہارے جی میں آئے کرو'' (۱۸:۶۳)۔یہ آخری الفاظ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ گیتا کے مصنف کے نزدیک انسان با اختیار اور موثر ہستی ہے جو نیکی اور بدی کے راستوں میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اپنے ارادہ واختیار سے جس راستہ پر گامزن ہونا چاہے' ہوسکتی ہے۔خدا کا قادر مطلق ہونا اور انسان کا صاحب اختیار ہونا دونوں باتیں عملی طور پر اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔لیکن ان میں منطقی ربط پیدا کرنا عقل انسانی سے ماورا ہے اور اسی لئے اکثر مذہبی صحیفوں میں اس قسم کا تضاد نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ارجن کھشتری ہے' بہادر ہے' عملی انسان ہے۔وہ شری کرشن پر سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے تاکہ ہر سوال کو بلا شک اور بات کو عملی طور پر سمجھ لے اور سچائی کیا ہے کی تہہ تک پہنچ سکے۔

گیتا کا انسان:

جب ہم اس تمام مابعد الطبیعاتی مباحث سے قطع نظر کرلیں تو گیتا کا آدمی درحقیقت ہماری ہی ذات کا عکس ہے۔وہ سوچتا ہے محسوس کرتا ہے اور ارادہ کرتا ہے۔وہ اس خارجی کائنات میں زندگی گزارتا ہے اور اسی تعلق سے اس کو برائی کی طرف ترغیبات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور رنج وخوشی وغیرہ تمام تقابلی جذبات کا تجربہ ہوتا ہے۔وہ اکثر اپنی خواہشات کا شکار ہوجاتا ہے۔خواہش' غصہ' لالچ' محبت ونفرت' وہ تصورات کا محل بناتا ہے اور ان کے حصول کے لئے آمادہ عمل ہوجاتا ہے۔ان سب کے باوجود وہ بعض دفعہ محسوس کرتا ہے کہ یہ زندگی شاید محض سراب اور مایا (دھوکا) ہے۔حقیقت اس خارجی دنیا میں جلوہ گر نہیں بلکہ پردہ کے پیچھے مستور ہے اس پردہ کو ہٹائے بغیر وہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتا۔شری کرشن نے اپنے وعظ کے آغاز ہی میں ارجن کو اس حقیقت سے آشنا کر دیا تھا کہ جسم اور کائنات سب فانی ہیں اور حقیقت صرف وہ روح ہے جو اس مرنے والے جسم میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنہاں وکارفرما ہے۔

فساد کا باعث:

گیتا کے نزدیک یہ الفت ومحبت (کام) یہ نفرت وحقارت' غصہ (کرودھ) یہ لالچ وطمع (لوبھ) تمام انسانی گناہوں کی جڑ اور باعث فساد ہے۔ یہی اسے برے خیالات اور برے عمل کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہی اسے حقیقت کے علم سے محروم رکھتے ہیں اور اس طرح اسے حقیقی سعادت کے حصول سے محروم کردیتے ہیں۔

فرائض کی ادائیگی اور معاشرتی تعلقات سے علیحدگی خود ایک گناہ عظیم ہے۔ صحیح راہ عمل یہ ہے کہ حتی الامکان ہم زندگی کے مسائل سے دوچار ہوں اور اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر پشیمان ہوکر توبہ کرتے چلے جائیں اور کوشش کریں کہ آئندہ ان سے بچتے رہیں۔

نیک انسان:

نیک آدمی وہ ہے جو اس معاشرے میں اپنے مقام کے مطابق فرائض کی ادائیگی میں دل و جان سے مشغول ہے۔ گیتا کے الفاظ میں وہ شخص دیوتاؤں کے زمرہ میں شامل ہے جس کی سیرت بلند' جس کا دل اپنے مقصد کے حصول میں منہمک اور جس کا ذہن اپنے مقصد کے حصول کے ذرائع تلاش کرتا ہے اور ایک ایسے ہی انسان کی مثال ہیں خود شری کرشن۔ گیتا نے ان نیک انسانوں کی بہترین صفات کا ذکر کیا ہے نیکی' خلوص' ضبط نفس' پاکیزگی' حیاء' جرأت وغیرہ۔ ان کے برعکس برے انسان وہ ہیں جن کا ٹھکانا تحت الثریٰ کے شیطانی گروہ کا مسکن ہے جو نفاق' غصہ' غرور' نفرت اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں جو خدا اور انسانوں کے دشمن ہیں اور اس چند روزہ زندگی کے اعمال اور نتائج پر مطمئن ہیں۔ گیتا نے کہا کہ بے خوفی' دل کی پاکیزگی' عمل کی تحصیل میں انہماک' سخاوت' ضبط نفس' قربانی کا جذبہ' مقدس کتب کی تلاوت' بدیوں سے اجتناب' صاف گوئی' سب کے لئے جذبہ احترام' اعتدال پسند طبیعت' چغل خوری اور گالی گلوچ سے پرہیز' خواہشات سے پرہیز' استقلال' حیا' نرمی' جوش' مصیبتوں اور تکلیفوں میں صبر' نفرت' حقارت اور غرور سے علیحدگی یہ صفتیں ہیں ان انسانوں کی جو روحانی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔

نفاق' غرور، خودستائی' غصہ اور جہالت یہ صفتیں ان انسانوں کی ہیں جو شیطانی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

''اے کنتی کے بیٹے' اپنے کرموں اور فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوکر جو فعل تم اپنے ارادہ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش سے نہیں کرنا چاہتے وہ تم سے تمہاری مرضی کے خلاف سرزد ہوگا۔ اے ارجن ایشور ہر شے کے دل میں مکین ہے اور اپنی مایا کی قوت سے تمام مخلوق کو نچاتا رہتا ہے۔" چنانچہ شری کرشن نے ارجن کو کہا کہ تمام دھرم کو بالائے طاق رکھ دو اور صرف مجھ میں پناہ ڈھونڈو (۱۸:۶۱)۔ یہ منزل درحقیقت اعلیٰ اخلاقی زندگی ہے جسے حاصل کرنا ہر شخص کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ انسان جب تک اس کائنات میں معاشرے کے مختلف بندھنوں میں جکڑا ہوا ہے اس کے لئے نیکی اور بدی یا دھرم اور ادھرم کی تمیز سے بالا ہو کر زندگی گزارنا ناممکن ہے۔

تناسخ:

گیتا کہتی ہے کہ آدمی کی موت کے بعد اس کی روح کچھ عرصے کے بعد دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے۔ جس طرح ہم پرانے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہن لیتے ہیں (۲:۲۲)۔ نیا جسم اس کی پہلی زندگی کے کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے مقرر ہوگا۔ یہ پیدائش اور موت کا چکر یونہی چلتا رہے گا حتیٰ کہ انسان اس سے نجات حاصل کر سکے۔ اس دوری تصور زماں کا نتیجہ لازمی طور پر یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس کائنات میں ایک محبوس قیدی سمجھنے لگتا ہے۔ اور اس کا نظام اخلاق اس بنا پر تعمیر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اور کیسے اس دنیا کی ذمہ داریوں سے بچ سکتا ہے اور کیسے اس زندگی کی مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے اپنی روح کو مادی آلائشوں سے ملوث ہونے سے بچا لے۔ یہ سلبی اخلاق اور سلبی نظریہ حیات اس دوری زماں کا منطقی نتیجہ ہے۔ افسوس ہے کہ گیتا جیسی جہاد کی تلقین کرنے والی اور زندگی کی کشمکشوں سے مردانہ وار مقابلہ سکھانے والی کتاب بھی اس منفیانہ تصور سے نہ بچ سکی۔

معلوم ہوتا ہے کہ سانکھیہ فلسفہ کے بعض پہلوؤں کو اور برہمن کے تصور وحدت الوجود کو اپنانے کی طرح تناسخ بھی گیتا کی تعلیم میں داخل کر دیا گیا۔ یہ گیتا کا اپنا فلسفہ نہیں کیونکہ گیتا نے اپنشدوں کے نظریات اور فلسفہ کو مسترد کر دیا ہے۔ اس کی جگہ گیتا نے نجات کے لئے ضبط نفس سے کام لینے کی تلقین کی ہے کیونکہ اگر اس دنیا کی دلچسپیوں میں دل لگایا جائے تو موت اور پیدائش کے چکر سے نجات پانا ناممکن ہے اس لئے بدی کے سرچشمے کو شروع ہی میں بند کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ضابطہ اخلاق کو اپنانا ضروری ہے۔ گیتا نے اسے یوگ کہا ہے۔

یوگ کا مفہوم:

یوگ کے لغوی معنی اتحاد کے ہیں اور آغاز سے ہی ضبط نفس کا وہ نظام ہے جس کی مدد سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک فرد ایشور کی ذات میں وصل حاصل کرسکتا ہے۔ بھگوت گیتا میں جہاں کہیں لفظ یوگ استعمال ہوا ہے اس سے مراد ضبط نفس ہے یا ضبط نفس کا کوئی طریقہ مراد ہے۔

گیتا میں یوگ کے تین طریقے بتائے گئے ہیں۔ ۱۔ کرم یوگ۔ ۲۔ جنان یوگ۔ ۳۔ بھگتی یوگ

ان سے مراد بالترتیب ایسا ضبط نفس ہے جو صحیح عمل، صحیح علم اور صحیح عبادت سے حاصل ہوتا ہے۔ گیتا کی خوبی یہ ہے کہ اس میں انسان کی فطرت کا صحیح اور مکمل تصور موجود ہے اور اس کے ذہنی، عملی اور جذباتی رجحانات کے اظہار کے لئے مساوی مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ جس میں وحدت الوجود کی طرح صرف علم پر زور نہیں اور نہ ہی صوفیانہ اور مروجہ یوگ کی جذباتی ذہنیت پر اکتفا کیا گیا ہے بلکہ ان سب کو ملا کر ایک معتدل نظام عمل پیش کیا گیا ہے۔

شری کرشن نے ارجن کو بتایا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے علم کی خاطر عمل کو ترک کر دیا ہے اور جنہوں نے حقیقت مطلقہ کے مشاہدہ کے لئے رہبانیت اختیار کر لی ہے۔ ان کی پیروی کرنا صحیح راستہ سے ہٹ جانا ہے۔ (۱۸۔۱۷:۷) یہیں عالم کی تعریف موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ذکر موجود ہے کہ یہ عالم وہی ہوسکتا ہے جس میں بھگتی موجود ہو۔ جو مجھے پرشوتم جانتا ہو۔ (گیتا میں پرشوتم کا تصور وحدت الوجودی حقیقت مطلقہ نہیں بلکہ خالص مذہبی خدا ہے۔ اسی طرح (۴۷۔۶:۴۶) میں ایک یوگی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جو ریاضتوں سے نفس پر قابو پاتا ہے یا جو علم خالص کا راستہ اختیار کرتا ہے یا جو اس زندگی کے عملی مسائل سے دوچار ہوتا ہے لیکن ایک صحیح اور بلند مرتبہ یوگی وہ ہے جو ان تمام باتوں کے ساتھ ایشور (پرشوتم) سے محبت کرتا ہے اس پر ایمان لاتا ہے اور اپنا تن اور من اس کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

ضبط نفس کی تین منزلیں:

گیتا میں ضبط نفس کی تین منزلیں ہیں۔ جن سے یکے بعد دیگرے انسان کو گزرنا پڑتا ہے۔

پہلی منزل: یہ ابتدائی درجہ ہے صحیح عمل پر زور دیا گیا ہے۔

دوسری منزل: یہ ریاضت اور مشاہدات یا علم کا درجہ ہے۔

تیسری منزل: یہ عبادت کی منزل ہے جس عبادت میں بندہ خدا کے بالکل قریب ہو جاتا ہے۔ یہ تین منزلیں انسان کی مذہبی زندگی کے نفسیاتی تجزیہ کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔

پہلی منزل: اس میں انسان کا عقیدہ بہت پختہ ہوتا ہے اور کسی قسم کے شکوک و شبہات اس کے ایمان میں خلل انداز نہیں ہوتے۔ اس منزل میں وہ مذہبی رسوم و اعمال میں منہمک رہتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس لئے نہیں کہ وہ ان سے کوئی روحانی زندگی حاصل کرتا ہے یا کرسکتا ہے بلکہ اس لئے کہ وہ انہیں اپنے عقیدہ کے لحاظ سے مذہبی زندگی کا جزو سمجھتا ہے اور ان کی ادائیگی فرض سمجھتا ہے۔

دوسری منزل: دوسری منزل کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب علم کی تحصیل سے اس کے دل میں مختلف طرح کے پیچیدہ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔کیا واقعی کوئی خدا ہے؟ کیا مذہب اور اخلاق کی کوئی حقیقت ہے؟ اور تمام مراسم اور اعمال کی عقلی ضرورت کیا ہے؟ اس قسم کے شکوک انسانی زندگی کی اس منزل میں ہر شخص کو پیش آتے ہیں بعض تو اس لاادریت Agnotisism میں کھو کر رہ جاتے ہیں اور بعض اس میں سے گزر کر ایک آخری منزل میں داخل ہو جاتے ہیں جہاں ان شکوک وسوالات کا تسلی بخش جواب اسے مل جاتا ہے۔جہاں وہ نئے سرے سے اعمال کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔

تیسری منزل: لیکن اب یہ رسوم وآداب تقلیدی نہیں رہتے۔بلکہ اس کی روح کے وجدانی تعلق کا اظہار بن جاتے ہیں۔اب وہ ان تمام رسوم کو بجالاتا ہے جو پہلی منزل میں اس سے سرزد ہوتے تھے۔لیکن اس وقت یعنی اس تیسری منزل میں وہ ان میں روحانی لذت پاتا ہے۔یہ اس کی نئی زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں اب اس کے دل اور ذہن، قلب اور روح میں ہم آہنگی ہوتی ہے اور اس کی زندگی اپنے کمال کو پہنچ کر خدائے مطلق کا مکمل اظہار بن جاتی ہے۔

گیتا کی تناسخ پر تنقید اور صحیح تصور کرم یوگ:

گیتا نے ویدوں اور اپنشدوں کے تصور تناسخ پر شدید تنقید کی ہے۔وید اور اپنشد نے بتایا ہے کہ عمل کرنے سے انسان تناسخ کے چکر میں پھنس جاتا ہے اس لئے اس چکر سے نکلنے کا صحیح راستہ ترک عمل ہے۔لیکن انسان عمل کے بغیر کیسے زندگی گزار سکتا ہے۔اب اس کا حل کیا ہے؟ اگر عمل کرو تو تناسخ کے چکر میں پھنس جاؤ۔دوسری طرف ترک عمل بھی ناممکن ہے۔گیتا نے اس مخمصہ سے نکلنے کا راستہ ''نشکاما کرما'' بتایا ہے۔یعنی بے لوث عمل، وہ عمل جو کسی مادی یا روحانی غرض حاصل کرنے کے لئے نہ کیا جائے۔شری کرشن نے ارجن سے کہا کہ تمہارا مقصد جنگ کرنے کے ذریعے مال ودولت حاصل کرنا، سلطنت کی توسیع کرنا، شہرت اور عزت حاصل کرنا نہیں بلکہ نیکی کی حمایت میں اور منکر کی مخالفت کے لئے ہے اور اس لئے یہ عمل تمہاری نجات کا ضامن اور معاشرتی فلاح وبہبود کا محافظ ہے۔

تمام وہ فلسفے اور مفکر جو معاشرتی زندگی سے پہلوتہی کا سبق دیں اور ترک عمل پر آمادہ کریں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیتا کی تعلیمات کے بھی خلاف ہیں۔شری کرشن نے کہا کہ ویدوں اور اپنشدوں کو چھوڑ کر ایک علیحدہ راستہ نکالنا ضروری ہے۔" ویدوں کا مقصد تین گن ہیں ارجن تم ان تین گنوں سے بالا ہو جاؤ وہ لوگ بے خوف ہیں جو ویدوں کے الفاظ پر مگن اور مطمئن ہیں" (باب ۲۔شلوک ۴۵۔۴۲)۔عمل کا مقصد زندگی سے بدی' خودغرضی' وغیرہ کو ختم کرنا ہے۔عمل کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے شری کرشن نے ارجن کو بتایا کہ ایشور نے کہا ہے کہ ان تین دنیاؤں میں کوئی عمل ایسا نہیں جس کو کرنا میرے لئے ضروری ہو۔کوئی ایسی چیز نہیں جو میرے پاس نہ ہو۔جس کو حاصل کرنے کے لئے مجھے جدوجہد کرنی پڑے۔لیکن اس کے باوجود میں ہر لحہ حرکت اور عمل میں محو ہوں اگر میں نیند یا اونگھ میں مبتلا ہو کر عمل چھوڑ دوں تو لوگ میری پیروی کرتے ہوئے تباہی کے گڑھے میں گر جائیں گے اور میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کا موجب بن جاؤں گا اور لوگوں کو قتل وغارت کرنے کا ذمہ دار ہو جاؤں گا۔(باب ۳۔شلوک ۲۲۔۴۴)

بدی سے بچنے کا طریقہ:

گیتا نے اعمال کے برے نتائج سے محفوظ ہونے کے لئے بتایا ہے کہ انسان کو مندرجہ ذیل مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

پہلا مرحلہ: خودغرضی سے چھٹکارا پانا ہے کیونکہ جب تک ذہن میں معاوضہ کا تصور موجود ہے انسان تناسخ کے چکر سے نجات نہیں پا سکتا۔جونہی ذہن میں خدا کی رضا کی طلب پیدا ہوگی اور ہر کام دوسروں کی بھلائی کی خاطر کرے گا اس وقت نجات کا دروازہ اس پر کھل جائے گا۔اس کا نفس ہر آلائش سے پاک اور اس کا قلب نور سے مزین ہو جائے گا۔

دوسرا مرحلہ: اس مرحلہ میں انسان مراقبات کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہے۔دنیا کے ہنگاموں کو چھوڑ کر تنہائی میں کائنات اور خالق کائنات پر غور وتدبر کرتا ہے۔اس سے اس کے علم میں اضافہ اور ایشور سے محبت میں شدت پیدا ہوتی ہے۔اس حالت میں اس کا ہر عمل ایشور کے حضور میں اظہار تشکر اور عقیدت بن جاتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: آخری منزل زندگی ہی میں نجات پانا ہے۔عمل سے چھٹکارا تو ناممکن ہے لیکن اب اس کے اعمال ہر قسم کے دنیوی مقاصد سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں۔اب نجات کی تمنا اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتی' کیونکہ وہ نجات حاصل کر چکا ہوتا ہے۔اس کی مثال بالکل ویسے ہے جیسا کہ کمہار کے پہیے کی۔جب کمہار اپنا کام ختم کر چکتے وقت پہیے کو آخری بار حرکت دے کر ہاتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع،و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھا لیتا ہے تو پہیہ کچھ دیر تک خود بخود چلتا رہتا ہے اور پھر رک جاتا ہے۔ یہی مثال نجات یافتہ انسان کی ہے۔ وہ کام کرتا رہتا ہے مگر اس میں کسی خواہش یا تمنا کا وجود نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ ایک دن موت اس کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

لیکن ان مراحل سے مراد عمل کو ترک کر کے مراقبوں میں مشغول ہو جانا نہیں۔

حقیقی سنیاس:

حقیقی سنیاس یہ نہیں کہ جب آدمی کسی گناہ یا لغزش کے قابل نہ رہے تو وہ زندگی کی لذتوں اور ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو جائے۔ حقیقی سنیاس یہ ہے کہ آدمی زندگی کی ذمہ داریوں کو اٹھاتے ہوئے' اس کی لذتوں اور آزمائشوں میں گھرے ہوئے ان سے کنارہ کش رہے اور دامن بچائے رکھے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب اس کے دل میں خدا پر ایمان ہو' اس کا قلب روحانی محبت سے سرشار ہو۔ ایک مرد کے لئے سنیاس زندگی کی آخری منزل نہیں بلکہ پہلی منزل ہے اور یہی گیتا کا اصلی تقاضا بھی ہے۔

''اگر تم حق کی خاطر جنگ نہیں کرتے تو گویا تم نے اپنے فرض اور نیکی کو ترک کر دیا یا گناہ میں آلودہ ہو گئے۔ حق کی خاطر جنگ کرتے ہوئے اگر تم اسی جنگ میں مر گئے تو تمہیں جنت ملے گی اور اگر کامیاب ہو گئے تو اس زمین کی حکومت ملے گی۔

غمی اور خوشی' نفع اور نقصان' فتح اور شکست تمہارے لئے یکساں ہونے چاہئیں اسکے بعد جنگ میں شامل ہو جاؤ۔ پھر تمہاری روح گناہ سے پاک ہو گی''۔ (۲:۳۳۔۳۷)

گناہ کی حقیقت:

گیتا کے تیسرے باب میں گناہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ دنیا کی ہر چیز فطرت صحیحہ پر پیدا کی گئی ہے اور اس طرح انسان بھی۔ اگر انسان اس فطرت کی راہنمائی قبول کر لے تو گناہوں کی زندگی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

تمام مخلوق اپنی اپنی فطرت کی راہ پر گامزن ہے اور اس فطرت کے علاوہ کسی اور طرف جانا گناہ ہے۔ ایک عالم آدمی بھی اپنی فطرت کے تقاضوں سے مجبور ہے۔ لیکن خواہشات پسند اور ناپسند گھات میں لگی ہوتی ہیں۔ ان کی گرفت میں نہ آنا کیونکہ وہ روح کو صراط مستقیم سے بھٹکا دیتی ہیں۔

اپنی فطرت کے مطابق کسی قانون کی پیروی کرنا اگرچہ اس میں غلطی بھی ہو تو بھی بہتر ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے ایک خارجی قانون کے۔

اس پر ارجن نے سوال کیا کہ اگر اپنی فطرت کی پیروی کرنے میں کوئی غلطی نہیں تو پھر وہ کونسی چیز ہے جو انسان کو گناہ کی طرف لے جاتی ہے باوجود یکہ وہ ارادی طور پر اس سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے؟

شری کرشن نے جواب دیا۔ ''یہ لالچ، طمع اور ان کا ساتھی غصہ اور غضب یعنی کام کرودھ اور لوبھ جو تمہاری روح کے دشمن ہیں۔ جس طرح آگ کے اردگرد دھواں لپٹا رہتا ہے اور شیشہ پر گردوغبار، اسی طرح یہ چیزیں روح کے گرد لپٹی رہتی ہیں۔'' (باب ۳۔ شلوک ۳۳۔۳۸)

ضیان یعنی علم یوگ:

گیتا نے یوگ کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ ا۔ کرم یوگ (اس کا بیان گزر چکا ہے) ۲۔ ضیان (علم) یوگ۔ ۳۔ بھگتی یوگ

کرم یوگ یعنی نشکاما کرما (تقویٰ) کا ذکر ہو چکا۔ اخلاقی زندگی میں علم کی اہمیت سے انکار نہیں مگر تناسخ کی رو سے ہر عمل کا نتیجہ اس دنیا میں نئی پیدائش کی شکل میں ملتا ہے اس لئے مفکرین نے عمل سے بچ کر محض علم کے ذریعہ نجات پانے کا راستہ تلاش کرنا چاہا۔ اس سلسلہ میں وحدت الوجود کے تصور نے ان کی مدد کی۔ چونکہ حق مطلق کے سوا اور کچھ موجود نہیں تمام مخلوقات کا وجود حق مطلق کا پرتو ہے اس لئے عارضی اور ناپائیدار ہے۔ انسان کی فاعلانہ حیثیت کا برقرار رہنا بھی مشکل ہے۔ لہٰذا ہندوستانی یعنی ہندو فلسفہ میں اس پر زور دیا گیا کہ انسان عمل سے دستبردار ہو جائے اور علمی حیثیت سے وہ اس بات پر یقین کر لے کہ حق مطلق ہی وجود اور حقیقت ہے باقی مخلوق حق مطلق ہی کی دوسری شکل ہے تو یہ عمل نجات کے لئے کافی ہے۔ اس لئے عمل کی ضرورت نہیں۔

گیتا نے علم کی صحیح حیثیت کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ علم کا مقصد انسانی زندگی کی مقصدیت اس کے کائنات اور خالق کائنات سے تعلق کی وضاحت کرنا ہے تاکہ انسان اس کی روشنی میں اپنے اخلاق کی بنیاد استوار کر سکے۔ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے اساتذہ کی مدد لینا، کتب مقدسہ کا مطالعہ، ان کی قدیم و جدید تفسیروں پر غور و فکر کے ساتھ ضبط نفس، مراقبات اور مشاہدات کا شغل بھی ضروری ہے۔ اپنے دل کو خواہشات سے پاک کر کے، نیک نیتی اور خلوص سے انسانی ہمدردی اور خدا کی عبادت میں منہمک ہو جائے۔ گیتا کے نزدیک اس حالت کو حاصل کرنے کیلئے تنہائیوں اور پہاڑوں میں جا کر ریاضت کرنا صحیح نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھگتی یوگ:

سارے ہندو لٹریچر میں صرف گیتا ہی نے خدا کے توحیدی تصور پر زور دیا ہے۔ ویدوں میں دیوتاؤں کے تنزیہی تصور پر بے حد زور دیا گیا ہے وہ جذبات سے بالکل عاری نظر آتے ہیں۔ اپنشدوں کا حق مطلق تو ایک بے جان اصول مطلق ہے جس سے رحم' محبت' راہنمائی کی توقع فضول ہے۔ وحدت الوجود کے مقابل توحیدی مذاہب کا خدا واحد بھی ہے اور رحم وکرم کرنے والا بھی ہے۔ اس سے محبت کی جاسکتی ہے جس کے جواب میں وہ بھی محبت کرتا ہے۔ جس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے اور وہ مدد دیتا بھی ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور جواب دیتا ہے۔

گیتا ہی وہ پہلی کتاب ہے جس میں ایشور کا تصور خالص توحیدی ہے۔ جس میں ایشور کی عبادت اور اخلاقی زندگی میں انسانی جذبات کی تسکین کا سامان ملتا ہے۔ لیکن مذہب کا یہی وہ جذباتی پہلو ہے جو حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے اور جس کی وجہ سے عقائد اور اعمال میں بے شمار خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ گیتا نے بھگتی کے تصور کی اصلاح کی اور یہ تصور اپنی پاکیزگی اور بلندی کے لحاظ سے بھگتی کے دوسرے تصورات سے ممتاز ہے۔ گیتا اور پرانوں وغیرہ میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ ذیل میں درج ہیں ہے۔

۱۔ ایشور جس سے محبت کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے ایک ایسی ہستی ہے جو ہماری عبادت کے لائق ہے۔ اس لئے انسان کی سیرت بالکل اسی طرح ڈھلتی اور تعمیر ہوتی ہے جس قسم کا عقیدہ اس کے دل ودماغ میں ہوتا ہے۔ گیتا نے کہا کہ "اے بھارت ہر انسان کا ایمان اس کی فطرت کے تقاضوں کے مطابق بنتا ہے۔ انسانی روح گویا ایمان' عمل صالح کی طرف رجحان' اپنی ذات اور وجود کائنات پر یقین کا نتیجہ ہے۔ جس قسم کا ایمان' ارادہ یا عقیدہ ہوگا ویسے ہی انسان کی فطرت ہوگی (۱۷:۳) ایسے خدا کی راہنمائی اور ہدایت جو کائنات سے محبت کرتا ہے۔ ایسے خدا کی عبادت یقیناً اس کے پیروؤں میں ایک بلند اخلاقی کردار پیدا کر سکتی ہے۔

۲۔ گیتا میں بھگتی یا محبت کا تصور محض وفور جذبات میں نہیں بلکہ انسانی فطرت سے تمام اجزاء اور عناصر کا ایک متناسب اظہار ہے جس میں معاشرتی فرائض اور عقلی مطالبات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مذہبی زندگی میں جذبات کا ایک اہم مقام ہے لیکن گیتا میں اس عنصر کو عملی زندگی اور علمی کاوشوں سے الگ رکھنے کی کوشش نہیں کی گئی اور نہ اس کی خاطر عمل اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم کی تحقیر روا رکھی گئی ہے۔لیکن بہت جلد اس بلند تصور کی جگہ رہبانیت نے لے لی۔

نظم کے آغاز میں ارجن کرشن کا بھگت یا پیارا ہے۔وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ گفتگو کے بڑھنے سے ارجن کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ جس شخص کو محض اپنا ایک دوست تصور کرتا ہے شاید وہ انسانی شکل میں خود خدا ہے۔ کرشن کی تعلیم سے ارجن کے سامنے نجات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جو خالص بھگتی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور جس میں مکمل جذب' محبت اور مکمل علم دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بھگتی بغیر علم کے ناقص ہے' اسی طرح علم بغیر بھگتی کے ناقص ہے۔ صحیح انسانیت کی تکمیل اور اخلاقی زندگی کی صحت مند نشوونما دونوں کی یعنی علم اور عمل کے بغیر ناممکن ہے۔ صحیح عمل کے لئے صحیح علم کی ضرورت ہے' اسی طرح صحیح علم کے لئے صحیح عمل کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر تناسخ کے چکر سے نجات ناممکن ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ عقل اور جذبہ کی آمیزش سے عمل سرزد ہو' ایسا ہی عمل نجات کا ضامن ہے۔

گیتا پر اعتراض کا جواب:

بعض جگہ پڑھنے والوں کو وحدت الوجودی اور توحیدی تصور خدا کا گیتا میں تضاد نظر آتا ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ ہوسکتا ہے گیتا میں یہ نظریات ڈال دیئے گئے ہوں مگر دراصل یہ ان نظریات کی غلط تعبیر ہے مثلاً گیتا میں ہے کہ ''وہ پاکباز و پرہیزگار انسان جن کے گناہوں کے داغ دھل چکے ہیں جو شرک کے سراب سے آزادی حاصل کر چکے ہیں اور میری عبادت میں پورے خلوص اور تن دہی سے مشغول ہیں۔ (۲۸:۷)

یہ بہترین حالت درحقیقت رہبانیت نہیں بلکہ خدائے مطلق کے قرب سے حاصل ہوگی جس میں انسان کی انفرادی شخصیت باوجود خدا کے نور سے منور ہونے کے قائم رہتی ہے خدا کے اندر مدغم نہیں ہو جاتی جیسا کہ وحدت الوجودی نظریہ میں ہے اور یہی لوگ تناسخ کے چکر سے نجات پاتے ہیں۔

''میرے بندے آخرکار میرے پاس آئیں گے۔ (۲۳:۷)''

اس بات کو کئی جگہ دہرایا گیا ہے کہ جو خدا میں پناہ ڈھونڈتا ہے اس کا ماویٰ و ملجا خدائے کریم و رحیم ہی ہے اور اس میں کسی قسم کی فنا اور موت نہیں بلکہ ابدی زندگی ہے جس میں انفرادیت موجود رہتی ہے فنا نہیں ہوتی۔ دراصل نجات کا معنیٰ موت اور زندگی کے چکر سے ہے انسانیت سے نہیں۔ کیونکہ انسانیت خالق کائنات کی قوت خلاقی کا ایک بہترین اور خوبصورت ترین مظہر ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناسخ، رہبانیت اور وحدت الوجودی تصور خدا کے خلاف گیتا کا یہ قطعی فیصلہ ہے۔

''جو لوگ مجھ میں پناہ ڈھونڈتے ہیں اور میری فطرت سے مطابقت اور مشابہت پیدا کر لیتے ہیں۔ان کے لئے دوبارہ اس دنیا میں زندگی نہیں ہے اور نہ انہیں تباہئ عظیم سے کوئی خوف وغم ہوگا۔(۲:۱۴)''

لہٰذا تناسخ' رہبانیت اور وحدت الوجودی خدا کا تصور گیتا کی تعلیم کے قطعاً خلاف ہے اور گیتا کو اسی نقطہ نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

☆.....☆.....☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوتم بدھ اور بدھ مت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوتم بدھ اور بدھ مت

چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا۔ سدھارتھ گوتم کی بیوی یشودھرا اور اس کا بیٹا راہل سو رہے تھے۔ کنیزیں موتیا اور گلاب کے پھولوں کی مالائیں پروتے ہوئے نیند میں پڑی تھیں یہاں تک کہ ہرن گلاب کی پتیاں کھاتے ہوئے بے خبر سو رہے تھے۔

گوتم کی عمر اس وقت تقریباً 29 برس کی تھی۔ وہ اٹھا اپنے سیکرٹری کو ساتھ لیا اور محل سے نکل گیا چار پانچ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد گوتم نے اپنی تلوار سے اپنی زلفوں کو کاٹ ڈالا۔ شاہی پوشاک اتار دی اور معمولی کپڑے پہن لئے۔ یہ زلفیں، تلوار اور پوشاک اور اپنا گھوڑا (کنٹک) اپنے سیکرٹری کو دے دیئے اور کہا کہ گھر والوں کو بتا دینا کہ جب تک میں موت، بیماری، بڑھاپا جو زندگی میں دکھ کا باعث ہیں کا راز اور علاج معلوم نہ کرلوں گا واپس نہیں آؤں گا۔ اس کے بعد اس نے جنگل کی راہ لی۔

سدھارتھ گوتم کے والد کی ریاست بہار اور مغربی بنگال کے علاقہ میں تھی یہ علاقہ کلکتہ کے شمال مغرب میں ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے۔ ریاست کا دارالخلافہ کپل وستو تھا سدھارتھ گوتم کے شفیق کردار، گہرے استدلال، انسانیت کے لئے محبت اور مطلق دانائی نے اسے کروڑوں انسانوں کی مدح وستائش کا حقدار بنا دیا۔ وہ ایک فلسفی ذہن کا مالک اور مذہبی رہنما تھا۔ اس کے پیروکار معاشرہ کے ہر حصے سے تھے۔ ان میں بادشاہ، ساہوکار عام دنیادار اور درباری وغیرہ شامل تھے۔ اس کا مذہب ہندوستان سے نکل کر سارے ایشیا میں پھیل گیا اور 25 صدیوں تک انسانوں کی زندگیوں کو اعلیٰ افکار سے مالا مال کرتا رہا۔ اس کی تعلیمات اس قدر حلیم اور رحمدلانہ تھیں کہ اس کی اشاعت میں کسی قتل یا تشدد کا دخل نہیں ہے۔ ایشیا کے علاوہ یورپ میں اس کی تعلیم کو سراہا گیا کیونکہ یہ تعلیم حضرت مسیح کی تعلیم سے بے حد مشابہ تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخی پس منظر:

بدھ کے دور میں ہندوستان میں وسیع پیمانہ پر تبدیلیاں آ رہی تھیں۔ لوہے کے دور کا آغاز ہو چکا تھا اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور جمہوریاؤں پر بڑی بادشاہانہ ریاستیں قبضہ کر رہی تھیں۔ ویدک مذہب زوال پذیر تھا۔ یہ محض رسومات کا گورکھ دھندا رہ گیا تھا اور رسومات کی ادائیگی پر برہمنوں کی اجارہ داری تھی۔ معاشرہ ورن آشرم یعنی چار ذاتوں (برہمن، کھشتری، ویش اور شودر) کی سخت گیر درجہ بندیوں میں جکڑا ہوا تھا جس میں پست ذاتیں (ویش اور شودر) معاشی استحصال اور معاشرتی نفرت کی دوہری مصیبتوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھیں۔ نوجوان اور روشن ذہن افراد ایسے نظریات کے متلاشی تھے جو لوگوں کو اس غیر یقینی دور میں بامعنی اور بامقصد زندگی گزارنے کا طریقہ سکھا سکیں۔

قریب کے زمانہ میں اپنشدوں کا فلسفہ مرتب ہوا۔ اس فلسفہ میں تجرباتی اور احیاتی دنیا میں موجود مطلق حقیقت کو "ایشور" قرار دیا گیا۔ ایشور ماوراء اور خالص شعور تھا۔ انسان کا جوہر بھی خالص شعور تھا جسے "آتما" کہا گیا۔ دراصل ایشور اور آتما دونوں کی اصل ایک ہے۔ انسان اپنے اچھے یا برے اعمال کے صلہ میں بار بار جنم لیتا ہے قطعی مقصد آواگون سے چھٹکارا پا کر نجات (موکشا) حاصل کرنا ہے۔ اپنشدوں کا فلسفہ قطعی طور پر ویدک مذہب سے الگ نہ تھا۔

حالات زندگی:

سدھارتھ گوتم کی پیدائش ۵۶۳ قبل مسیح کی ہے اس کی پیدائش شاکیہ ذات کپل وستو بنارس سے ہی ہوئی اس لئے یہ شاکیہ منی یعنی شاکیوں کا بزرگ بھی کہلوایا۔ یہ اپنی ریاست کا ولی عہد تھا گوتم کا باپ شاکیہ قبیلہ جو جنگجو قبیلہ تھا اور ہمالیہ کے دامن میں آباد تھا کا سردار تھا گوتم کے باپ شدھودھن نے گوتم کی تربیت میں بہت غور و خوض سے حصہ لیا۔ گوتم کو شاہی محل کی تمام آسائشیں میسر تھیں۔ حکم یہ تھا کہ گوتم کے بیدار ہونے سے پہلے تمام مرجھائی ہوئی پتیاں، کلیاں اور پتے وغیرہ باغ سے اٹھوا دیئے جائیں تا کہ گوتم کو یہ معلوم نہ ہو کہ کمزور ہونا مرجھا جانا بھی کوئی چیز ہے۔ مگر ہوا یہ کہ گوتم کی متجسس طبیعت نے محل سے باہر دیکھنے کی تمنا کی اور وہ خفیہ طور پر محل سے باہر نکل گیا اس نے کاروباری دنیا کو دیکھا اسی دوران ایک کمر خمیدہ بوڑھے آدمی کو، ایک جنازہ کو، درد سے بلبلاتے ہوئے شخص کو دیکھا۔ اس نے یہ سمجھ لیا کہ زندگی صرف خوشی، دولت کمانے اور عیش و آرام کا نام ہی نہیں اس میں دکھ کا پہلو بھی موجود ہے۔ اس نے سوچنا شروع کر دیا کہ ایسے راستہ کی تلاش کرنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے جس سے بیماری بڑھاپا اور موت سے نجات حاصل ہو سکے اور زندگی سے دکھ کا پہلو ختم ہو جائے اس راستہ کی تلاش میں اس نے سلطنت اور شاہی زندگی ترک کر دی اور جنگل کی راہ لی۔ شروع میں اس نے برہمنوں سے وید اور اپنشدوں کی تعلیم حاصل کی یوگا کی مشقیں سیکھیں اور مراقبہ میں بلند ترین منزل تک پہنچ گیا لیکن گوتم جن سوالوں کا جواب چاہتا تھا ان کا جواب وید کی تعلیم اور یوگا کی مشقوں میں نہ تھا اور نہ ہی مراقبہ میں تھا۔ اس کے بعد اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور کٹھن ریاضت شروع کر دی جس سے وہ قریب مرگ ہو گیا۔ لیکن اس کی جستجو کا جواب اس ریاضت میں بھی نہ تھا۔ انجام کار وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا ایک عورت نے اسے چاول اور دودھ کھانے کو دیا۔ اس نے یہ عہد کیا کہ جب تک اسے صحیح جواب نہ ملے گا وہ اس درخت سے نہ اٹھے گا۔ بالآخر ۳ اماوس کی رات کو اسے مراقبہ میں چار منازل سے گزرنا پڑا یہ منازل یک سوئی اور کامل معرفت سے متصف تھیں۔ رات کے آخری پہر میں گوتم کو ایک زبردست روشنی نظر آئی۔ اس روشنی کے آنے سے اسے اپنے تمام سوالوں کا جواب مل گیا اور وہ گوتم سے بدھ (نور سے منور) بن گیا۔ اس روشنی سے اس نے نجات یا نروان تک پہنچنے کا راستہ پالیا۔ اس نے اپنے افکار کی تبلیغ کے لئے سارناتھ کی طرف سفر کیا اور "ہرن باغ" میں پہلا وعظ کیا۔ اس وقت بدھ کی عمر تقریباً 35 برس کی تھی۔

چارواک:

بدھ کی تعلیم کو سمجھنے سے پہلے اس کے فکری پس منظر کا مطالعہ ضروری ہے۔ گوتم کے عہد میں ایک سوفسطائی فرقہ موجود تھا جس کا بانی اور سردار حکم چارواک تھا۔ اس کا نظریہ کائنات مادی تھا۔ یہ سوفسطائی گروہ سارے ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ اس گروہ کے آدمیوں کا کام بحث مباحثہ کرنا تھا۔ وہ شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھرتے اور لوگوں کو مناظرہ کی دعوت دیتے۔ بعض منطق کی تعلیم دیتے اور سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید دلائل سے ثابت کرتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک کوئی چیز سفید ہے اور نہ سیاہ۔ نام محض ایک فن اور علم کے حامل ہیں۔ اسی طرح وہ نیک و بد کی تمیز کے بھی قائل نہ تھے۔ ہر بڑے شہر میں ان کے لئے عالیشان مکان تعمیر کئے گئے تھے۔ جن میں بڑے لوگ ان کی خدمت کرتے۔ ان میں بروپتی مناظرہ باز بہت مشہور تھا۔ اس نے خدا' جنت' ابدی زندگی' اخلاق اور علمائے مذہب کا بہت تمسخر اڑایا۔

چارواک کے نزدیک یہ کائنات خود بخود پیدا ہوئی اور موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ انسان خالص مادہ ہے۔ روح کا کوئی وجود نہیں۔ مذہب اور دین چند سر پھرے لوگوں کا ڈھکوسلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ فطرت نیکی اور بدی میں کوئی امتیاز نہیں کرتی سورج' ہوا اور پانی سب انسانوں کے لئے عام ہیں۔ جذبات اور خواہشات پر قابو پانے کی کوئی ضرورت نہیں نہ کوئی فائدہ ہے۔ زندگی کا مقصد خوشی اور عیاشی ہے اس گروہ نے خوشی حاصل کرنے کے لئے عورت' شراب اور دیگر منشیات کو عام کر دیا تھا۔

اس ماحول میں گوتم اور مہاویر پیدا ہوئے اور جوان ہوئے۔ یہ دونوں کھشتری تھے اور مذہب پر برہمن اجارہ داری کے مخالف تھے۔ گوتم انسان کی مصیبتوں سے متاثر تھے اور دنیا کی محبت سے چھٹکارا پانا نجات کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ لہٰذا گوتم کے سارے افکار اس فکری ماحول کے خلاف تھے۔ گوتم نے انسان کی نجات کے لئے دولت وثروت عملی مباحث اور فلسفیانہ افکار' صوفیانہ مجاہدات سبھی کو آزمایا اور سب کو بے کار سمجھ کر مسترد کر دیا تھا۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ گوتم کو سات ہفتے کی ریاضت وعبادت کے بعد جو روشنی نظر آئی وہ کیا تھی۔ اس روشنی کے آنے سے اس کے تمام سوالات کا جواب مل گیا اس کی ذہنی کشمکش ختم ہو گئی اور زندگی کی تمام گتھیاں کھل گئیں جو کہ ہندو مذہب کی تمام کتب اور فلسفیانہ افکار سے حل نہ ہو سکیں۔ یقیناً یہ الہام تھا جو گوتم کے قلب پر نازل ہوا۔

غیر سامی بانیان مذاہب میں سے گوتم کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں یہاں تک کہ اسے منکر خدا تسلیم کر لیا گیا۔ گوتم کی وفات کے بہت عرصہ بعد اس کے ملفوظات کو مرتب کیا گیا۔ اس لیے ان کی صحت اور سچائی کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا گوتم کے بدھ (نور خدا سے منور) بن جانے کے بعد اس کے دو اہم شاگردوں نے ان ملفوظات کا مطالعہ کیا یعنی ناگ ارجن' اور ناگ سین۔ اس مسئلہ پر جناب بی اے ڈار نے بڑی بحث کی ہے۔ مگر انہوں نے گوتم کی حیثیت کے متعلق منفی' سلبی طریقہ فکر اختیار کیا جس سے گوتھ بدھ کو بانی مذہب کی بجائے ایک ویدیہ اور منکر مذہب کی حیثیت کا حامل قرار دے دیا گیا۔ یہ کہنا کہ بدھ مت ہندو مذہب کے خلاف بغاوت تھی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ مگر اس نام نہاد تحقیق نے اس تاریخی حقیقت کو جھٹلایا ہے اور ڈار صاحب کا پورا مقالہ اس غلط فہمی پر مبنی ہے۔ حالانکہ بدھ کے تمام نظریات اس سوفسطائی گروہ کے خلاف ہیں جس نے انسانوں کو گمراہ کر رکھا تھا۔

خدا کا تصور:

اگرچہ بدھ کی تعلیم میں خدا کا ذکر نہیں تھا اور نہ اس نے اپنے آپ کو نجات دھندہ قرار دیا یہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ ہے کہ بدھ کی تعلیمات میں اعتقادات وعبادات کا کوئی نظام نہیں ملتا اور نہ ہی نجات ومغفرت کا کوئی تصور پایا جاتا ہے مگر اس کے باوجود یہ سمجھنا درست نہیں کہ بدھ خدا کا منکر تھا یا وہ صرف مادہ کو ہی کائنات کا منبع ومصدر تصور کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بدھ کائنات کی توجیہ کے بارے میں مادہ اور روح کے دو تصورات سے کام لیتا تھا اور اس بارے میں کسی مافوق الفطرت طاقت کی مداخلت کو ضروری تصور نہیں کرتا تھا۔ یہ درست ہے کہ بدھ نے اس بارے میں مکمل سکوت اختیار کیا لیکن یہ کہ بدھ دونوں باتوں میں سے کسی کا قائل نہ تھا' صحیح نہیں۔

یہ ممکن نہیں کہ ایک بحیثیت روشن ضمیر انسان کے وہ اس بارے میں قطعی طور پر خالی الذھن ہو۔ وہ شخص جس نے بڑی شدید ریاضت' روحانی کشمکش اور اخلاقی جدوجہد کے بعد ''بدھ'' کا مرتبہ حاصل کر لیا ہو وہ درحقیقت نہیں چاہتا تھا کہ اس کے پیرو دنیاوی مصائب میں نجات حاصل کرنے میں کسی خارجی حقیقت یا طاقت کا سہارا لیں۔ بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے آپ پر اعتماد کرنا سیکھیں اور اپنی کوششوں کے نتائج پر نگاہ رکھیں غالباً اس کا یہ خیال تھا کہ ایسے ماورائی حقائق انسان کی عملی اور اخلاقی زندگی کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور اس میں ایک غیر ضروری جستجو کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔

دراصل تمام مذاہب کی تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ جو لوگ خدا یا مادہ کو تسلیم کرتے ہیں ان کی اخلاقی حالت بدستور خراب رہتی ہے۔ تمام مذاہب کے پیرو خدا یا مادہ کو تسلیم کرنے کے بعد انسان کے لئے رحمت کی بجائے زحمت بنتے رہے ہیں اور آج بھی یہی حالت ہے۔ مذہب کی دی ہوئی اخلاقی تعلیم سے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ باہمی فساد اور حالات میں بددیانتی پر عمل پیرا رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔

چارواک کے فلسفہ مادیت کے زبردست پرچار اور عورت' شراب کے ذریعہ لوگوں کو مسرت حاصل کرنے کے راستہ اور فائدہ پر یقین دہانی نے اخلاقی اقدار کو تباہ ردیا تھا۔ اس کا بڑا سبب حیات بعد الموت میں انسانی اعمال کے مطابق جزا وسزا کے عقیدہ کو جھٹلانا تھا۔

ہمارے عہد میں جرمن فلسفی نطشے نے لکھا ہے کہ ایک دن وہ گھاس پر لیٹا ہوا تھا کہ ایک بھیڑ نے اس کے کان میں کہا کہ خدا مر گیا ہے۔ نطشے کے نقادوں نے لکھا ہے کہ خدا کے مر جانے کی نوید اس لئے سنائی گئی کہ انسان اپنی بداعمالیوں اور گمراہیوں کو خدا کے ذمہ ڈال دیتے ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جب خدا نہیں ہوگا وہ ان کی ذمہ داری کے خود مرتکب ہونگے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملفوظات کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاتما بدھ نے ذیل کے مسائل پر بحث مباحثہ ترک کر دیا تھا۔

۱ کائنات قدیم ہے یا حادث ہے۔

۲ کائنات محدود ہے یا لامحدود۔

۳ روح انسانی جسم کے مماثل ہے یا مختلف ہے۔

۴ کیا نجات یافتہ انسان مرنے کے بعد موت کے بعد زندہ رہتا ہے یا نہیں۔

۵ کیا یہ ممکن ہے کہ انسان زندہ بھی ہو اور مرا ہوا بھی یا ان میں سے دونوں حالتیں اس پر عائد نہ ہوتی ہوں۔

مذاہب عالم کی تاریخ اور چارواک کا سوفسطائی فلسفہ اس بات کا شاہد ہے کہ ان مسائل پر بحث مباحثہ نے انسانی اخلاق اور ان پر عمل پیرا ہونے میں کوئی مدد نہیں دی' انسان ان مسائل میں الجھ کر اخلاقی راستہ کو بھول جاتے ہیں۔ اس لئے مہاتما بدھ نے ان مسائل پر بحث مباحثہ کو قطعی طور پر مسترد کر دیا تا کہ انسانی ذہن اس الجھاؤ سے بچ کر انسانی معاملات میں اخلاقی اقدار پر عمل پیرا رہے۔

بدھ مت میں تبدیلیاں:

بدھ مت بتدریج اصلاحات کا شکار ہوتا رہا ہے اور اس نے بڑی کشادہ دلی سے بیرونی روایات اور اعتقادات کو اپنے نظام میں جگہ دی جس سے اس کی اصلی حقیقت مسخ ہو گئی۔ بادشاہ کنشک کے عہد میں جو پہلی کونسل منعقد ہوئی اس میں بہت سے بیرونی عقیدوں کو اپنا لیا گیا۔ اس طریقے سے بدھ مت میں مہایان فرقہ پیدا ہوا جس نے ہر قسم کے لوگوں کو بدھ مت میں آنے کی اجازت دے دی۔ خواہ وہ مہاتما بدھ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں یا نہ ہوں۔

مہایان کے لفظی معنی ''بڑی گاڑی'' کے ہیں اس کے مقابل قدیم بدھ مت کا نام ہنایان یعنی ''چھوٹی گاڑی'' رکھا گیا۔ جس کی تعلیمات چند لوگوں کے ہی کام آسکتی تھیں۔

بدھ مت کی سب سے زیادہ کامیابی مہایان فرقہ کے باعث عمل میں آئی ہے۔ اس فرقہ کی کتابیں سنسکرت میں ہیں جو عوامی زبان نہیں جب کہ پالی زبان عوام کی زبان تھی۔ مہایان فرقہ کے باعث جو اعتقادات بدھ مت میں داخل ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱ ایک حقیقت اعلیٰ کا تصور قائم ہوا جس سے یہ کائنات وجود میں آئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲ گوتم بدھ کو الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا گیا۔ اسے حقیقت اعلیٰ کا عارضی مظہر قرار دیا گیا۔

۳ عرفان کامل کا حصول تمام لوگوں کے لئے ضروری نہیں۔ جو لوگ عرفان حاصل نہ کر سکیں وہ لوگوں کے ساتھ رحم دلی سے پیش آئیں اور ان کی خدمت میں رہیں۔

۴ گوتم بدھ پر ایمان کو وسیلہ نجات قرار دے دیا گیا۔

۵ مہایان فرقہ نے جنت و دوزخ کا تفصیلی نقشہ بھی آراستہ کیا اور بدھ مت کے پیروؤں میں حیات جاودانی اور بقا کی خواہشیں پیدا ہوئیں۔

۶ تصاویر اور بتوں (مجسموں) کا استعمال عام ہو گیا۔ مجسمہ سازی اور بت پرستی کا رواج عام ہو گیا خود بدھ کے بے شمار مجسمے بنا لئے گئے۔ حالانکہ بدھ کی تعلیم میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

بعض مقام پر رحم کی دیوی کو وہی مقام حاصل ہو گیا جو عیسائیت میں حضرت مریم کو ہے۔ ان تبدیلیوں کا اثر نہایت خوشگوار ہوا کہ بدھ مت ہندوستان سے نکل کر تمام ایشیا اور دور دراز علاقوں میں پھیل گیا۔ کیونکہ ان تبدیلیوں کے باعث ہر قسم کے لوگ اس مذہب میں داخل ہو سکتے ہیں اس کے برعکس نہایان فرقہ کا بدھ مت صرف ہندوستان کے ان علاقوں تک محدود رہا جو بدھ پیروؤں کی تبلیغ کا مرکز تھے۔

نہایان کے ذریعہ بدھ مت میں تصور الہ کے فقدان کی تلافی کر دی گئی اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ گوتم بدھ بشری صفات سے عاری تھا اور وہ غیر مرئی اور ابدی شکل کا مالک تھا جس کا ظہور علم کے ذریعہ ہوا اس تصور پر مہایان فرقہ نے تین الہیاتی تصورات کی بنیاد رکھی۔ اور اس کے ظہور کی تین حسب ذیل مختلف شکلیں مقرر کر دی گئیں۔

۱۔ دھرم کایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی عارضی پیدائش کے پس پشت ایک دائمی اور غیر فانی ہستی کا وجود ہے۔

۲۔ نرمان کایا: دھرم کایا جب اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو وہ کوئی روپ دھار لیتا ہے۔ یہ بدھ کے ظہور کی دوسری شکل ہے۔

۳۔ سمجھوگ کایا: یہ وہ قوت ہے جو بدھ کی خصوصیت ہے مگر جو بدھ کے وسیلہ سے بدھ کے پیروؤں میں کام کرتی ہے۔ یہ قوت دراصل بدھ مت کے پیروں کی محافظ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہایانی فرقہ نے خدا کا شخصی تصور بھی قائم کیا جسے ''بدھستوا'' کہتے ہیں ان کے نزدیک صرف گوتم بدھ ہی بدھستوا نہ تھے بلکہ ہزاروں بدھستوا آسمان پر موجود ہیں جو مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس عقیدہ سے ہمدردی' محبت اور اخوت و مساوات کو بدھ مت میں خصوصی اہمیت حاصل ہوگئی لیکن اس عقیدے سے بدھ مت میں کثرت پرستی کا رواج ہو گیا جو ہندو مذہب کی نمایاں خصوصیت ہے۔

بدھستوا کے عقیدہ سے بدھ مت میں عبادت کی مختلف رسوم اور طریقے رائج ہو گئے قدیم بدھ مت میں ایسی کوئی چیز نہ تھی۔ اب بدھستوا معبود تھے اس لئے بھکشو پروہت بن گئے اور خانقاہیں مندروں میں تبدیل ہوگئیں۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں ان مندروں میں عبادت کے لئے جاتے تھے۔

نروان کا تصور:

مہایان فرقہ میں نروان کا تصور بھی بدل گیا گوتم بدھ نے صرف نروان کے حصول کو مقصد قرار دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا اب بدھ مت میں عوام کی تسکین کی خاطر جنت کا تصور پیش کیا گیا جس میں ساکیا منی بدھ اور بدھستواؤں کی حکومت ہے بعد میں اس عقیدہ کو محض بدھستواؤں تک محدود کر دیا گیا۔

مہایان فرقہ کے لوگ مشرق کے ایک وسیع خطہ میں پھیلے ہوئے ہیں جس میں وسط ایشیا' تبت' منگولیا' کوریا' چین' جاپان اور نیپال کے ساتھ جاوا اور سماٹرا بھی شامل ہیں۔ ان سب ممالک میں وہاں کے قدیم مذاہب کے اثرات بھی بدھ مت پر اثر انداز ہوئے اور بدھ مت کے اثرات ان پر ہوئے یہاں تک ان ممالک کے قدیم مذاہب اب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور ان کی جگہ بدھ مت نے لے لی ہے۔

نہایان بدھ مت:

یہ فرقہ بدھ مت کی قدیم روایات اور عقائد کا حامل ہے۔ بدھ مت اپنے آغاز سے ہی خانقاہوں اور درویشوں کا مذہب تھا۔ خود گوتم بدھ نے خانقاہی نظام کی بنیاد رکھی تھی۔ اس خانقاہی سلسلہ میں داخل ہونے والوں کو ان اخلاقی احکام کا پابند ہونا پڑتا تھا۔ جس میں قتل' چوری' شہوانیت (زنا کاری) دغا دینا' فریب اور نشہ کا استعمال ممنوع تھا۔ دن چڑھنے کے بعد کھانا کھانا' زینت و آرائش کے سامان سے پرہیز' زمین پر سونا' رقص و موسیقی سے اجتناب' سونا چاندی کے استعمال کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممانعت تھی۔ خانقاہی زندگی میں جسمانی مشقت کو مستحسن نہیں سمجھا جاتا تھا۔ خانقاہی لوگ عموماً مجرد زندگی بسر کرتے تھے اور زرد کپڑے پہنتے اور گھر گھر جا کر بھیک مانگتے۔ ان کی زندگی کا مقصد مراقبہ اور مطالعہ تھا۔

گوتم کی وفات کے کئی سو سال بعد بھی اس کی اصل تعلیمات جوں کی توں قائم رہیں۔ اور ان کا اثر تیری سے ہندوستان میں پھیلتا رہا۔ مگر ساتویں صدی عیسوی کے بعد اس میں توہمات اور سحر وغیرہ کے افکار کی آمیزش ہونے لگی جس سے یہ زوال پذیر ہو گیا۔

مہاراجہ اشوک اعظم:

بدھ مت کی اشاعت میں اشوک کا بہت بڑا ہاتھ ہے اس نے ہزاروں مبلغ ہندوستان سے باہر کے ملکوں میں بھیجے یہ اشوک کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ بدھ مت اپنی بنیادی تعلیمات کے ساتھ آج بھی مشرقی ایشیا کے جنوبی ممالک لنکا' برما اور سیام وغیرہ میں موجود ہے۔ یہ ممالک اس وقت نہایان فرقہ کے پیرو ہیں۔ ان ممالک کے مقامی عقائد نے بدھ مت پر اثر کیا اس لئے بدھ مت میں فطرت پرستی اور بت پرستی کی آمیزش موجود ہے۔ ان ممالک کے بڑے بڑے شہروں جیسے کولمبو' رنگون' اور بنکاک وغیرہ میں خانقاہوں کی نہایت شاندار عمارات موجود ہیں جن کی تزئین و آرائش یورپی طرز کی مرہون منت ہے۔ اب وہ سادگی نہیں رہی جو ابتدائی دور کی بدھ مت خانقاہوں میں تھی۔ ان خانقاہوں میں اب مورتیاں بھی موجود ہیں' بدھی تبرکات کی پرستش بھی ہوتی ہے اور عبادت کے لئے مختلف رسوم بھی موجود ہیں۔

بدھ مت کے پیروؤں کی زیادہ تعداد چین' سیام' برما' نیپال' تبت' بھوٹان اور لنکا میں آباد ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد پانچ کروڑ ہے۔

بدھ مت کی اساسی تعلیم:

۱ کائنات اور انسانی زندگی کا تجزیہ۔

۲ دنیوی زندگی مصیبت' دکھ ہے۔

۳ دنیا مصیبتوں کی جڑ۔

۴ دنیوی مصیبت کا معلوم کرنا۔

چار بنیادی حقائق پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے گوتم بدھ نے چار اعلیٰ صداقتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے زندگی دکھ کے دائرہ سے نکل جاتی ہے۔ یہ صداقتیں حسب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل ہیں۔

۱ زندگی مجسم دکھ ہے۔

۲ زندگی کے ان دکھوں کا سبب نفسانی خواہشات ہیں (یعنی جبلتوں کے مطالبات کا نفسیاتی خواہشات کی تسکین کے لئے استعمال جیسے شہوت' غصہ' لالچ وغیرہ کا انسان کے نیک اور تعمیری معاملات کے خلاف تخریبی استعمال۔)

۳ ان خواہشات کو دبانا اور ان سے بچنا ضروری ہے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ ہر انسان ان سے بچ سکے۔

۴ ترک خواہشات اور ہوائے نفس سے بچاؤ کے لئے کسی سخت ریاضت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی قسم کی عیش پرستی کی۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اس درمیانی راستہ کو حاصل کرنے کے لئے گوتم بدھ نے آٹھ اصول بتائے ہیں جن پر عمل کرنے سے نفسیاتی خواہشات سے بچا جاسکتا ہے۔

۱ صحیح علم وعقیدہ

۲ صحیح ارادہ

۳ صحیح کلام (گفتگو)

۴ صحیح عمل

۵ صحیح سلوک (برتاؤ)

۶ صحیح جدوجہد اور سعی وکاوش

۷ صحیح یادداشت

۸ صحیح غور وفکر

بدھ مت نے ان لوگوں سے جو اس راہ پر چلنا چاہتے ہیں چند باتوں کا مطالبہ کیا ہے۔ یعنی اسے بھکشو بننا پڑتا ہے۔

ہر بھکشو سے ذیل کے اصولوں پر عمل کرنے کا عہد لیا جاتا تھا۔

۱ وہ کسی جاندار کو قتل نہیں کرے گا۔

۲ وہ چوری کا مرتکب نہیں ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳ زنا کے قریب نہیں جائے گا۔

۴ وہ جھوٹ نہیں بولے گا۔

۵ نشہ آور اشیا سے اجتناب کرے گا۔

۶ دوپہر کے بعد کھانا نہیں کھائے گا۔

۷ رقص وسرود اور موسیقی سے دور رہے گا۔

۸ ہار سنگار اور خوشبو کا استعمال نہ کرے گا۔

۹ کسی آرام دہ جگہ پر نہ بیٹھے گا اور نہ وہاں سوئے گا۔

۱۰ سونے اور چاندی کے قریب نہ جائے گا۔

ان کے علاوہ بعض باتوں کی تاکید ہے۔ ہر مہینے میں کم از کم دوبار اپنے نفس کا احتساب کریں اور دیکھیں کہ کس حد تک ان اصولوں پر عمل کیا ہے۔

ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کا فائدہ اطمینان قلب کا نصیب ہونا ہے اور یہی نروان ہے۔

جو لوگ صرف اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا چاہتے ہیں انہیں پہلے پانچ اصولوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ نیک چال چلن لازمی ہے اور والدین' استاد' اہل وعیال اور ملازموں کے حقوق کی ادائیگی لازمی ہے۔ اس کے علاوہ تارک الدنیا اور بھکشوں کی خدمت کرنا بھی ضروری ہے۔

نروان کے حصول کا راستہ:

گوتم بدھ نے نجات یا نروان کا دارومدار انسان کی ذاتی کوششوں پر رکھا ہے۔ اسے اپنے اعمال کا قطعی طور پر ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ بدھ کا قول ہے کہ انسان برائی کا خود ارتکاب کرتا ہے اور اس کے خراب نتیجہ کو بھگتنا بھی اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ وہ خود ہی برائی سے کنارہ کش ہو سکتا ہے اور خود ہی اپنے آپ کو گناہوں سے پاک رکھ سکتا ہے۔ پاکیزگی اور نجاست دونوں ذاتی صفات ہیں کوئی کسی دوسرے کو پاکیزہ نہیں بنا سکتا۔

گناہ دو قسم کے ہیں (۱) اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کرنا۔ (۲) جہالت یعنی حقائق سے عدم واقفیت۔

گناہوں سے محض توبہ اور کفارہ سے نجات ممکن نہیں بلکہ انسان اگر اپنی زندگی کو یکسر بدل دے تو گناہوں سے اپنا دامن بچا سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصائب وآلام (دکھ) کا باعث:

بدھ مت میں مصائب وآلام جن سے آئے دن واسطہ پڑتا ہے ان میں تین چیزیں اہم ہیں۔

۱ بیماری، بڑھاپا، موت

۲ فانی زندگی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں کسی چیز کو قرار نہیں اور وہ ہر آن اور لمحے بدلتی رہتی ہے۔

۳ غیر حقیقی کائنات یعنی کائنات کی تمام اشیا بے حقیقت ہیں کیونکہ اگر وہ حقیقی ہوتیں تو فنا نہ ہوتیں۔

بدھ مت کے پھیلاؤ کا سبب:

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے بدھ مت نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کے تمام حصوں میں پھیل گیا۔ بدھ مت ہندومت کے خلاف ردعمل کے طور پر وجود میں آیا تھا۔ ہندوستان کی نوجوان نسل دیوی دیوتاؤں کی پرستش اور ذات پات (ورن آشرم) میں انسانوں کی تقسیم کے عقیدہ سے متنفر ہو چکی تھی اور بدھ مت نے ان دونوں باتوں کی نفی کی تھی۔ اس لئے ہندو بدھ کی تعلیمات کی طرف لپکے۔

انسان کے متعلق بدھ کی تعلیم کی غلطی:

بدھ مت میں جہاں خدا کی ہستی کے متعلق واضح تعلیم نہیں ملتی جس سے اس کی تعلیم کو خدا کے انکار پر مبنی قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح انسان کے اندر کسی مستقل جوہر کے انکار نے بھی کائنات کے مقابلہ میں انسان کی برتری کا منکر تصور دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر چیز کا وجود کسی نہ کسی سبب کا مرہون منت ہے۔ اس طرح انسانی وجود بھی اسباب کے ایک تسلسل پر قائم ہے۔ مگر مذاہب عالم کی تاریخ بتاتی ہے کہ صوفیا نے اپنی ریاضتوں سے انسان کے اندر ایک مستقل جوہر کو معلوم کیا ہے۔ اگر کوئی مستقل جوہر نہیں ہے تو موت کے بعد انسان قطعی طور پر فنا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ کئی جگہوں پر خود بدھ مت نے اگلی زندگی کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ تمام مذاہب نے انسانی وجود میں نور خداوندی کو تسلیم کیا ہے۔ اس نور کی نفی نہیں ہو سکتی موت کے بعد ہی نور یا روح جسم سے الگ ہو جاتا ہے اور دوسری دنیا میں اپنے اعمال کے مطابق اچھی یا بری زندگی بسر کرتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدھ مت میں خواہشات کی نفی دراصل ان خواہشات کی نفی سے جو جبلتوں کے انسان دشمن احساسات پر مبنی ہیں اگر جبلتوں کے جذبات انسان کے لئے مثبت نتیجہ پر مبنی ہوں تو ان کا خاتمہ ضروری نہیں جیسے غصہ، شہوت اور لالچ وغیرہ کو تجزیب پسندی سے ہٹا کر مثبت اور مفید رویوں پر مبنی قرار دیا جائے تو گوتم بدھ کے نزدیک ان خواہشات کا خاتمہ ضروری نہیں سمجھا جاتا یعنی یہ سمجھنا کہ گوتم بدھ نے مثبت اور صحت مند خواہشات کو ختم کرنے کی ہدایت کی ہے قطعاً غلط ہے۔

گوتم بدھ کے نزدیک جونہی انسان عدم سے وجود میں آتا ہے وہ اپنے حواس خمسہ کے ذریعہ خارجی دنیا پر اثر انداز ہونے لگتا ہے۔ اس کے احساسات بیدار ہونے لگتے ہیں انہی جذبات کی تشکیل کے لئے خواہشات جنم لیتی ہیں اکثر و بیشتر حالات میں انسان ان خواہشات کی تکمیل نہیں کرسکتا۔ انسان جو کچھ چاہتا ہے اسے پا نہیں سکتا جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے ان سے اپنا دامن بچا نہیں سکتا۔ اسی طرح وہ تغیرات اور موت سے بھی بچ نہیں سکتا۔ اس کا لازمی نتیجہ رنج والم ہے اور یہ سب کچھ انسان کی اس کوشش کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کائنات یا موجودات عالم سے الگ اور ممتاز تصور کرتا ہے اور الگ رہنا چاہتا ہے حالانکہ بدھ کائنات یا موجودات عالم کو عالمگیر حقیقی روح کے مظاہر سمجھتا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ بدھ کے نظریات چارواک کے سوفسطائی فرقہ کے مخالف ردعمل کا نتیجہ تھے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ چارواک کے فلسفہ مادیت وجود خدا کے انکار، روح انسانی کی نفی، اخلاقی تعلیمات سے چشم پوشی اور حیات بعد الموت سے انکار کو درست مان لیا جائے؟

چونکہ چاروک کے پیروؤں نے ان خیالات کی بے حد اشاعت کی تھی اور جگہ جگہ ان پر بحث ومباحثہ ہو رہا تھا۔ اس لئے گوتم بدھ نے اس بحث مباحثہ کو ختم کرنے کے لئے مذکورہ حقائق سے خاموشی اختیار کر لی جس کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا کہ بدھ ان حقائق کا منکر تھا۔ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مہاتما بدھ کے شاگردوں نے اپنے غلط عقائد کو بدھ مت کی تعلیم میں شامل کر دیا ہے۔

مہاتما بدھ سے پہلے ہندوستان پر جو مذہب پھیلا ہوا تھا اس کا نقشہ ڈاکٹر رادھا کرشن نے میں اس طرح بیان گیا ہے۔

لین دین کا ایک سودا تھا جو خدا اور انسانوں کے درمیان ٹھہر گیا تھا جب کہ ایک طرف اپنشد کا ایشور تھا جو ذات الوہیت کا ایک اعلیٰ اور شائستہ تصور پیش کرتا تھا۔ دوسری طرف ان گنت خداؤں کا ہجوم تھا جن کے لئے کوئی حد بندی نہیں ٹھہرائی جا سکتی تھی۔ آسمان کے سیارے، مادہ کے عناصر،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین کے درخت' جنگل کے حیوان' پہاڑوں کی چٹانیں' دریاؤں کی جدولیں غرضیکہ موجودات خلقت کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جو خدائی حکومت میں شریک نہ کر لی گئی ہو گویا ایک بے لگام اور خود رو تخیل کو پروانہ مل گیا تھا کہ دنیا کی جتنی چیزوں کو خدائی مسند پر بٹھایا جا سکتا ہے بے روک ٹوک بٹھاتا رہے۔ پھر جیسے خداؤں کی یہ بے شمار بھیڑیں (مجموعے) بھی اس کے ذوق خدا سازی کے لئے کافی نہ ہوں تو طرح طرح کے عفریتوں اور عجب الخلقت جسموں کی متخیلہ صورتوں کا بھی ان پر اضافہ ہوتا۔ رہا اس میں شبہ نہیں کہ اپنشدوں نے اگرچہ فکر و نظر کی دنیا میں ان خداؤں کی سلطانی درہم برہم کر دی تھی لیکن عمل کی زندگی میں انہیں نہیں چھیڑا گیا۔ وہ بدستور اپنی خدائی مسندوں پر جمے رہے۔

(انڈین فلاسفی' طبع ثانی ص 4.5.2)

بات صرف اتنی تھی کہ برہمنوں اور استحصالی طبقوں نے اپنے مفاد کے لئے خدا اور مذہب کے نام کو بڑے غلط طریقہ پر استعمال کیا تھا اس لئے گوتم بدھ اور مہاویر نے خدا کے وجود کی تشریحات' اس کے نام کو بار بار جپتے رہنا' اسے خوش کرنے کے لئے مختلف قسم کی قربانیوں کو پیش کرنا اور اس کے دیدار کے لئے معاشرتی فرائض سے منہ موڑ کر گوشہ تنہائی میں پناہ لینے سے منع کر دیا تھا اور معاشرتی فرائض کو محبت' دیانت اور انصاف کے ساتھ پورا کرنے پر ہی زور دیا تھا۔ دراصل مابعد الطبیعاتی مسائل پر ان کی خاموشی کو ان کے پیروؤں اور دوسرں نے ان مسائل کی نفی پر محمول کر دیا۔

ہمارے عہد میں انسانی خودی (EGO) کے سب سے بڑے عارف علامہ اقبال نے کہا ہے کہ ''منکر اوشری منکر خویشتن مشو'' یعنی اگر تو خدا کی ہستی کا منکر ہوتا ہے۔ مگر اپنی ہستی کا منکر نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

تلاش اوکنی جز خود نہ یابی
تلاش خود کنی جزاؤ نہ یابی

یعنی اگر تو خدا کی تلاش کرتا ہے تو اپنی ذات کے سوا کچھ نہ پائے گا اور اگر تو اپنی ذات کی تلاش کرتا ہے تو خدا کے سوا کچھ نہ پائے گا۔

لہٰذا ایسا وقت قوموں پر آ جاتا ہے جب انسان کی بجائے خدا کی ہستی پر زور دیا جاتا ہے اور کبھی انسان کی اپنی ذات پر توجہ دینے کی ضرورت کا احساس دلایا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوتم بدھ کے زمانہ میں یہودی قوم بابل میں جلاوطنی اور قید کی حالت میں بابلی مذہب سے اثر پذیر ہو کر اپنی فرضی تاریخ لکھ رہی تھی۔ ہند میں روح' خدا' الحاد' عیش پرستی' بام مارگی (دست چپی) اور اسی طرح کی بہت سی اختلافی باتوں کے متعلق ہزار ہا فرقے بن گئے تھے۔ اسی لئے گوتم بدھ نے برہمنوں کی تعلیمات میں مندرجہ ذیل انقلابی اصلاحات کیں۔

۱۔ ذات پات کا خاتمہ:

چونکہ لوگ سمجھتے تھے کہ خونی قربانی سے دیوتا خوش ہوتے ہیں تو بدھ نے ایسے ظالم دیوتاؤں کا اور اس طرح کی تعلیم دینے والے برہمنوں کا خاتمہ کرنا ضروری سمجھا۔ انہوں نے بتایا کہ سب انسان برابر ہیں حتی کہ شودر اور عورتیں بھی دھرم (دین) کے معاملے میں برابر ہیں۔ علم کا دروازہ سب پر کھلا ہے۔ اور عقل کو قید کرنے کا کسی ذات (یعنی برہمن) کو حق نہیں لہٰذا جو شخص دھرم یعنی عقل کا راستہ اختیار کرتا ہے اس کی کوئی ذات نہ ہوگی وہ خود سوچ لے کہ کس طرح تناسخ کے ابدی چکر سے نجات مل سکتی ہے۔ روح کو سکون یا نروان حاصل ہو سکتا ہے۔

۲۔ علمی حجتوں سے زیادہ عمل صالح ضروری ہے:

گوتم بدھ نے علم و عقل کا انفرادی دروازہ کھول دیا اور فرمایا کہ علمی کٹ حجتوں سے عمل صالح بہتر ہے۔ ان کے نزدیک حق پرستی اور محبت ہی انسان کا دین ہے۔ اسی سے نجات مل سکتی ہے دین یا دھرم وہ ازلی و ابدی قانون ہے جس سے پوری کائنات چل رہی ہے۔ یہی شہنشاہ ہے (انگت تارہ) یہی عالمگیر عدل ہے' قدرت ہے' ویدوں کا ایشور ہے۔ یونان کا لوگاس ہے۔ عربی کا کلمہ اور حق ہے۔ یہی خیر محض ہے۔ گویا بدھ نے خدا کے تصور کو عام لوگوں کی بولی میں حق اور دھرم کے لفظوں میں ادا کیا اور صراط مستقیم پر چلنے کی تعلیم دی۔ لیکن اس تعلیم میں عقل کو آزاد رکھا اور کہا یہ نہ کہو کہ بدھ نے یہ بات کہی ہے اس لئے یہ سچ ہے بلکہ تمہاری عقل بھی اسے ٹھیک بتائے تو مانو ورنہ خود راستہ ڈھونڈو۔

۳۔ اعتدال کا راستہ:

گوتم خود شہزادہ تھا ہر طرح کے عیش و آرام کو حاصل کر چکا تھا اور عیش کو چھوڑ کر اس نے برہمنوں کے بتائے ہوئے زہد و سنیاس میں جان کھپائی تھی۔ آخر اس پر یہ راز کھلا کہ نہ بام ماوگیوں (لذت پرستوں) کی طرح تعیش کی زندگی سے روحانی فراغت و سکون حاصل ہوتا ہے نہ زاہدوں کی ریاضتوں اور نفس کشیوں سے نجات کا دروازہ کھلتا ہے۔ لہٰذا بیچ کا راستہ یا اعتدال کی راہ ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی ہے جو انسان کو نجات یا فراغت کاملہ تک لے جاسکتی ہے۔

انسانی دل و دماغ ہر جگہ یکساں عمل کرتا ہے۔ بشرطیکہ اس کو کسی فرد یا جماعت نے اپنے افکار کا غلام نہ بنا لیا ہو۔ اسی اعتدال کے راستہ کو سقراط نے یونان میں تلاش کیا اور افلاطون نے ''جمہوریہ'' کے ذریعے اور ارسطو نے اپنی ''اخلاقیات'' کے ذریعے عدل و ظلم کی توجیہہ و تشریح کی بہرحال افراط و تفریط سے بچ کر بیچ کی معتدل راہ یا میانہ روی کو گوتم بدھ نے سچائی اور محبت کا راستہ بتایا' ظاہر ہے کہ سچائی اور محبت میں سوائے خوبی کے اور کچھ نہیں۔ البتہ محبت کا وہ طریقہ جسے جاہل ماں اپنے بچے کے لئے اختیار کرتی ہے اعتدال کا طریقہ نہیں ہے۔ اسی لئے گوتم بدھ نے سچائی اور محبت کے لئے معقول ہونے کی شرط لگادی۔

٤۔ تحریف ست دھرم:

لیکن بعد کے برہموں (عقل پرستوں) نے خود دین فکر و عمل کو محرف کر دیا۔ محبت کے معنی صرف یہ سمجھ لئے کہ کسی کی جان نہ ماری جائے اور بعض خواہشات کو فنا کر دینے کو استغنا سمجھنے لگے۔ حالانکہ کہا یہ گیا تھا کہ لذات و خواہشات کو اعتدال کے رستہ پر ڈالو اور نہ افراط میں پڑو کہ بالکل سنیاسی بن جاؤ نہ تفریط اختیار کرو کہ بام مارگیوں کی طرح دن رات شراب خوری اور زنا اور گوشت خوری کو اپنا مقصد بنالو۔ بہرحال یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ ان کے بھکشو سنیاسی ہوتے ہیں۔ حقیقت میں وہ معلم اخلاق و علم ہیں جو رضا کارانہ یہ کام کرتے ہیں۔ اور صرف ایک وقت کھانا کھاتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاویر اور جین مت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاویر اور جین مت

جین مت کے بانی مہاویر کا اصلی نام وردھمان تھا۔ مہاویر ۵۴۰ ق۔م میں مشرقی ہندوستان یعنی پٹنہ سے ۲۷ میل دور ویسائی کے ایک چھتری گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کا والد کندھاپور کے قبیلے ''جناتیر کا'' کا سردار تھا۔ والدہ ویسائی اور مگدھ کے حکمران طبقہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ وردھمان (مہاویر) نے ایک شہزادی ''ایشوما'' سے شادی کی۔ مگر جب تیس سال کی عمر ہوئی تو دنیا ترک کر دی اور پرسوناتھ کا مسلک اختیار کرلیا۔

مہاویر سے پہلے چوبیس تیرتھنکر راہنما ہو گزرے ہیں۔ روایت کے مطابق یہ سب چھتری گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے ان میں آخری مصلح پرسوناتھ نام کا تھا۔ اس کا باپ بنارس کا راجہ تھا۔ اس کا زمانہ آٹھویں صدی ق۔م ہے۔ ایک عرصہ تک خوشحال اور عیش و نعم کی زندگی گزارنے کے بعد راہبانہ زندگی اختیار کر لی۔ چوراسی دن کے مراقبہ کے بعد انہیں علم حاصل ہوا۔ حصول علم کے بعد ستر سال تک زندگی کو مکمل بنانے اور طہارت و پاکیزگی و تقدس حاصل کرنے میں لگے رہے۔ ان منازل کے بعد تمیتا پہاڑ پر اپنے پیروؤں کے درمیان نروان حاصل ہوا۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو عدم تشدد، صداقت، چوری سے اجتناب اور رہبانیت کی تعلیم دی۔

مہاویر چھ سال تک ایک بھکشو ''گوسالہ'' کے ساتھ رہا۔ لیکن گوسالہ کو جب کچھ روحانیت حاصل ہوئی تو اس نے الگ ہو کر نئے عقیدے کی بنیاد ڈالی اور اس کی اشاعت شروع کر دی۔ اس نئے عقیدہ کا نام ''اجویکا'' تھا۔ ریاضت کے تیرھویں سال مہاویر نے ایک غیر معروف بستی جو ''بھاما گرام'' میں دریائے اجوپالکا کے کنارے آباد تھی۔ اس میں اپنا ڈیرہ لگا لیا۔ ۴۲ سال کی عمر میں اس کو وہ حقیقی معرفت اور گیان حاصل ہوا جس کو ''کیول'' کہتے ہیں۔ اب مہاویر ایک نئے مذہب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نرگرنتھیں'' کا رہنما بن گیا۔ اس مذہب کو بعد میں جین مت کا نام دیا گیا۔۔ اس کے پیروؤں کو جینی یعنی جنیا (فاتح) کہا گیا۔ جین کے لفظی معنی فاتح کے ہیں۔ یعنی اپنی سفلی خواہشات پر قابو اور فتح پانے والا۔ اس لفظ سے ہی جین مت کا نام اخذ ہوا۔ مہاویر نے ۷۲ سال کی عمر میں جنوبی بہار کے ایک مقام ''پاوا'' میں ۴۸۶ ق م میں وفات پائی۔

مہاویر نے تیس برس تک اپنے عقیدہ کا پرچار کیا۔ اس سلسلہ میں انگا' ویہا اور مگدھ کا سفر کیا۔ مگدھ کے مشہور حکمران بمبسار اور اس کے لڑکے اجاتا استرو سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ بدھ اور جین روایات ان دونوں حکمرانوں کو اپنے پیروؤں میں شامل کرتی ہیں۔

تعلیمات:

جس دور میں مہاویر پیدا ہوئے' اس عہد میں سب سے بڑا مسئلہ نروان کا حاصل کرنا تھا۔ مہاویر نے نروان حاصل کرنے کے دو طریقے بتائے ایک سلبی اور دوسرا ایجابی۔

سلبی طریقہ یہ تھا کہ انسان اپنے دل سے ہر قسم کی خواہشات اور آرزوئیں نکال دے۔ کیونکہ خواہشات اور تمنائیں ہی مصائب و رنج کا باعث ہوتی ہیں۔ کیونکہ جب خواہش پوری نہیں ہوتی تو وہ غم سے دوچار ہوتا ہے۔ جب خواہش ہی نہ ہوگی تو روح مسرت سے ہم کنار ہوگی۔ یہ قلبی مسرت اور راحت ہی نروان ہے۔

ایجابی طریقہ یہ ہے کہ انسان کے عقائد' علم اور عمل صحیح اور درست ہوں۔ انہیں تین رتن کہا جاتا ہے۔ اعمال کی درستگی پانچ باتوں پر ہے۔

۱۔ اہمسہ (Ahimsa) یا آزادی۔ کسی ذی روح کو تکلیف نہ دی جائے۔ جس طرح انسان کا اپنا وجود محترم اور عزیز ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں کو بھی سمجھنا چاہیے۔

۲۔ ستیام (Satyam) یا راستی۔ ہمیشہ راستی کو اپنا شعار بنایا جائے اور دوسروں کے اموال کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

۳۔ استیام (Asteyam) یا چوری سے اجتناب۔ حلال روزی کمائی جائے اور دوسروں کے اموال کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے سے پرہیز کی جائے۔

۴۔ برہمچاریام (Brahma Charyam) یعنی عفت' پاکدامنی کی زندگی بسر کی جائے۔

۵۔ اپری گراہیہ (Apari Graha) یعنی لذات مادی' حواس خمسہ' سننے' دیکھنے' سونگھنے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکھنے پر مکمل فتح اور غلبہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہی حواس انسان کو مادی لذات کی گمراہی میں مبتلا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

جین مت میں عدم تشدد کی حدود بہت وسیع ہیں۔ اس کی رو سے نہ صرف ذی روح کو بلکہ غیر ذی روح کو ایذا پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔

جین مت ذات پات کا مخالف ہے اور ویدوں کو نہیں تسلیم کرتا۔ اس کے نزدیک خدا انسان کی مضمر استعدادوں اور صلاحیتوں کی جلاء، تکمیل اور اظہار کا نام ہے۔

مہاویر بارہ برس سے زائد عرصہ تک دیگر سیلانی فلسفیوں (سادھو یا سنیاسی) کی طرح ساری وادی گنگا میں بھوکا پیاسا' تپسیا کرتا' انسانوں اور جانوروں کے تشدد برداشت کرتا رہا۔ اسی وجہ سے وہ کامل معرفت کے حصول کے بعد ۲۴واں تیر تھنکر بن گیا۔ یہ اس سلسلہ کا آخری عظیم فاتح تھا۔

چوتھی صدی ق م کے آخر میں جنوبی بہار میں قحط پڑ گیا۔ جس کی وجہ سے جینیوں کی بہت بڑی جماعت میسور اور اس کے قرب جوار میں جا بسی۔ جو لوگ پاٹلی پتر (پٹنہ) میں رہ گئے انہوں نے ایک کونسل قائم کی تا کہ مقدس کتب کو از سر نو ترتیب دیا جائے۔ اس کونسل نے بارہ ''انگس نامی'' کتابیں مرتب کیں۔ پانچویں یا چھٹی ق م میں ''ولبھائی'' گجرات میں دوسری کونسل قائم ہوئی جس نے جین مت کے نام اصولوں کو اکٹھا کر کے کتابی شکل دی۔ ان میں ''انگس'' ایک مکمل صحیفہ ہے۔

چندر گپت موریا کے عہد میں جین مت دو فرقوں میں بٹ گیا۔ ایک فرقے کا نام سوتیامبر تھا جو سفید کپڑے پہنتا تھا دوسرے فرقے کا نام گمبر یا دیگامبر تھا۔ یہ برہنہ رہتے تھے لیکن اسلامی حکومت نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ کپڑے پہنیں۔

مہاویر کا تمام فلسفہ تہذیب نفس' ترک خواہشات اور رہبانیت پر مشتمل ہے۔ ان چیزوں کے لئے کسی معبد کی ضرورت نہ تھی۔ مگر بعد میں عبادت خانے تعمیر ہوئے۔ ان میں تیر تھنکروں کے مجسمے رکھے گئے۔ بعض مورتیاں بیٹھی ہوتیں اور بعض کھڑی ہوتی تھیں۔ شروع میں ان مجسموں کی نہ تو پرستش کی جاتی اور نہ مقدس سمجھا جاتا۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ان کی پرستش بھی شروع ہو گئی۔ سوتیامبر میں ایک فرقہ ''ڈھونڈھیا'' ہے جو بت پرستی نہیں کرتا۔

جین مت صرف ہندوستان میں رہا۔ اس کا زور مگدھ میں تھا۔ لیکن جب موریا خاندان کے عہد میں اسے زوال ہوا تو اجین اور متھرا میں اس کا غلبہ ہوا۔ اب گجرات ان کا مرکز ہے۔ اس صوبہ میں کوہ ابو پر اس کے عالیشان مندر ہیں ان مندروں کا شمار ہفت عجائب ہند میں سمجھا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ماننے والوں کی دو قسمیں ہیں ایک سراوک ہیں جو خاندانی زندگی بسر کرتے ہیں دوسرے شرامن جو رہبانیت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

جین مت کا نظریہ کائنات دو درجوں پر مشتمل ہے ایک بے جان اور دوسرا زندہ (جیو)۔ پہلے درجہ میں ایٹموں کے ساتھ ساتھ حرکت' سکون' زمان و مکان جیسے طبیعاتی اصول شامل ہیں۔ حیات (جیو) کا درجہ زندگی کے تمام عناصر بمعہ نباتات و حیوانات میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ زندگی کی ہر قوت میں توانائی' شعور اور مسرت شامل ہے اور یہ کائنات کے اندر بار بار جنم لیتی ہے پست ترسطح پر جیو دوزخی حلقوں یعنی پاتال میں رہتے ہیں۔ درمیانے درجہ میں وہ عناصر' حیوانات اور نباتات کی شکل میں رہتے ہیں۔ بلند درجہ پر دیوتاؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ صرف درمیانے حلقے میں اور بطور انسان ہی ''کیول'' (معرفت کامل) تک پہنچ سکتے ہیں۔

''کرتنگ سوتر'' میں رفعت حیات کے اصول کے بعد جین مت نے بتایا ہے کہ حیات کی انتہائی سادہ ترین صورتیں ''نگوڑ'' ہیں جو خوردبینی نامیاتی اجسام سے مشابہ ہیں۔ تمام جگہوں اور گوشت میں رہتی ہیں۔ ان کے اوپر پانی' آگ اور ہوا کے اجسام ہیں۔ حیات کی بلند تر درجہ بندی جانوروں اور پودوں میں ملتی ہے۔ خوردبینی اجسام اور عنصری اجسام سمیت زندگی کی تمام صورتیں لمس کی مالک ہیں۔ حالت زندگی سے قطع نظر مٹی کے ڈھیلے سے لے کر آسمانی مخلوقات تک ہر چیز زندگی کے چکر میں اس وقت تک بار بار جنم لیتی رہتی ہے جب تک وہ انسانی شکل میں جنم لے کر ''کرم'' کے ذریعہ جستجوئے نجات نہ شروع کر دے۔

نظریہ کرم:

جین مت میں نظریہ کرم بالکل انوکھا' بدھ مت اور ہندو مت والے نظریہ کرم سے نمایاں طور پر تجدید یافتہ ہے یعنی کرم ایٹموں پر مشتمل ایک مادی چیپا اور رنگین مواد ہے جو قوت حیات کے ساتھ چپکا ہوا ہے اور مکتی کی دنیا (سدھ لوک) میں جانے سے روکتا ہے۔ متشددانہ اعمال کے ذریعہ کرم جیو کی جانب کھینچتا ہے اور سب سے زیادہ لوک مخلوقات کو سیاہی مائل مادے کے بادلوں سے ڈھپا ہوا بتایا جاتا ہے۔ نیلے' سرمئی' نارنجی اور زرد کرم والی مخلوقات اس طرح درجہ بدرجہ کم سے کم متشدد ہوتی جاتی ہیں جب کہ غیر متشدد شخص کو صرف سفید کرم والا سمجھا جاتا ہے۔ جینیوں نے کرم کو مزید ۱۴۸ مختلف ممکنہ صورتوں میں مرتب کیا ہے جو پراکرتی کہلاتی ہیں۔ ۱۱۸۰ ابتدائی درجوں میں گروہ بندیہ صورتیں مہلک سے لے کر غیر مہلک اقسام تک ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمہ جین مت میں راہ نجات چودہ مراحل یا ''گن استھان'' پر مشتمل ہے۔ پہلے مرحلہ میں انسان لاعلمی میں گھرا رہتا ہے۔ چوتھے مرحلہ میں اسے مکتی کی جھلک نظر آتی ہے اور کرم کی بیشتر زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں۔ بعد میں مرحلہ بہ مرحلہ وہ پانچ بنیادی عزم (اہنسا' صداقت' چوری نہ کرنا' جنسی نفس کشی اور عدم ملکیت) کرتا اور جذبات کو مغلوب کر لیتا ہے۔ موت سے ساعت بھر پہلے آخری مرحلہ باقی کے تمام کرموں سے چھٹکارے کی علامت ہے۔ تمام جینی سبزی خور ہیں۔ گرہست ارکان روایتی طور پر صرف ایسے پیشے اختیار کرتے ہیں جن میں تشدد نہ ہو' وہ بنیادی طور پر تجارت' فنون اور اشاعت سے وابستہ ہیں۔ بہت سے جینی مخصوص عرصہ کے روزے رکھتے ہیں۔ اور کچھ موقعوں پر چہروں پر نقاب پہن لیتے ہیں تا کہ سانس کے ذریعے جرثومے اندر نہ جا سکیں۔

خانقاہی جین زیادہ سخت زندگی بسر کرتے ہیں وہ ایک جگہ شاذ و نادر ہی ایک یا دو روز قیام کرتے ہیں۔ وہ صرف وہی کھانا کھاتے ہیں جو انہیں دیا جائے۔ سوتامبر فرقہ کے ارکان کم سے کم نجی چیزیں اپنے پاس رکھتے ہیں۔ جب کہ ترقی یافتہ بھکشو کوئی چیز حتیٰ کہ کپڑے بھی نہیں رکھتے۔ دونوں سلسلوں کے بھکشو اور بکھشنیاں اپنے آگے کے راستے پر جھاڑو دیتے جاتے ہیں تا کہ کیڑے مکوڑوں کے اوپر پاؤں نہ پڑ جائے۔

کئی ہزار جینی امریکہ اور یورپ میں جا بسے ہیں۔ جدید جینی اپنی زندگیوں کو مہاویر کی عدم تشدد کی تعلیمات کے مطابق بناتے رہتے ہیں۔ انہیں نیوکلیر (ایٹمی) اسلحہ کے خلاف' سبزی خوری کے استدلال پر اور سائنسی تجربہ گاہوں میں استعمال کئے جانے والے جانوروں کو آزاد کروانے کی مہمات میں شامل کیا گیا تھا۔

جین مت ایسے خدا کو نہیں مانتے جسے کائنات کا بنانے والا (خالق) اور ارواح کے کرموں (اعمال) کا نتیجہ دینے والا مان لیا جائے تو ایسا خدا (ایشور) دنیا کا پابند ہو جائے گا جب کہ وہ آزاد ہے۔ ایشور کی خواہش سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ کرم (عمل) سے ملتا ہے۔ ارواح اپنے اعمال کو اس طرح بھگتتی ہیں جیسے وہ نشہ آور چیز پینے سے نشہ میں آ جاتی ہیں۔ اس میں ایشور کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

جینی مادہ اور روح کو ابدی مانتے ہیں جو روح مکتی پا جاتی ہے وہ پیدائش اور موت کے چکر میں نہیں آتی۔ کرموں سے نجات پانے کا نام ہی مکتی ہے جو مکتی حاصل کر لیتا ہے وہ پرمیشور ہو جاتا ہے۔ چوبیس تیرتھنکروں نے نجات حاصل کر لی تو وہ پرمیشور بن گئے اس دنیا میں ایک پرمیشور نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنے مکتی حاصل کر لیتے ہیں پرمیشور بن جاتے ہیں۔ (دراصل پرمیشور خدا نہیں ہے بلکہ خدا نما ہے۔ جسے غلطی سے خدا کہا جاتا ہے)

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخن آتون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخن آتون

تاریخ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مصری تمدن یونانی تمدن سے قدیم اور حکمت و دانائی کا مرکز رہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مصری تاریخ مختلف ادوار میں تقسیم ہے۔ پہلا دور کم از کم ۴۰۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے اسے اتحاد اول کہتے ہیں اس دور میں تمام مصر ایک منظم و متحد ریاست تھا۔ دوسرا دور ۳۵۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے اسے اتحاد ثانی کہتے ہیں۔ اس دور کا ایک حجری کتبہ دریافت ہوا ہے جس کا مضمون ۳۵۰۰ ق۔م میں علما نے تیار کیا تھا۔ اسے کاغذ پر لکھا گیا تھا جب کاغذ بوسیدہ ہو گیا تو ایک فرعون بادشاہ نے اسے پتھر پر کھدوا دیا تا کہ یہ ضائع نہ ہو۔ اس کتبہ میں تاریخ انسانی میں پہلی بار اخلاقی مسائل کو خارجی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس میں اخلاق کے متعلق درست اور نادرست وغیرہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساڑھے تین ہزار برس قبل بھی انسان اخلاقی حیثیت سے ان مسائل سے دوچار تھا جو آج درپیش ہیں۔ اس حجری کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فکر کی ابتداء یونان سے نہیں بلکہ مصر سے ہوئی ہے اور یہ بات مغربی محققین کے خلاف ہے جو فکر کی ابتدا یونان سے شروع کرتے ہیں۔

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں میں خدا کے متعلق تصور کافی ترقی یافتہ تھا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ خدائے مطلق دیوتاؤں کا قلب اور زبان یعنی عقل ہے۔ کتبہ میں خدا کا نام ''ٹا'' لکھا ہوا ہے جس نے تمام دیوتاؤں کو تخلیق کیا اور ان کی تمام صفات خدا میں موجود تھیں۔

آج سے چار ہزار برس پہلے کے عہد کو انسان کا عہد طفولیت تصور کیا جاتا ہے جب کہ اس کتبہ میں فلسفہ امن اور اخلاق کے تمام مسائل درج ہیں۔ سقراط کے ذہنی ارتقا سے صدیوں پیشتر مصری حکما کے نزدیک ہر چیز کی تخلیق اس تصور سے ہوئی جس کو نفس نے سوچا اور زبان نے ادا کیا۔ حالانکہ یونانی حکما نے کائنات کی تخلیق پانی، ہوا، آگ وغیرہ سے بتائی ہے ان کی تخلیقی قوت کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث وہ کلمہ تھا جس نے تصور کو متشکل کیا اور وجود بخشا۔ خدا ہی وہ نفس مطلق ہے جو سوچتا ہے اور وہ زبان ہے جو کلام کرتی ہے۔ قرآن میں تخلیقی عمل کے متعلق کہا گیا ہے کہ واذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون۔ ''جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں' تو کہتا ہوں ہو جا بس وہ ہو جاتا ہے۔'' اس میں لفظ ''کن'' ہی گویا تخلیق کائنات کا آغاز اور کنجی ہے اور یہی حکمۃ اللہ ہے جس کے متعلق یوحنا کی انجیل کی ابتدا میں ہے کہ ''ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا اور اسی کے وسیلے سے تمام چیزیں پیدا ہوئیں۔ اور جو کچھ پیدا ہوا اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔'' ہیراقلیطس کے ہاں پہلی بار لفظ کلمہ استعمال ہوا ہے جس سے مراد ایک تخلیقی اصول' ایک خیال یا خدا کی تخلیقی قوت کا وہ پہلو ہے جس سے کثرت وجود میں آئی۔ یہودیوں کے ہاں کلمہ کلام کی جگہ لفظ ''حکمت'' آیا ہے۔ ان دونوں لفظوں کلام اور حکمت میں یہودی فلسفی فیلو نے ہم آہنگی پیدا کی اور بعد میں عیسائی اور مسلمان مفکرین نے مختلف شکلوں میں اس پر بحث کی مگر مصر کے اس قدیم حجری کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا بلند تصور یہودی اور یونانی فکر سے صدیوں پیشتر انسانی ذہن میں پیدا ہو کر تحریری شکل میں آ چکا تھا۔ اگر اس کا مقابلہ ہندو مفکرین سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مفکرین کثرت پرستی میں مبتلا رہے اور ان کے دیوتا قوائے فطری کے طور پر صدیوں تک پوجے جاتے رہے۔ جبکہ آج سے پانچ ہزار سال پہلے ہی مصری مفکرین بہت جلد اس دور سے گزر کر خدائے واحد کے تصور تک پہنچ چکے تھے۔ اور کائنات کے مظاہر کے پیچھے ان کی نظر کائنات کے خالق تک پہنچ چکی تھی۔ ان کی نگاہ نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ یہ نظام کائنات حکمت و دانائی سے چل رہا ہے اور اس بنا پر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس نظام کائنات کی تکوین جادو سے نہیں ہوئی' محض اتفاق و تحصیل سے یہ چیز پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس میں ایک خاص مقصد ہے۔ آغاز سے آج تک یہ مقصد کام آ رہا ہے اور خدائے عزیز ہر جاندار کے قلب و سینے میں اور ہر کلام کرنے والی زبان میں موجود ہے۔

اخلاقی مسائل جن کی طرف اس حجری کتبہ میں اشارات موجود ہیں یہی ظاہر کرتے ہیں کہ مصری حکما و علماء کافی عرصہ تک اس سلسلہ میں غور کرتے رہے تھے۔ نیکی اور بدی' مستحسن اور غیر مستحسن اعمال کی تمیز کا واضح تصور اس کی دلیل ہے کہ انسان میں انفرادی اور اجتماعی طور پر ذہنی کشمکش پیدا ہو چکی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قبائلی زندگی سے ترقی کر کے انسان ایک مستحکم و منظم ریاست میں اپنا انفرادی مقام حاصل کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ اس کتبہ کے مصنف یا مصنفین نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی ہے کہ اخلاقی اعمال کو دینی سرچشمہ سے ملا دیا جائے۔ چنانچہ اس میں مذکور ہے کہ ''زندگی اس شخص کو دی جاتی ہے جو امن و آشتی کا علمبردار ہے'' یہاں پر ''نیک'' کی جگہ ''امن و سکون کے علمبردار'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اخلاقی صفات کو معاشرتی پسندیدگی اور غیر پسندیدگی کا لباس پہنا دیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے اخلاقی مسائل کو معاشرتی ماحول میں سمجھا اور پیش کیا ہے۔

دوسرے ان کے ہاں خدا کا بہت واضح تصور موجود تھا۔ اس کی ذات موہوم نہ تھی بلکہ تمام اعلیٰ اوصاف کی حامل ذات تھی، جو تکوین و تخلیق کائنات کے بعد آسمانوں کی بلندیوں پر غافل و بے پروانہ تھی۔ وہ (خدا) انسانوں کے اعمال سے بلاواسطہ دلچسپی لیتا ہے۔ ان کی نیکی اس کی رضا اور خوشنودی کا موجب تھی اور ان کے بداعمال و افعال اس کی ناراضگی کا باعث ہوتے تھے۔ وہ ان کے اعمال کے مطابق فیصلہ کر دیتا تھا۔ وہ لوگوں کا پادری و رہنما بھی تھا اور ان کے نیک و بداعمال کا فیصلہ کرنے والا بھی وہ نیکوں کا دوست اور بدوں کا دشمن تھا۔ اس طرح خدا صاحب امر بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔

اس حجری کتبہ کے بعد اہرامی کتبات جو مصر کے امرا نے اپنے مقبروں کی دیواروں پر کندہ کروائے تھے، مصر میں حکمت کے ارتقا کا پتہ دیتے ہیں۔ ٹاہوٹپ نے خدا کے لئے لفظ ''مآت'' استعمال کیا ہے۔ ٹاہوٹپ جب گورنری کے عہدے سے فارغ ہو گیا تو اس نے اپنی حاصل کردہ حکمت کو اپنے بیٹے کے لئے لکھوایا جو اب گورنر بن چکا تھا۔ ٹاہوٹپ کی حکیمانہ تعلیمات کو ''ہدایات'' کہا جاتا ہے۔ اس نے بیوی کے لئے لکھا ہے کہ وہ ایک عمدہ کھیت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں اس وقت ایک منظم مرکزی حکومت قائم ہوئی جس نے مقامی حاکموں کی مطلق العنانی کو ختم کر کے ایک عظیم الشان شخصیت کے ماتحت ملک کے تمام باشندوں کی وفاداریاں اس کے گرد مرکوز کر دیں۔ اس طرح انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ عالمگیر اقدار کا ایک حلقہ قائم ہوا جس کی بنیاد پر نظریہ توحید کی تعمیر ہوئی۔

ایران کے بادشاہ صایرس (ذوالقرنین) نے مغربی ایشیا میں اس طرح کی مرکزی حکومت قائم کی تو زرتشتی مفکرین بھی اس طرح کے بلند اخلاقی تصورات پیش کر سکے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بلند مرتبہ شخص اپنی ذہنی فراست و فکری عظمت کے ماتحت اس بلند تصور تک پہنچ سکے، حالانکہ اس کے اردگرد ایسی کوئی مرکزی اور عظیم الشان مرکزی ریاست موجود نہ ہو۔ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ خارجی حالات انسان کی داخلی زندگی پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتے لیکن ان اثرات کی حیثیت محض انسانی ذہن و قلب کو ایک خاص منہاج کی طرف لے جانے کی ہوتی ہے۔ ان تصورات وخیالات کی نوعیت اس کے اپنے ذہن کی داخلی پیداوار ہوتی ہے۔ اگر ہر شخص محض اپنے حالات کی پیداوار ہو تو زندگی ارتقا کی منزلیں طے نہیں کر سکتی۔ مصر کی تاریخ مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹاہوٹپ کے بعد جب مرکزی اور منظم سلطنت ختم ہوگئی تو یہ بلند اخلاقی تصورات اور نظریہ توحید غائب ہونے کی بجائے ترقی کرتے چلے گئے اور ان میں وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ اسی دور کے ایک بادشاہ کے چند نصائح ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ہم اس کے نام سے واقف نہیں لیکن اس نے یہ ہدایات اپنے بیٹے کو دی ہیں جس کا نام ''میری کری'' ہے۔ ان ہدایات میں اصول اخلاق یعنی تقویٰ، عدل، نیکی اور صداقت پر پورا پورا زور دیا گیا ہے۔ بادشاہ کا خیال ہے کہ اگر سرکاری ملازمین کو اپنے روزگار کی طرف سے اطمینان نہ ہو تو ان سے نیک اعمال اور صحیح انصاف کی توقع عبث ہوگی۔ اس لئے اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی ہے کہ جہاں قابلیت اور جوہر شناسی کا تقاضا یہ ہے کہ امیر اور غریب کی تمیز قائم نہ رکھی جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ امرا پر ان کے مرتبہ کے مطابق نوازش کی جائے تا کہ وہ انصاف اور عدل کے تقاضوں کو ہر لحہ پورا کر سکیں۔ اسی طرح اس نے اخلاقی اعمال میں حسن نیت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ ایک نیک آدمی کی نیکی اور تقویٰ زیادہ قابل پذیرائی ہے بہ نسبت اس شخص کے جس کے ہاتھ اور جس کا قلب بدیوں اور فسق و فجور میں مبتلا ہے اس کے باوجود اس کو اجازت ہے کہ خدا کے سامنے اپنی قربانی پیش کر سکے۔ کیونکہ خدا قربانی پیش کرنے والے کی نیت اور علم کو جانتا ہے۔

اسی طرح وہ اپنے بیٹے کو کہتا ہے کہ جب تم تخت پر بیٹھو تو نیکی کرو تا کہ تمہاری حکومت مستحکم ہو۔ غم زدہ انسانوں سے ہمدردی کرو، بیوی پر ظلم مت کرو، کسی آدمی کو اس کے جائز ورثے سے محروم نہ کرو۔ خدا ظالم و فاسق کے ظلم سے خبردار ہے اور اس کا بدلہ خون سے دے گا۔

موت کے بعد کی زندگی کا تصور مصریوں کے ہاں ایک پختہ یقین و ایمان کی حد تک تھا لیکن ان کے ہاں آئندہ زندگی میں راحت کا تصور اخلاقی بلندی کے ساتھ وابستہ نہیں تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس تصور میں پاکیزگی اور بلندی پیدا ہوتی چلی گئی اور جزا اور سزا کے تصورات اخلاقی کردار کی بلندی اور کمزوری کے ساتھ وابستہ کیے جانے لگے۔ چنانچہ مذکور ہے کہ ''تم جانتے ہو کہ جج انصاف کرنے کے دن کسی فاسق و فاجر انسان پر رحم نہیں کھاتے۔ اس بات سے مدہوش نہ ہو جاؤ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ زندگی کے دن بہت طویل ہیں کیونکہ اس دنیا کے حاکم کے لئے پوری زندگی محض ایک ساعت سے زیادہ نہیں۔ آدمی موت کے بعد ابد تک رہتا ہے اور اس کے اعمال اس کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈھیر کر دیئے جاتے ہیں وہ زندگی ابد کی زندگی جو کبھی ختم نہ ہوگی، نادان ہے وہ جو اس سے غافل ہے۔ جو شخص وہاں پہنچتا ہے اس حالت میں کہ وہ گناہوں سے پاک ہے تو وہاں اس طرح رہے گا جیسا کہ دیوتا اور وہ وہاں چلے گا اور پھرے گا گویا وہ ابد کا مرد ہے..... روح اس جگہ جائے گی جس سے واقف ہے اور جس راستے پر وہ یہاں گامزن رہی ہے اسی پر وہ اپنا وظیفہ حیات پورا کرتی چلی جائے گی۔" مندرجہ ذیل بیان زیادہ قابل غور ہے۔

"انسانوں کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل آتی رہتی ہے اور خدا لوگوں کے دلوں کے حال سے واقف اور ان کی سیرت سے خبردار ہے۔ اس نے اپنے آپ کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپا رکھا ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے بالا ہے جن کو تم اپنی آنکھوں کے سامنے (مختلف مورتیوں کی صورتوں میں) دیکھتے ہو۔" کہیں کہیں کثرت پرستی کی طرف اشارات کے باوجود خدا کی وحدانیت کا پورا پورا تصور سامنے آجاتا ہے۔ ان ہدایات کے آخر میں مندرجہ ذیل فقرات قابل غور ہیں۔

"انسان خدا کا گلہ اور رعیت ہے۔ اس نے زمین و آسمان کو ان کے لئے بنایا۔ اس نے پیاس بجھانے کے لئے پانی مہیا کیا۔ اس نے ہوا پیدا کی تا کہ وہ سانس لے سکے۔ وہ اس کی شکل پر ہیں جو اس کے اعضاء سے پیدا ہوئے۔ اس لئے پورے جانور، مچھلی اور پرندے بنائے تا کہ وہ ان سے اپنی خوراک حاصل کر سکیں۔ جب وہ روتے اور گڑگڑاتے ہیں تو وہ سنتا ہے وغیرہ....."

اخلاقی زندگی کے ارتقا کے لئے معاشرتی زندگی کا نظام اور اس میں مروجہ اعمال و اقوال کی پابندی کی اہمیت بالکل واضح ہے مگر یہ اعمال و اقوال کی پابندیاں ان کے لئے بوجھ بن جاتی ہیں۔ اس طرح ان کے اندر خوفناک اور تلخ ذہنی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر تاریخی طور پر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی اخلاق کی تمام پابندیاں اور عالمگیر حقیقتوں کی تمام نورانیاں ایسے ہی لوگوں کی داخلی اور نفسیاتی کشمکش پر قابو پا لینے سے پیدا ہوتی ہیں جیسے زرتشت اور مسیح کی زندگیوں میں آزمائش کا وجود اس بات کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ بھگوت گیتا میں ارجن کی زندگی خیر و شر کی دائمی آمیزش کی کہانی ہے۔ عہد عتیق کتاب ایوب میں حضرت ایوب کے جو واقعات ہیں وہ بھی اس سلسلے کی کڑی ہیں۔ ایسے ہی لوگ اور ان کے اس قسم کے تجربات ہی ہیں جن کے باعث آہستہ آہستہ انسان کی اخلاقی قدروں اور زندگی میں گہرائی اور وسعت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاق کا تعلق جس قدر خارجی ماحول اور معاشرے کی صحیح تنظیم سے ہے اس سے کہیں زیادہ ایسے بلند پایہ حکیم مفکرین کی داخلی زندگی کے تجربات سے ہے۔

مستر بریسٹڈ کی تحریر کا عنوان ہے ''ایک مردم بیزار کا اپنی روح سے مکالمہ'' یہ شاندار مکالمہ جو شاید مسیح سے دو ہزار سال قبل لکھا گیا تاریخ اخلاق میں ایک اپنا مقام رکھتا ہے جس میں آج سے ہزاروں سال پہلے انسانوں پر یہ چیز واضح کر دی گئی کہ ہر شخص بلا امتیاز درجہ و رتبہ اپنے اعمال و افعال کا مکمل طور پر ذمہ دار ہے۔ وہ یونہی پیدا نہیں ہوا اور نہ یونہی اس دنیا سے رخصت ہو گا بلکہ موت کے بعد اسے اپنے اعمال کے متعلق خدائے بزرگ و حکیم کے سامنے پوری پوری جوابدہی کرنا ہو گی۔

ایک اور یادداشت ''حکیم ایپور کی ہدایات'' کے نام سے محفوظ ہے۔ اس میں اس مصری حکیم نے اپنے زمانے کی سیاسی' انتظامی اور معاشرتی بدحالی اور ابتری کا رونا رویا ہے لیکن ہمارے لئے جو کچھ اہم ہے وہ اس تنقید کے بعد ایک شعاع امید کی طرف راہنمائی ہے۔ بعد کی مذہبی تاریخ میں یہودیوں' زرتشتیوں اور دیگر ادیان میں یہ تصور مختلف زمانوں میں سامنے آتا رہا ہے کہ موجودہ بدحالی کو روکنے کا ایک طریقہ یہ بھی سمجھا اور پیش کیا جاتا ہے کہ بہت جلد ایک شخص پیدا ہو گا جو انسانوں کو ان مصیبتوں سے نجات دلانے کا انتظام کرے گا چنانچہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے یسعیاہ اور ہزقی ایل کا تصور نمایاں ہے۔ ایسا ہی تصور اس مصری حکیم نے بھی بہت پہلے پیش کیا تھا۔

ٹاہوٹپ نے لکھا ہے کہ قلب خدا کا سروش غیبی ہے جو ہر شخص کو میسر ہے۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جس نے اس آواز کو سنا اور اس پر عمل کیا۔ اس طرح مصر میں اخلاق کے معنوں میں گہرائی پیدا ہوتی گئی اور اس کا مطلب اب محض خارجی اور معاشرتی حالات سے میکانکی مطابقت نہ تھا بلکہ اس کے لئے داخلی اور انفرادی معیار قائم ہونے شروع ہوئے اور اس بنیاد پر بعد میں مصریوں نے توحید اور مابعد الموت کے بلند تصورات پیش کئے۔

''کتاب الموت'' ان تحریروں کا مجموعہ ہے جو آج سے ساڑھے تین ہزار سال پہلے معرض وجود میں آئیں اور جن میں موت کے بعد انسان کا خدا کے حضور میں پیش ہونے اور اس کے اعمال کے تولے جانے کا مفصل حال درج ہے۔ مصر میں اخلاقی زندگی کے ارتقا اور حیثیت کے بیان کے بعد اس فکری انقلاب کا ذکر کیا جاتا ہے جسے آخن آتون نے پیدا کیا۔ مصر کا یہ فرمانروا صاحب الہام تھا۔ اسے قتل کر دیا گیا۔

مخکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نئے فکری انقلاب سے پہلے مصر میں خدا کی توحید اور رب العالمین ہونے کا تصور موجود تھا۔ اہرامی کتبات میں خدا کے لئے ''لامحدود'' کی صفت اکثر استعمال کی جاتی رہی اور اس طرح ٹاہوٹپ کی ہدایات میں ایک عالمگیر اخلاقی اقدار کا نقشہ ملتا ہے جہاں خدائے شمس کو رب کائنات اور مالک وخالق کا لقب دیا گیا ہے۔ اس خدائے شمس یا دیوتا شمس کو فرعون کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جس کی حکومت اور اقتدار مصر سے باہر نہیں تھا صرف مصر تک محدود تھا۔ لیکن اس نئے فکری انقلاب میں خدائے شمس کو تمام کائنات کا رب اور سب انسانوں کا خالق قرار دیا گیا جس کی آنکھ ہر ساعت ساری زمین کو دیکھتی ہے۔

اس خاندان یعنی ٹاہوٹپ خاندان کا ایک فرد آمون ہوٹپ سوم تقریباً ۱۴۰۰ ق۔م میں ہو گزرا ہے۔ اس زمانے کی یادگار ''خدائے شمس کی مناجات'' کے مطالعہ سے اہم فکری تبدیلی کا پتہ چلتا ہے۔ مناجات یہ ہے۔

''تم نے سب چیزوں کو بنایا حالانکہ تم کو بنانے والا کوئی نہیں۔ تمہاری صفات بے مثال ہیں۔ تم ازل سے ہو اور ابد تک رہو گے۔ تمام لوگ تمہاری ہدایت اور رہنمائی کے محتاج ہیں۔ جب تم آسمان سے گزرتے ہو تو تمام لوگ تمہیں دیکھتے ہیں۔ اگرچہ تمہارا چلنا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے..... تم سب کے خالق اور سب کے رب اور پروردگار ہو..... تم دیوتاؤں اور انسانوں کے لئے بطور ایک ماں کے ہو۔ ایک بہادر گلہ بان کی طرح جو اپنے مویشیوں کا رکھوالا ہے۔ تم ہی ان کو پناہ اور انہیں رزق دینے والے ہو..... وہ تمام کائنات کو جس کی تخلیق اس کے ہاتھوں سے ہوئی ہر لمحہ دیکھتا رہتا ہے۔ وہ اکیلا اور واحد خدا ہے جس کے قبضہ میں تمام ملک ہیں۔ وہ آسمان پر درخشاں ہے، اس طرح جس طرح سورج۔ وہ مہینوں کے حساب سے موسم پیدا کرتا ہے، گرمی، سردی جب اس کا دل چاہے۔''

اس مناجات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے ہاں خدا کا تصور بالکل توحیدی مذاہب کے مماثل ہے جو تمام انسانوں کا خالق اور رب ہے اور جو محض ان سے ماورا ہی نہیں بلکہ ان کے دکھ سکھ کو محسوس کرنے والا اور ان کا ہمدرد و نگہبان ہے۔

اس کے بعد اس کا بیٹا آمون ہوٹپ چہارم ۱۳۷۵ ق۔م میں تخت نشین ہوا اور اس کے زمانے میں اس فکری انقلاب کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ اس انقلاب کا پہلا اثر قدیم مذہبی جماعتوں پر ہوا جنہوں نے محسوس کیا کہ اگر یہ انقلاب کامیاب ہو گیا تو ان کا اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس تحریک کو ختم کرنے کے لئے پورا زور لگایا جس کے نتیجہ میں سلطنت کے بیرون علاقوں میں مختلف عناصر بادشاہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر ان تمام ناسازگار حالات میں بادشاہ نے اس تحریک کو کامیاب بنانے کا پختہ عزم کیا اور ہر قسم کے مادی اور دنیاوی فوائد کی بالکل پروانہ کی۔

قدیم عقائد میں توحید کے باوجود کچھ مشرکانہ تصورات بھی موجود تھے اس لئے اس نے خدائے شمس کے پرانے نام ''آہون'' کی بجائے خدائے واحد کے لئے ایک نیا نام تجویز کیا ''آتون'' جو قدیم زبان میں آسمانی سورج کے لئے مستعمل تھا۔ اس نے نام کی تبدیلی کے ساتھ ہی قدیم نشان بھی بدل ڈالا۔ پہلے اہرام اور باز کی شکل خدائے شمس کا نشان تھا۔ یہ گویا مصری قومی نشان تھا لیکن اب جب کہ خدا کے تصور میں وسعت پیدا ہو چکی تھی اور وہ رب العالمین قرار پا چکا تھا تو ایسا نشان جو صرف مصر کی تاریخی اور جغرافیائی حدود سے متعلق ہو اس کے لئے مناسب نہ تھا۔ چنانچہ اب سورج کو بطور ایک چکر کے پیش کیا جانے لگا جس سے بے شمار شعاعیں نیچے کی طرف نمودار ہو رہی ہیں اور ہر شعاع ایک انسانی ہاتھ میں ختم ہوتی ہے۔ اس نشان کا مفہوم واضح تھا کہ ایک مرکزی طاقت عالم بالا سے اس عالم ارض پر حکومت کرتی ہے اور تمام مخلوق اس کے دست قدرت وشفقت سے پرورش پاتی ہے۔

اس کے بعد اس نے اپنا نام بھی بدل دیا۔ آہون ہوٹپ کی بجائے اب وہ آخن آتون یعنی ''آتون سے مطمئن ہے'' ہو گیا اور آمون دیوتا کا نام ہر پرانے کتبے سے محو کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں خدا کے لئے جمع کا لفظ استعمال کیا گیا تھا جس سے دیوتاؤں کی کثرت یا شرک کا شائبہ ہوتا تھا وہ سب قدیم کتبات وتحریرات سے مٹا دیا گیا۔ اس نئے مذہب کے اختیار کرنے میں آخن آتون کے پاس کئی وجوہات تھیں۔ سب سے اہم تو یہ ہے کہ اس نے اسے اپنی ذاتی واردات اور تجربے یا دوسرے الفاظ میں الہام کی بنا پر منتخب کیا تھا۔ جس پامردی اور عزم کا ثبوت اس کی زندگی میں ملتا ہے اس سے اس نے تمام مخالفتوں اور دشمنوں کی فتنہ انگیزیوں کا مقابلہ کیا اور سب مادی فوائد کو نظر انداز کر دیا۔ اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس تحریک کا آغاز مکمل یقین وایمان سے ہوا۔

دوسری وجہ اس کی بیوی نوفری تیتی تھی۔ فرعون مصر کا قدیم سے دستور تھا کہ وہ اپنی بہن سے شادی کرتے تھے۔ لیکن آخن آتون نے اس رسم کو ختم کرنا چاہا اور ایک غیر ملکی عورت سے شادی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی۔ یہ ملکہ شام کی رہنے والی تھی جہاں خدائے شمس کی ہی پرستش ہوتی تھی۔ خوش قسمتی سے وہ نہ صرف ظاہری حسن سے آراستہ تھی بلکہ غیر معمولی صلاحیت اور ذہنی وفکری بلندی کی مالک تھی۔ آمودی دیوتا کی پرستش اور اس کے ساتھ وابستہ پروہتوں اور مذہبی گروہوں کی مخالفت کی ایک واضح وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مندروں میں دیوداسیوں کا گروہ جمع کر رکھا تھا اور اس طرح مذہب کی آڑ میں زنا اور دیگر برائیوں کی پرورش ہو رہی تھی۔ بدقسمتی سے یہ رسم اس قدیم زمانے میں ہر جگہ موجود تھی (آج بھی مسیحی خانقاہوں میں راہب اور راہبہ کی شکل میں موجود ہے)۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخن آتون نے اپنی بیوی کے زیر اثر اس کو اور اس کے ساتھ آمون دیوتا کی پرستش کے طریقے کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ نئے دین کا خدا ''آتون'' بھی ایک قسم کا شمس دیوتا ہی تھا۔ لیکن اس میں اور قدیم پرستش میں نمایاں فرق تھا۔ اول آمون کی پرستش کے ساتھ دیوتا بھی نہ صرف موجود تھے بلکہ ان کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ لیکن آتون کو تسلیم کر لینے کے بعد تمام دیوتاؤں کے وجود سے انکار ضروری تھا۔ یعنی یہ خالص توحیدی تصور تھا۔ دوم، آتون کو تسلیم کرنے کا مطلب سورج کی پرستش نہ تھا بلکہ خدائے واحد کے عالمگیر نور اور اس کے عالمگیر رب اور پروردگار ہونے کے فوائد کو تسلیم کرنا تھا۔ ''آتون'' کے لغوی معنی سورج کی گرمی یا سورج کا نور ہیں۔ سوم اس دین نے مندروں اور عبادت گاہوں میں بتوں وغیرہ کی ضرورت سے لوگوں کو بے نیاز کر دیا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا کی عبادت کھلی ہوا میں سورج کی شعاعوں اور گرمی کے ماحول میں بہتر طریقے سے سرانجام دی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے دل کے جذبے اور اخلاص کی ضرورت ہے۔ بت پجاری اور رسوم تو بے معنی چیزیں ہیں جن سے انسان اور خدا کے درمیان بلاواسطہ رابطہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

ان تمام واقعات وحالات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مصر کے اس فکری انقلاب کا اصلی اور بنیادی سبب حضرت ابراہیم کی توحید سے ملتا جلتا تھا۔ بتوں کی پوجا کی ممانعت، مندروں اور عبادت گاہوں کا ترک کرنا صرف اس لئے کہ وہاں بتوں کی پوجا ہوتی تھی اور عورتوں کی بے حرمتی اور زنا کے اڈے بن چکے تھے اور اس کے ساتھ توحید خداوندی کا پرجوش اعلان، سبھی باتیں حضرت ابراہیم کے تصورات کی آواز بازگشت معلوم ہوتی ہیں۔

اگرچہ حضرت ابراہیم آخن آتون سے پانچ سو برس پیشتر مغربی ایشیا میں توحید کا اعلان کر چکے تھے مگر آخن آتون پر آنے والا الہام بھی چونکہ انہیں تصورات پر مبنی تھا اس لئے دونوں کا مافیہ Content ایک تھا۔ آخن آتون کی جو تحریریں موجود ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دیئے گئے خیالات زبور سے کتنے ملتے چلتے ہیں۔ پہلی نظم مناجات آتون (خدا) کی عالمگیر عظمت وطاقت کے متعلق ہے۔

''اے زندہ آتون تم ہی سے زندگی کا آغاز ہوا۔ جب تم مشرق سے نکلتے ہو تو اس کائنات کا ہر چپہ تمہارے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ تم جمیل، عظیم، منور ہو اور ہر ملک تمہارا زیر نگیں ہے اگر چہ تم ہم سے بہت دور ہو لیکن تمہاری شعاعیں اور تمہارا نور اس زمین پر موجود ہے۔ اگر چہ تم انسانوں کے چہرہ میں موجود ہو، تاہم تمہارے قدم دکھائی نہیں دیتے۔

''تیری صنعتیں کیسی بے شمار ہیں! وہ لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔ اے خدائے واحد جس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں تو نے اس زمین کو اپنے دل (یعنی حکمت) کے مطابق پیدا کیا۔

زبور باب ۱۰۴ سورت ۲۴ کے الفاظ اور ان دونوں کی مماثلت قابل غور ہے۔ ''اے خداوند تیری صنعتیں کیسی بے شمار ہیں تو نے یہ سب کچھ حکمت سے بنایا زمین تیری مخلوقات سے معمور ہے'' (کتاب مقدس برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور، ۱۹۳۱)

خدا کو سورج سے متعلق تصور کرنے کا تصور اگر چہ مصری تھا۔ اور اس سے ایک قسم کے شرک کی بو بھی آتی ہے۔ تاہم بعد میں جب یہ تصور یہودیوں کے ہاں پہنچا تو انہوں نے اس کو بطور تشبیہ اختیار کیا اور اس تشبیہ میں سورج کی کرنوں اور شعاعوں کے الفاظ بھی شامل کر لئے گئے مثلاً عہد نامہ قدیم کی کتاب ''ملاکی'' کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں کہ ''لیکن تم پر جو میرے نام کی تعظیم کرتے ہو۔ آفتاب صداقت طلوع ہوگا اور اس کی کرنوں میں شفا ہوگی۔'' (باب ۴ سورت ۲)

اسی طرح مصری کتبات اور تصاویر میں خدا کو پر پھیلائے ہوئے باز کی شکل میں پیش کیا جاتا رہا تھا۔ چنانچہ خدا کے ساتھ پروں کے سائے کا تصور اس طرح وابستہ ہو گیا کہ بعد میں یہودیوں میں خدا کو باز کی شکل میں پیش کرنے کا تصور تو غائب ہو گیا مگر پروں کے سایہ کی تشبیہ قائم رہی چنانچہ زبور میں چار مختلف جگہوں پر یہ تشبیہ خدا کے ساتھ استعمال کی گئی ہے۔ مثلاً (۱) مجھے اپنے پروں کے سایہ میں چھپا لے۔ (۱۷۔۸) (۲) اے خداوند، بنی آدم تیرے پروں کے سایہ میں پناہ لیتے ہیں۔ (۳۶۔۷) (۳) میں تیرے پروں کے سایہ میں پناہ لوں گا۔ (۷۔۱۵)

مناجات: ''ایک وقت تھا کہ تم اکیلے تھے۔ آدمی اور مختلف قسم کے مویشی جو اس زمین پر پاؤں سے چلتے ہیں اور تمام پرندے جو آسمان کی فضا میں اڑتے ہیں، تم ہی انسان کو اس کی مناسب جگہ پر پیدا کرتے اور ان کی ضروریات کو مہیا کرتے ہو۔ ہر آدمی کا رزق اور اس کی عمر کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعین تمہاری ہی طرف سے ہوتا ہے۔ لوگوں کی زبانیں' ان کی شکلیں اور ان کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور یہ بھی تیری تخلیق کا نمونہ ہیں۔"

"کوئی شخص سوائے تمہارے بیٹے آخن آتون کے تمہیں نہیں جانتا۔ تم نے اسے اپنی حکمت کی باتوں سے خبردار کیا اور اسے عزت اور طاقت بخشی۔"

"تم نے یہ آسمان بنایا تا کہ اس میں طلوع ہو سکو اور اس مخلوق کو دیکھ سکو جس کو تم نے پیدا کیا۔ اس وقت جب تم تنہا تھے..... تمام آنکھیں اپنے سامنے تمہیں دیکھ سکتی ہیں۔ جب تم غروب ہو جاتے ہو تو اگرچہ دنیا کی آنکھیں تمہیں نہیں دیکھ سکتیں تاہم تم میرے دل میں موجود ہوتے ہو۔"

ان تمام مختلف مناجاتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آخن آتون نے کائنات کے ذرے ذرے میں خدائے واحد کا جلوہ دیکھا اور اس نے کوشش کی کہ یہ علم و یقین تمام لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ ارض و سما' یہ جانور اور پرندے' انسان اور حیوان' درخت اور پانی سبھی گویا اس کی حمد و تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کے لئے ماں اور باپ کی طرح ہے۔ وہی ان کو پیدا کرتا ان کو رزق دیتا' ان کو ہدایت دیتا ہے۔ اس کا جمال ہر جگہ نمایاں ہے۔

لیکن بدقسمتی سے یہ انقلاب مصر کی سرزمین میں مستقل طور پر پاؤں نہ جما سکا اور بہت جلد مختلف اطراف سے اس کے خلاف بغاوتیں پیدا ہونی شروع ہو گئیں اور چند ہی سالوں میں (تقریباً چھ برس میں) رجعت پسندوں نے آخن آتون اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا اور اس نئے توحیدی دین کی بجائے وہی قدیم آمون دیوتا کی پرستش پھر سے شروع کر دی۔ اس کے باوجود کہ اس نئے دور میں بھی اگرچہ شرک اور کثرت پرستی کی پوری پوری سرپرستی کی گئی تاہم بہت سے ترقی پذیر تصورات جن کی آبیاری آخن آتون نے اپنے خون سے کی تھی بارآور ہوئے اور آہستہ آہستہ یہ خیالات مصر سے باہر دوسرے ملکوں تک پہنچ گئے۔

اس آخری دور (۱۰۰۰ سال ق۔م) کی ایک اہم یادداشت "حکمت آمون ہوپ" ہمارے پاس موجود ہے۔ اس تحریر کی اہمیت اس لحاظ سے بھی بہت زیادہ ہے کہ اس کے تصورات حتیٰ کہ الفاظ تک بائبل کی کتاب "امثال" (باب ۲۲) میں بکثرت ملتے ہیں۔ تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کتاب "حکمت آمون ہوپ" یہودی زبان میں تحریر ہوئی تھی اور دوسری تحریروں کی ساتھ یہ کتاب بھی نبی اسرائیل کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی۔ یہاں پر حکمت آمون سے دو اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس حد تک عہد عتیق کی مختلف کتابوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنفین نے اس کتاب کے الفاظ اور تصورات سے استفادہ کیا ہے۔

آمون ہوپ

خودسر اور مغرور آدمی جو مندر میں آتا ہے وہ اس درخت کی طرح ہے جو بیابان میں اگا ہوا ہے۔ ایک ساعت میں اس کی شاخیں گر پڑتی ہیں اور آخرکار اس کی لکڑی آرے کی نذر ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی جگہ سے دریا کی مدد سے کسی اور جگہ پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کا مدفن آگ ہوتا ہے۔ ایک دانا اور سمجھدار آدمی جو فخر و غرور سے عاری ہے اس درخت کی مانند ہے جو باغ میں کھڑا ہو وہ پھلتا ہے اور پھولوں کی کثرت سے شاداب ہے۔ وہ اپنے خداوند کے حضور میں قائم ہے اس کا پھل میٹھا اور سایہ پسندیدہ ہے اور اس کا انجام باغ (یعنی جنت) ہے۔

یرمیاہ

خداوند یوں فرماتا ہے کہ ملعون ہے وہ آدمی جو انسان پر توکل کرتا ہے اور شیر کو اپنا بازو جانتا ہے اور جس کا دل خداوند سے برگشتہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ زقوم کی مانند ہوگا جو بیابان میں ہے اور کبھی بھلائی نہ دیکھے گا بلکہ بیابان کی بے آب جگہوں میں اور غیر آباد زمین شور میں رہے گا۔ مبارک ہے وہ آدمی جو خداوند پر توکل کرتا ہے اور جس کی امیدگاہ خداوند ہے کیونکہ وہ اس درخت کی مانند ہوگا جو پانی کے پاس لگایا جائے اور اپنی جڑ دریا کی طرف پھیلائے اور جب گرمی آئے تو اسے کچھ خطرہ نہ ہو بلکہ اس کے پتے ہرے رہیں اور خشک سالی کا اسے کچھ خوف نہ ہو اور پھل لانے سے باز نہ رہے۔ (باب ۱۷=۵-۸)

آمون ہوپ نے دو مختلف اخلاقی اصولوں کی تشریح کے لئے دو درختوں کی مثال دی ہے اور اسی طرح کی مثال یرمیاہ میں بھی موجود ہے۔ زبور کی پہلی کتاب میں تقریباً یہی تشبیہ استعمال کی گئی ہے۔

"مبارک ہے وہ آدمی جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا اور خطاکاروں کی راہ میں کھڑا نہیں ہوتا..... وہ اس درخت کی مانند ہوگا جو پانی کی ندیوں کے پاس لگایا گیا ہے جو اپنے وقت پر پھلتا ہے اور جس کا پتہ بھی نہیں مرجھاتا..... شریر ایسے نہیں بلکہ وہ بھوسے کی مانند ہیں جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے اس لئے شریر عدالت میں قائم نہ رہیں گے۔ (باب ۱= ۱-۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات قابل غور ہے کہ زبور کی ساری کتاب میں ''خدائی عدالت'' کا تصور ایک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں ملتا۔ اور یہ چیز تو اب تسلیم شدہ ہے کہ موت کے بعد عدالت کا تصور یہودیوں نے مصر سے ہی لیا ہے۔

اسی طرح کتاب مثال میں ایک جگہ (۲۲۔۱۷) مذکور ہے کہ ''اپنا کان جھکا اور داناؤں کی باتیں سن'' دوسری جگہ کہ ''یہ داناؤں کے اقوال ہیں:''

بائبل کے ناقدین کے لئے یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل تھا کہ یہ دانا لوگ کون ہیں لیکن جب سے ''حکمت آمون ہوپ'' دستیاب ہوئی ہے اب سب محققین اس پر متفق ہو چکے ہیں کہ کتاب امثال کا تقریباً ڈیڑھ باب کم از کم اس مصری کتاب کے لفظی ترجمہ پر مشتمل ہے اور جس کو اس کتاب کے مصنف نے ''داناؤں کے اقوال'' کے نام سے ذکر بھی کیا ہے مثال کے طور پر چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

امثال	آمون ہوپ
اپنا کان جھکا اور داناؤں کی باتیں سن اور میری تعلیم پر دل لگا۔ کیونکہ یہ پسندیدہ ہے کہ تو ان کو پہلے دل میں رکھے اور وہ تیرے لبوں پر قائم رہیں۔ (۲۲۔۱۷۔۱۸)	اپنا کان جھکا اور جو میں کہتا ہوں سن اور ان کو سمجھنے کے لئے دل لگا۔ کیونکہ یہ فائدہ مند ہے کہ تو اپنے دل میں رکھے لیکن افسوس ہے اس پر جو ان کی خلاف ورزی کرتا ہے۔
کیا میں نے تیرے لئے مشورت اور علم کی تیس (۳۰) باتیں نہیں لکھی ہیں..... (۲۲۔۲۰)	ان تیس (۳۰) باتوں پر غور کرو کیونکہ ان میں ہدایت اور اطمینان ہے۔

بائبل کے عام تراجم میں تیس کی جگہ ''لطیف'' کا لفظ ہے لیکن عبرانی زبان کا جو لفظ یہاں موجود تھا اس کے متعلق مؤلفین نے خود شک کا اظہار کیا چنانچہ اس لفظ کے دوسرے لہجے بھی حاشیہ پر درج کر دیئے گئے اور اس لہجے کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو ''لطیف'' کی بجائے اس کا ترجمہ تیس (۳۰) ہی ہونا چاہیے تھا۔ حکمت آمون ہوپ کے دستیاب ہونے سے پہلے تیس کا لفظ مبہم تھا لیکن اس کے بعد ناقدین کا خیال ہے کہ یہی صحیح لفظ ہے کیونکہ حکمت ہوپ کے کل تیس باب ہیں۔

اس طرح کے بے شمار تقابلی اقتباسات محققین نے پیش کئے ہیں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس طرح مصری افکار یہودیوں کے ہاں پہنچ کر دیگر مذاہب کی فکر کا جزو بنے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کی قدیم فکری تاریخ کو ہم مختصراً تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا دور: جس میں مصر اور بائبل کے مفکرین نے انسان اور کائنات کے مسائل کو سوچا اور اپنا اپنا حل پیش کیا۔ یہ دور تقریباً ۱۰۰۰ سال ق۔م تک آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس دور میں زرتشت نے آ کر انسانی افکار کو وسیع اور گہرا کیا۔

دوسرا دور: اندازاً ۶۰۰ سال ق۔م تک ہے جس میں بنی اسرائیل دنیا کی متمدن قوموں کی امامت پر سرفراز رہے اور اس شاندار دور میں چین میں کنفیوشس اور ہندوؤں میں گوتم بدھ پیدا ہوئے۔

تیسرا دور: ۶۰۰ ق۔م سے شروع ہوتا ہے جب مغربی ایشیا میں یونانیوں نے انسانی افکار کے سلسلے کو اپنایا اور آگے بڑھایا۔

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرتشت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرتشت

قدیم آریاؤں نے جب وسط ایشیا سے ہجرت کی تو ان کا ایک حصہ ایران میں جا بسا اور دوسرا ہندوستان میں آباد ہو گیا۔ دونوں ممالک کے موسموں اور آب وہوا نے ان قبیلوں کے مشترک عقائد ورسوم میں اختلاف پیدا کر دیا۔ اس لئے ایران کے آریاؤں کو ہندوستان کی نسبت سے زیادہ محنت ومشقت کرنا پڑی۔

آریاؤں کا مذہب فطرت پرستی تھا۔ قدیم زمانے سے ہی ایران میں آسمان' سورج' آگ اور زمین وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ مظاہر پرستی کے ساتھ وہ اچھے آباؤ اجداد کی ارواح کی پوجا بھی کرتے تھے۔ مذہبی پیشواؤں کی جماعت نے ایرانی ذہن پر مکمل قبضہ کر رکھا تھا اور جادو وغیرہ کے ذریعے وہ دیوتاؤں کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔

مجوسی مذہب کا مرکز وسط ایشیا کا علاقہ میڈیا تھا۔ یہ مذہب ثنویت کا حامل تھا۔ ایک خدائے خیر تھا دوسرا خدائے شر کہلاتا تھا۔ اس کے ساتھ متھرا نالی دیوتا کی پرستش بھی ہوتی تھی۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ زرتشت چھٹی یا ساتویں صدی قبل مسیح میں پیدا ہوا۔ ان دنوں میڈیا پر ابھی ہخامنشی خاندان کا اقتدار نہیں ہوا تھا۔ زرتشت اپنے دور کے مذہبی علوم سے واقف تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے وہ زراعت اور گلہ بانی کرتا تھا۔ زرتشت پر سب سے بہتر تحقیق تہران یونیورسٹی کے ڈاکٹر محمد معین کی ہے۔ اس کی رو سے زرتشت ۱۰۰ ق۔م مشرقی ایران کے حصہ میں پیدا ہوا۔ یہ حصہ آج کل افغانستان میں شامل ہے۔

زرتشت کے عہد میں ایران کے لوگ راہزنی' غارت گری اور صحرا گردی میں مبتلا تھے۔ تحقیق کے مطابق قدیم آریہ لوگ اپنے آبائی وطن سے توحید پرست تھے۔ ان کے نزدیک کائنات اور اس کے مظاہر اور خود انسان کو پیدا کرنے والا خدائے مطلق تھا۔ اس توحیدی مذہب کا نام مزدیسنا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزدخدا کو کہا جاتا تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ توحید کی جگہ شرک کی ہر شکل نے لے لی۔ اس دور میں زرتشت پیدا ہوا اور اس نے زندگی کی مشرکانہ شکل کی مخالفت کی۔ قوم کے ایک قلیل حصہ نے توحید کو قبول کر لیا مگر اکثریت اپنی مشرکانہ رسوم وعقائد پر قائم تھی۔

زرتشت کی اس مشرک گروہ نے سخت مخالفت کی۔ زرتشت نے آریہ قوم کے خداؤں اور دیوتاؤں کی مخالفت شروع کر دی۔ ''دیو'' کا لفظ دیوتاؤں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ زرتشت نے اس لفظ پر ایسا حملہ کیا کہ اوستا میں یہ دیو خدا کی بجائے شیطان کے معنی میں آ گیا۔

ایک دفعہ زرتشت کے باپ نے ایک مجلس میں اپنے وقت کے بڑے کاہن اور جادوگر کو دعوت دی۔ کیونکہ اس عہد میں شرک کے علاوہ جادو اور نجوم پرستی کا بھی بڑا زور تھا۔ اس کاہن کو اپنے کمالات دکھانے کے لئے کہا۔ جب زرتشت کو معلوم ہوا تو اس نے سخت احتجاج کیا اور التجا کی کہ برے راستوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش کی جائے کیونکہ وہی تمام انسانوں کا رب، قاضی الحاجات اور ملجاء وماویٰ ہے۔ جادوگر نے زرتشت کو اپنے جادو کی قوت سے ڈرانا چاہا مگر زرتشت نے کہا کہ تیرا جھوٹ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میرے پاس ایک قاطع برہان ہے جس سے میں لوگوں کو اپنی سچائی کا یقین دلاتا ہوں۔

زرتشت کا تلاش حق کا سفر:

اس عظیم الشان قوت ارادی اور یقین محکم کے باوجود زرتشت اپنی مہم میں زیادہ وہ کامیاب نہیں تھا۔ اس کا دل اپنے زمانہ کی گمراہیوں سے پریشان تھا لیکن ابھی تک اسے عین الیقین کی ضرورت تھی۔ وہ بھی حضرت موسیٰ کی طرح طالب دیدار تھا اور حقیقت مطلقہ کے مشاہدہ کی تڑپ تھی۔ اس کی قوم صراط المستقیم سے بھٹک چکی تھی جسے راہ راست پر لانے کے لئے اسے تجلی خدا کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اسی اضطراب کی حالت میں اس نے خود راہنمائی حاصل کرنے کے لئے عارضی طور پر پہاڑوں اور صحراؤں کی تنہائی میں پناہ تلاش کی۔ گوتم بدھ کی طرح اس نے کئی برسوں تک ارض وسماء کی بظاہر بے زباں فضا سے باتیں کیں اور ان سے خالق کائنات کا راستہ معلوم کرنا چاہا۔ اس نے خدا کو مخاطب کر کے کہا۔

''اے اہورا مزدا میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں۔ مجھے اس کے متعلق ٹھیک ٹھیک آگاہ کر کہ اشا (شریعت یا قانون) کو سب سے پہلے کس نے قائم کیا؟ کس نے ان ستاروں اور سورج کو اپنے اپنے راستے پر قائم کیا؟ کس کے حکم سے یہ چاند کبھی گھٹتا ہے اور کبھی بڑھتا ہے؟ اے خدائے حکیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں سے آگاہی چاہتا ہوں۔

اے اہورا مزدا میں تم سے سوال کرتا ہوں۔ مجھے اس کے متعلق ٹھیک ٹھیک آگاہ کر' وہ کون ہے جس نے یہ سود مند روشنی اور تاریکی پیدا کی؟ کس نے انسانوں میں سونا اور جاگنا پیدا کیا؟ وہ کون ہے جس نے صبح' دوپہر اور رات کا چلنا شروع کیا۔ اور جو انسان کو اس کے دینی فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہے؟

اے اہورا مزدا میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے اس کے متعلق ٹھیک ٹھیک آگاہ کر۔ وہ کون ہے جس نے زمین ہمارے قدموں تلے بچھائی اور آسمان کو بے سہارا ہمارے سروں پر قائم کئے ہوئے ہے؟ کس نے یہ پانی اور پودے پیدا کئے؟ کون ہے جس نے ہوا اور بادلوں کو تندروی سکھائی؟

بالآخر جب کائنات کے خالق کی تجلی کا جذبہ بہت بڑھا تو ایک دن منش پاک (فرشتہ) ظاہر ہوا اور اس نے اس کی مراد کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ زرتشت نامہ مطابق فرشتے نے اس کا ارادہ پوچھا۔ زرتشت نے جواب دیا میں اہورا مزدا کی رضا کا طلب گار ہوں۔ یہ دنیا اور وہ دنیا سب جگہ اس کا حکم کارفرما ہے۔ میں صرف سچائی کا خواہشمند ہوں۔ میں نے اپنے دل سے ہر قسم کی خواہشات اور سفلی جذبات کو نکال دیا ہے۔ میں اس کے حکم کا منتظر ہوں۔

یہ سنتے ہی منش پاک نے اس کی ہمت بڑھائی۔ آنکھ جھپکنے میں اس کی روح ارض وسماء کی پنہائیوں کو عبور کرتے ہوئی حریم پاک میں پہنچ گئی کہ دونوں کے درمیان صرف ۴۴ قدموں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ زرتشت نے کائنات کی تخلیق کا منشا اور خیر وشر کی کشمکش کی حقیقت کے متعلق سوال کئے اور اسے بہشت و دوزخ کی حقیقت کا مشاہدہ بھی کرایا گیا۔ اس تجلی سے منور ہو کر زرتشت پکار اٹھا۔ اے اہورا مزدا میں نے ابتدائے تخلیق سے ہی تم کو خدا کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔ وہ تم ہی ہو جس کی بخشش اور رحمت سے تمام انسانوں کو قیامت کے دن کے اعمال وخیالات کا بدلہ ملے گا۔ نیکی کے بدلے نیکی اور بدی کے بدلے بدی۔ اس تجلی کے بعد اسے سکون نصیب ہوا تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے اور وہ اپنی قوم کی راہنمائی کے قابل ہو گیا۔ زندگی کے تمام لاینحل سوال اور پیچیدگیاں حل ہو گئیں۔ اب اس نے اپنی تنہائی اور عزلت کی زندگی ترک کر دی اور قدم اٹھایا تا کہ وہ اس مقدس فرض کو ادا کرے جو اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ راستے میں روح خبیث یعنی انگوہ مینیو ہ (انگوہ بد اور خبیث اور مینیو ہ جو فارسی میں مینو بن گیا اس سے مراد عالم معنوی) ہے زرتشت پر حملہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔اس کے سامنے ہر قسم کی دنیاوی آسائشوں کے سبز باغ دکھائے لیکن زرتشت نے اس کی تمام پیش کشوں کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ میں خدائے واحد وحکیم کی عبادت کا دین کبھی ترک نہیں کروں گا خواہ اس سے میری جان ہی کیوں نہ جائے۔

تبلیغ میں ناکامی:

مگر سالہا سال کی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا۔جب اس نے بتوں کی پرستش اور دیوتاؤں کی پوجا' جادوگری اور نجوم کے خلاف آواز اٹھائی تو اس کا مذاق اڑایا گیا۔اس کی تضحیک کی گئی۔اسے ہر قسم کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔لوگوں نے اس کے استقلال کو دیکھ کر اسے جادوگر اعظم کا لقب دیا۔مگر اس کی روحانی عظمت' اس کی اخلاقی برتری کے قائل نہ ہو سکے۔وہ سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ ایک انسان جوان کی طرح کھاتا پیتا' چلتا پھرتا ہے کس طرح ایک اخلاقی پیغام کا حامل' خدائے برتر کا برگزیدہ' ایک اعلیٰ وبرتر زندگی کا نمائندہ ہو سکتا ہے۔

ایرانی قوم خانہ بدوشوں کی زندگی سی گزارتی تھی۔جس میں کوئی نظام تھا نہ اخلاق۔وہ محض لوٹ مار' کشت وخون' ڈاکہ زنی اور صحرانوردی میں مبتلا تھی۔ایرانی قوم نے زرتشت کو اتنی اذیتیں دیں کہ اس کی ہمت جواب دے گئی۔وہ چیخ اٹھا اور خدا کی طرف توجہ دی۔اس نے خدا سے کہا کہ میں کس ملک میں جاؤں' کس طرف کا رخ کروں۔میرے عزیز واقربا اور امرا نے میری بات سننے کی زحمت گوارا نہ کی۔اے اہورا مزدا میں تیری رضا کو کیسے پورا کروں۔اے مزدا میں مانتا ہوں کہ وجہ کیا ہے۔رنج وغم کی شدت میں تجھ ہی میں پناہ ڈھونڈتا ہوں۔تیری مدد کا طالب ہوں۔منش پاک کی مجھے فروانی عطا کر۔بالآخر خدا کی طرف سے اسے حکم ہوا کہ وہ گشتاسپ بادشاہ کے دربار میں جائے اور اس کے سامنے حقائق کو بیان کرے۔''گشتاسپ کے پاس نور وتجلی پاؤ گے' اسے کتاب سناؤ اور خالص دین کی طرف دعوت دو۔جو کچھ میری طرف سے تمہیں علم حاصل ہوا ہے وہ سب گشتاسپ کے سامنے رکھ دو کوئی چیز نہ چھپاؤ۔وزیروں کے سامنے یہ علم پیش کرو تا کہ وہ اہرمن کو چھوڑ دیں''(زرتشت نامہ)۔

بلخ میں بادشاہ گشتاسپ کو دعوت:

زرتشت اس کے بعد بلخ کی طرف روانہ ہو گیا۔اور بڑی مشکلات سے بادشاہ کے دارالسلطنت میں پہنچا۔دین حق کے دشمنوں نے کوشش کی کہ اس کی آواز بادشاہ تک نہ پہنچ سکے۔چنانچہ کئی دنوں کی تگ ودو کے بعد ایک دن بادشاہ نے اسے بلا بھیجا۔زرتشت نے اہورا مزدا کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کی طرف دعوت دی اور کہا کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔

بادشاہ اس کی باتوں سے بہت متاثر ہوا لیکن اس کے دربار کے پروہت، کاہن اور جادوگر اتنی جلد اپنے آبائی دین سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے زرتشت کو مناظرہ بازی کی دعوت دی۔ یہ مباحث تین دن تک جاری رہے۔ آخر کار زرتشت کی سادہ تعلیم کو ان کے پیچ در پیچ اور الجھانے والے نظریات پر فتح نصیب ہوگئی اور درباریوں کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

اب انہوں نے خفیہ سازش کرنا شروع کی اور زرشت کو قید خانہ میں ڈلوا دیا۔ بادشاہ کا یہ حال تھا کہ اس نے غم وفکر میں کھانا چھوڑ دیا تھا۔ اس حالت میں قید خانہ کے مہتمم نے حاضر ہو کر کہا کہ زرتشت کو رہا کر کے اس سے مدد مانگی جائے شاید وہ یہ مصیبت ٹال سکے۔ زرتشت کو رہا کر دیا گیا اور بادشاہ کی مشکل حل ہوگئی۔ بادشاہ اہورامزدا پر ایمان لے آیا' اس کے ساتھ اس کی ملکہ بھی۔ اب دین زرتشت سلطنت کے سائے میں پھلنے پھولنے لگا۔ پچاس سال تک زرتشت نے توحید کی تبلیغ کی۔ بالآخر وہ اپنے ملک اور دین کے لئے قربان ہوگیا۔

دین زرتشت:

زرتشت کے دین کی دو خصوصیات قابل ذکر ہیں۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سننے اور پڑھنے والوں سے بار بار کہتا ہے کہ زندگی کے مسائل اور کائنات کے مظاہر کا مطالعہ کرنے کے لئے عقل وہوش سے کام لیں۔ وہ کہتا ہے کہ ''اے عظیم قوم کے فرزندو! عقل وہوش سے میری بات سنو اور میرا مشورہ قبول کرو۔ (لینائی ۲۰) پھر وہ کہتا ہے کہ ''اس بہترین دین کی آبرو یہ ہے کہ ہر مرد اور عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی بھلائی کی طرف تیزی سے سبقت کرے''۔ اس حکیمانہ طرز انداز کا نتیجہ یہ تھا کہ اوستا کی مختلف کتابوں میں کئی جگہ دوسرے مذاہب کے بزرگان دین اور پیروان مذاہب کی تعریف ملتی ہے۔ ''دین زرتشت'' میں ایک جگہ مذکور ہے کہ ''ہم ان سب پرہیزگار اور نیک مرد اور عورتوں کی توصیف کرتے ہیں جو خواہ کسی ملک میں پیدا ہوئے ہوں۔ جو ماضی میں تھے اب موجود ہیں اور مستقبل میں پیدا ہونگے۔ جو ایک دین حق کے پیرو ہیں۔''

دوسری خصوصیت:

دین زرتشت کی دوسری خصوصیت زرتشت کی تعدد الٰہ اور شرک کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی خدائے واحد کی عبودیت کے معاملے میں کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس نے توحید کا یہ نعرہ ایک ایسے دور میں بلند کیا جب اس کے چاروں طرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزاروں دیوتاؤں کی پرستش ہورہی تھی۔ کائنات کا ہر مظہر خداؤں کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ زرتشت نے ان تمام بندگیوں سے انسان کو آزاد کرایا اور خدا کے حضور لا کر انسان کے ذہن وقلب کو پستی سے اٹھا کر اخلاق کی معراج تک پہنچا دیا۔ لینائی کی بارھویں فصل میں ایک زرتشتی توحید کا اقراریوں کرتا ہے۔

''میں اس دین میں اس لئے شامل ہوا ہوں تا کہ دیوتاؤں یعنی باطل معبودوں کی عبودیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دوں۔ میں زرتشت کی تعلیم کے مطابق مزدا (عالم کل) پر ایمان کا اقرار کرتا ہوں۔ میں اہورا کی نازل کردہ شریعت کا پیرو ہوں۔ یہ تمام کائنات اس حکیم، علیم وخبیر ودانا اہورامزدا کی تخلیق ہے۔ میں تمام باطل خداؤں، شر اور بدی کے مجسموں، ابلیس اور اس کے شیطانی گروہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں جادو اور ہر قسم کے کالے علم کو مردود قرار دیتا ہوں، میں اپنے خیالات، الفاظ اور اعمال سے باطل خداؤں اور ان کے ماننے والوں کی طاقت کو رد کرتا ہوں۔ اسی طرح اہورامزدا نے زرتشت کو تعلیم دی اور اسی چیز کا زرتشت نے اہورامزدا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تعدد الٰہ، شرک اور باطل خداؤں سے پناہ میں رہے گا۔''

دو غلط فہمیاں:

زرتشت کے دین کے متعلق دو عظیم الشان غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں، ایک تو آتش پرستی اور دوسری عقیدہ ثنویت۔ یہ سارا معاملہ کم علمی اور خود مجوسیوں میں بعد کی الحاقی چیزوں سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ زرتشت نے خدائے واحد کی عبودیت کا اعلان کیا۔ اہورا کا لفظ قدیم زمانہ سے آریاؤں میں خدا کے لئے استعمال ہوتا تھا چنانچہ رگ وید میں اس کے لئے لفظ اشورہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح مزدا کا لفظ بھی مستعمل تھا جس کی موجودہ فارسی شکل ایزد آج بھی مروج ہے۔ زرتشت نے ان دو لفظوں کو ملا کر اہورامزدا بنا دیا جس کے معنی ہیں حکیم ودانا، خالق ورب کائنات! اہورامزدا کائنات میں جاری وساری ہونے کے باوجود اس سے ماوراء ہے اس لئے وحدت الوجودی تصور سے مشابہ نہیں ہے۔ وہ خالق اعلیٰ عین قوت ودانش ہے، وہ سرچشمہ خیر وتقویٰ اور نیکی کا منبع ہے۔ ''وندیداد فرا گرد'' کے ابتداء میں اہورا کے اوصاف یوں بیان ہوئے ہیں۔ خدائے دانا

مُحکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'مینوئے پاک تر، آفریدگار جہاں، ہادیٔ مقدس بعض جگہ ''اشامزدا اہورا'' بھی استعمال ہوا ہے یعنی وہ خدائے بزرگ و برتر جو شریعت پاک اور تقویٰ کا مظہر اعلیٰ ہے۔ گاتھا میں زرتشت کہتا ہے۔

''اے اہورا مزدا! جب میں نے پہلے پہل تمہارا تصور کیا تو میرے نزدیک تو اس کائنات کا اولین خالق تھا۔ منش پاک (نیک تصور) کا باپ اشا (خیر و تقویٰ کی شریعت کا بانی) تمام انسانوں کے اعمال کا محاسب ہے''

اے اہورا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ مجھے ٹھیک ٹھیک آگاہ کر۔ کیا وہ چیز جس کا میں اعلان کرنے والا ہوں بالکل سچ ہے؟ کیا اشا (نیکی) اور اس کے بتائے ہوئے کام انسان کی آخر کار نجات کا باعث ہوں گے؟ تم نے یہ زمین کس کے لئے خوشیوں کا مرکز بنائی؟

اے اہورا مزدا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ مجھے ٹھیک ٹھیک آگاہ کر۔ کیا میں دروج (دروغ یعنی بدی کی روح) کو اشا کے سپرد کر کے تمہاری محبت کے باعث ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر سکتا ہوں۔

اب میں صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص ہدایت کا طالب ہے اس کو چاہیے کہ غور سے سنے اور توجہ دے۔ جب اہورا مزدا کا تصور کرو کیونکہ وہ ظاہر ہو چکا ہے اس کے بعد اہرمن میں اب قوت نہیں کہ لوگوں کو گمراہ کرے اور ان کو زندگی بخش راستوں سے اپنے فریب سے روک سکے۔''

دینکرت میں ایک جگہ مندرجہ ذیل الفاظ میں خدا کی تعریف کی گئی ہے۔

وہ بادشاہ ہے رعایا نہیں، وہ باپ ہے لیکن اس کی کوئی اولاد نہیں، وہ سردار ہے اور اس کا کوئی سردار نہیں، وہ غنی ہے اور فقروں کے پاس نہیں پھٹکتا۔ وہ خود اپنی ذات میں علم ہے، کسی ذریعہ سے علم حاصل نہیں کیا۔ وہ ہدایت کرتا ہے، بخشش اور رحمت کرتا ہے۔

گاتھا میں خدائے بزرگ و برتر کی چھ صفات کو مجموعی طور پر امشد شنیہ یا امشاسپنتان کہا گیا ہے۔ صفات یہ ہیں۔

۱۔ وہومن (نفس پاک) ۲۔ اشاوشتہ (قانون تقویٰ) ۳۔ خشزر وایرے (قدرت کامل) ۴۔ ارمیئتی (عقل پاک) ۵۔ ہوروتات (کمال) ۶۔ امرتات (ابدیت)

گاتھا کے مطابق ان میں سے ہر ایک اہورا مزدا کی کسی ایک صفت کا مظہر ہے اور ان میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہر ایک کے سپرد اس کائنات کے کسی حصے کی پاسبانی اور حفاظت ہے۔

مگر بدقسمتی سے مرور زمانہ سے چھ مظاہر اہورا مزدا کے ساتھ خود قابل پرستش تصور کیے جانے لگے۔ اس طرح وہ مشرکانہ تصورات جن کی بیخ کنی کے لئے زرتشت نے اتنی محنت کی تھی اس کے دین میں داخل ہو گئے۔

آتش پرستی کا مسئلہ:

زرتشت کے نزدیک آگ خدائی نور کی بہترین مثال ہے۔ تاریخی طور پر تقریباً ہر مذہب میں خدا کو نور سے تشبیہ دی گئی۔ زرتشت نے اس آگ کو اپنی عبادت گاہوں میں بطور قبلہ استعمال کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ اس کے نزدیک آگ، نور خدا کی تجلی کا مظہر ہے۔ آگ تمام تاریکیوں اور بدبوؤں کو زائل کر دیتی ہے اور اس طرح نیکی اور پاکی کا راستہ ہموار کرتی ہے۔ زرتشت کے مطابق عبادت کا حقدار صرف خدائے پاک بزرگ ہی ہے۔ جس طرح مرور زمانہ سے اہورا مزدا کے چھ مظاہر صفات بعد میں خود خدا بن گئے اسی طرح آگ بھی مرکز ستائش و عبادت قرار پا گئی۔

نیکی اور بدی کی ثنویت کا مسئلہ:

زرتشت کی تعلیم میں بھی نیکی اور بدی کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ نیکی کے ساتھ بدی اور خیر کے ساتھ شر کے مسئلہ کو تمام مذاہب اور مفکرین تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی باہمی کشمکش جہاں خارجی کائنات میں پائی جاتی ہے وہاں انسانی معاشرہ اور نفس انسانی میں بھی پائی جاتی ہے۔ مذاہب اور فلسفوں میں نیکی اور خیر کا حصول انسانی زندگی کا مقصد و مطمع نظر ہے مگر بدی اور شر کی وجہ سے اس مقصد کے حصول میں بڑی دشواریاں پائی جاتی ہیں اور اسی کشمکش سے انسانی زندگی کی اخلاقی اقدار وجود میں آتی ہیں۔ سوال یہ ہے اگر خدائے برتر نیکی اور خیر کا منبع ہے تو بدی اور شر کا منبع کہاں ہے؟

اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں شر اور بدی کا مصدر ابلیس کو قرار دیا گیا ہے۔ سجدہ کرنے سے انکار کے باعث اسے مردود قرار دیا گیا۔ مگر ابلیس نے انسان کو اپنے انتقام کا نشانہ بنا لیا۔ اگر خدا محض خیر کا مصدر ہے تو ابلیس کہاں سے آ گیا؟ اس طرح ثنویت پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ ثنویت عارضی ہے۔ کیونکہ آخر کار ابلیس اپنی تمام قوت کے باوجود خدا کے دائرہ اقتدار سے باہر نہیں جا سکتا اس طرح یہ بنیادی ثنویت وحدت میں گم ہو جاتی ہے۔

زرتشت کے ہاں اہورا مزدا کے دو مختلف مظاہر ہیں۔ ایک طرف سپنتہ مینو یعنی خرد مقدس یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکی کی قوت' دوسری طرف انگرہ مینو یعنی خرد خبیث یا بدی کی قوت۔ گاتھا میں جہاں کہیں انگرہ مینو کا ذکر آتا ہے وہ اہورا مزدا کے مقابل نہیں آتا بلکہ سپنتہ مینو کے مقابل آتا ہے۔ چنانچہ لیسنائی قطعہ ۲ میں ہے کہ اب میں دو گوھروں (مظاہر) کا ذکر کرتا ہوں جو آغاز زندگی سے موجود ہیں۔ ان میں سے گوہر پاک (سپنتہ مینو) نے گوہر خبیث (انگرہ مینو) سے کہا کہ ہمارے خیالات ونظریات' خرد' آرزو' گفتار وکردار' دل اور روح باہم یگانہ نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہورا مزدا ان دونوں قوتوں سے علیحدہ اور ماورا ہے۔

اسی طرح لیسنائی باب ۱۹ میں ہے کہ اہورا مزدا نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے خیر وشر' بھلائی اور برائی دونوں کو پیدا کیا۔ دوسری جگہ زرتشت اہورا مزدا سے دعا کرتا ہے کہ "اے اہورا مزدا! اپنے آپ کو مجھے دکھا۔ آرمئتی کے طفیل مجھے توانائی بخش' سپنتہ مینیو کے واسطے مجھے طاقت دے۔ اشا کے توسط سے مجھ کو نیک پیدائش سے بہرہ مند کر' دیومنہ کی طفیل مجھے توانائی دے۔

اسی نیک وبد کی آویزش سے انسان کی زندگی کا نقشہ مرتب ہوتا ہے۔ دنیا کے مختلف اخلاقی نظام اس مسئلے کو مختلف شکلوں میں پیش کرتے ہیں۔

پہلا نظام اخلاق: یہ نظام "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کے فلسفہ پر اساس رکھتا ہے۔ یہ ماضی ومستقبل سے بے نیاز محض عیش امروز تک زندگی کو محدود کر دیتا ہے۔ اپیکورس فلسفی اس کا نمائندہ ہے۔ اس طرح زندگی اور کائنات میں کوئی معنویت نہیں رہتی۔ ہر طرف خلا ہی خلا نظر آتا ہے۔ اس کا نتیجہ شدید قنوطیت اور بالآخر خودکشی نکلتا ہے۔

دوسرا نظام اخلاق: تمام مذاہب میں کم وبیش یہ تصور پایا جاتا ہے کہ روح عالم تخلیقی قوتوں کا سرچشمہ ہے اور جسم ان قوتوں کے اظہار کا ذریعہ ہے یعنی روح کو اعلیٰ منصب دیا جاتا ہے اور بدن کو نچلے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔ اس لئے جسمانی خواہشات کو روح کے ماتحت رکھنا چاہیے۔

مگر بعض مذاہب میں جسم بدی کا سرچشمہ ہے جو روح کی پاکیزگی کو آلودہ کرتا ہے اس لئے جتنی جلدی ہو سکے روح کو جسم کو قید خانہ سے نکل جانا چاہیے۔ ہندوستان کے اکثر اخلاقی نظاموں میں اس فطری بدی کا اظہار ملتا ہے۔ سینٹ پال نے تو کہا ہے کہ گناہ کا بدلہ موت ہے۔ مگر ہندوستان کے مذکورہ اخلاقی نظاموں میں گناہ زندگی کا سبب ہے۔ انسان تناسخ کے چکر میں مبتلا ہو کر بار بار اس دنیا میں آتا ہے۔ یہ چکر صرف اس وقت ختم ہو سکتا ہے جب وہ نیک زندگی بسر کرنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کردے اس نیکی کا نتیجہ موت ہوگا اور اس طرح وہ اس زندگی کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات پالے گا کیونکہ یہ دنیا دکھوں اور پریشانیوں کا گھر ہے اور یہ پریشانیاں اور دکھ انسان کی فطری خواہشات کا نتیجہ ہیں۔ یہ اخلاقی نقطہ نظر دراصل رہبانی ہے۔ ترک دنیا اور قطع علائق ہی خواہشات سے نجات کا ذریعہ ہے۔ انسان کا مقصد دنیا سے الگ ہو کر خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ جسے تجلی حاصل ہو جائے وہ نجات یافتہ ہو گیا۔ اس لئے ایسے لوگ پہاڑوں کی تنہائیوں میں عبادت کرتے ہیں۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طریق زندگی سے ظلم و فساد اور بدی کی قوتیں ختم ہو جاتی ہیں درحقیقت یہ طریقہ انفرادی زندگی سے وابستہ ہے اور فرار کی راہ کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن اس کے مقابل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے مسلسل جہاد کی تلقین کرتا ہے۔ محض انفرادی عبادت اور پوجا پاٹ خلاف اسلام ہے۔

تیسرا قسم کا نظام اخلاق:

اس نظام اخلاق کی صحیح معنوں میں حامل عیسائیت ہے۔ جس میں شر اور بدی کا مقابلہ کرنے کی بجائے صرف ابدی گناہ اور بدی کی قوتوں سے نجات پانے کے لئے صرف حضرت مسیح پر ایمان لانا ہی کافی ہے۔ عیسائیت کے نزدیک دنیا کے تاریک پہلوؤں اور بدی کی قوتوں کا مقابلہ ناممکن ہے۔ اس کے مقابل آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ بدی کے چلن کو ہاتھ سے روکے، ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل میں برا جانے۔ جبکہ عیسائیت کا شر اور بدی کی قوتوں کو روکنے کے لئے محض حضرت مسیح پر ایمان لانا ہی کافی ہے۔

چوتھا نظام اخلاق:

یہ حقیقی نظام اخلاق ہے۔ یہ بدی اور شر کے خلاف عملی اقدام کی دعوت دیتا ہے۔ بلکہ انسانی بہبود کا انحصار شر کے خلاف جدوجہد کو قرار دیتا ہے۔ رہبانی اور وحدت الوجودی نظام کے حامیوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ وجود تو محض خیر محض ہے اور شر اور بدی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ خیر اور نیکی کا نہ ہونا ہی بدی اور شر ہے۔ اس نقطہ نظر سے اخلاق اور روحانیت کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر بدی بدی نہیں اور یہ محض نیکی کا عدم ہے تو پھر اس زندگی میں کسی قسم کی اخلاقی تگ و دو یا تعمیر سیرت کی ضرورت نہیں رہتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرتشت کے نزدیک یہ تجزیہ بالکل غلط ہے۔اس کے نزدیک نیکی اور خیر کی طرح بدی اور شر بھی مستقل بالذات وجود رکھتے ہیں۔ کائنات میں یک رنگی اور باہمی توافق کے ساتھ بگاڑ اور تصادم بھی موجود ہے۔اسی طرح سوسائٹی میں بھی حسد' بغض' عناد' کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔ایک صحت مند انسانیت کی تعمیر کے لئے ان اقدار کے خلاف جہاد مسلسل بھی ضروری ہے۔شر اور بدی کی عالمگیریت کو ہی ختم کرنا مذہب کا مقصد ہے مگر یہ انفرادی جدوجہد سے ختم نہیں ہو سکتی۔زرتشت کے نزدیک یہ کافی نہیں کہ ہر انسان اپنے اپنے طور پر نیکی کو اختیار کرے اور بدی سے پرہیز کرے۔زرتشت توحیدی معاشرہ کے قیام پر زور دیتا ہے جس میں متصادم معاشی طبقات کا خاتمہ کر دیا گیا ہو اور ہر شخص اپنی محنت کی پیداوار کا خود مالک ہو۔ساری اخلاقی برائیاں متضاد معاشی نظامات کی موجودگی سے پیدا ہوتی ہیں۔اس معاشرہ میں ہر شخص کو ظلم' ناانصافی اور فسق و فجور کے خلاف لازماً جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔

سپینوزا اور دوسرے مفکرین کے اس خیال کے جواب میں کہ شر کا وجود خدا کے خیر کے خلاف ہے۔زرتشت کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے اور انسان کا فرض ہے کہ وہ اس کام کو اپنے ذمہ لے اور یزداں اور اہرمن کی اس کشمکش میں یزداں کا ساتھ دے۔نطشے نے جب عیسائی رہبانی نظام اخلاق پر حملہ کیا تو زرتشت کے نام پر کیا کیونکہ اس نے زرتشت کے نظریہ خیر و شر کو بہترین تصور کیا۔اس نے خدا کے وجود کا انکار بھی اسی لئے کیا کہ وہ اپنے اعمال کا خدا کو ذمہ دار قرار دے کر خود فرار حاصل کر لیتے ہیں۔نطشے کا مطمع نظر انسان کامل پیدا کرنا تھا جب کہ زرتشت کا مقصد ایک صالح انسان کی تخلیق ہے جس سے صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

زرتشت کی تعلیم میں حیات بعدالموت کا تصور بہت نمایاں ہے' بلکہ یہودی جب جلا وطنی سے واپس ہوئے تو دین زرتشت سے دوچار ہوئے اور یہیں سے حیات بعدالموت کے تصورات حاصل کئے۔زرتشت کے حیات بعدالموت کے تصورات' عیسائیت' یہودیت اور اسلام کے سامی مذاہب کے مماثل ہیں۔اگرچہ زرتشت خاص آریہ قوم میں پیدا ہوا مگر اس کا دین تناسخ کے خلاف ہے۔کیونکہ تناسخ قنوطیت اور زندگی سے فرار کا سبق دیتا ہے۔

زرتشت کے ہاں بھی روح بدن میں آنے سے پہلے موجود تھی۔زرتشت کے دین میں بدنی طہارت پر بہت زور ہے۔بلکہ پانی' ہوا' مٹی وغیرہ کو بھی صاف رکھنے کی ہدایت ہے۔روزہ کی ممانعت اس لئے ہے کہ فرد کمزور ہو کر استعداد کار میں کمی کر بیٹھے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرتشت نے ایک تو توحید خداوندی کے تصور کی حمایت کی ہے تو دوسری طرف کاشتکاری پر زور دیا تا کہ اس کی قوم خانہ بدوش زندگی ترک کر کے تمدنی زندگی کا آغاز کرے اور کھیتی باڑی سے مویشیوں کی بہتات' غلہ کی فراوانی حاصل ہو اور بھوک' پیاس اور فاقہ سے محفوظ رہ سکے۔ مگر زرتشت کی نگاہ محض دنیوی خوشحالی پر نہ تھی بلکہ تمام کوششوں اور تمناؤں کا نتیجہ حیات اخروی کا حصول ہے جہاں وہ اپنے خدا سے ملاقات کر سکے گا۔ زرتشت کے ہاں بھی جس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا وہ عیش میں ہوگا اور جس کے پلڑے میں برائیوں کی مقدار زیادہ ہوگی وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائے گا۔

آخری مصلح کی پیشگوئی:

اس زندگی کے اختتام پر ایک ایسا دور ضرور آئے گا جب شر اور بدی کی تمام قوتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس وقت ایک آخری مصلح نمودار ہوگا جو اس دنیا میں خیر اور نیکی کو رائج کرنے میں کامیاب ہوگا۔ اس کے بعد قیامت آجائے گی۔ جب تمام انسان زندہ کئے جائیں گے اور بدی کی روحوں کو جہنم سے نکال کر ان کے گناہوں سے پاک کیا جائے گا۔ لیکن زرتشت کے نزدیک یہ امر ضروری نہیں کہ یہ پیغام یا مصلح دنیا کے آخر میں آئے یہ اس سے پہلے بھی آسکتا ہے۔

زرتشت نے کہا کہ

''اے اہورامزدا! میں تم سے پوچھتا ہوں وہ سچا اور نیک انسان جو اپنے خاندان اپنی قوم اور ملک کی بھلائی میں کوشاں ہو وہ تمہارے جیسا کیسے ہوسکتا ہے۔

وہ کب تمہاری رضا کو حاصل کر سکے گا؟ اس کے کون سے اعمال تمہیں زیادہ پسندیدہ ہونگے؟ ہر اس آدمی کے لئے جو ہوش و عقل رکھتا ہے جو غور و فکر کر سکتا ہے وہ شخص ہر حالت میں پوری قوت کے ساتھ راستی کا علم بلند رکھے' جو اپنے الفاظ اور اعمال میں سچائی کا نمونہ ہو وہی شخص، اے اہورامزدا! تیرا بہترین مددگار ہے۔

وہی شخص اے اہورامزدا! جو حقیقی معنوں میں تیرا دوست ہے' تیرے انعامات کا مستحق ہے۔ جو اس فانی دنیا میں صحت' خوشی اور دولت کی شکل میں ہوگا اور آخرت میں ابدی زندگی کی شکل میں۔ اس شخص کو ہمیشگی کے لئے تم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوگا اور وہی منش پاک کی طاقت سے سرفراز کیا جائے گا۔''

زرتشت کے فلسفہ اخلاق کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ ۱۔ اندیشہ نیک۔ ۲۔ گفتار نیک۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ کردار نیک۔ اس کے مقابل میں تین چیزوں سے بچنے کی تاکید ہے۔
۱۔ اندیشہ بد۔ ۲۔ گفتار بد۔ ۳۔ کردار بد۔ ان کی بنیاد پر سارے اخلاق کی تعمیر ہوتی ہے۔

اے اہورا مزدا! اے اشائے زیبا! ہم اپنے لئے ایک ایسی چیز منتخب کرنا چاہتے ہیں اور ایسا اندیشہ و گفتار و کردار بجالانا چاہتے ہیں جو جہانوں میں بہترین ہو۔

اے اہورا مزدا! ہم اس پیامبر کے کلام کے خواستگار ہیں تا کہ راستی کے بہترین تصور کو لوگوں میں پھیلائیں۔

اے اہورا مزدا! پاک خیال، راستی اور دوستی، کردار و گفتار و آئین و نیک کی مدد سے تیرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اے اہورا مزدا، ہم تیری ثناء کرتے ہیں اور تیرے سپاس گزار ہیں۔ اندیشہ نیک، گفتار نیک اور کردار نیک سے تیرا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اے اہورا مزدا! شاید کہ ہم دیکھ سکیں، شاید کہ تمہارا قرب ہمیں حاصل ہو۔ شاید ہمیشہ تیری دوستی ہمیں میسر ہو۔ بہترین و بالاترین راستی کے ذریعے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس کشور کو جو اندیشہ، کردار و گفتار نیک کا مقام ہے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ میں نے راستی کے توسط سے اہورا مزدا کو پہچانا۔"

ان اقتباسات میں لفظ راستی اوستا کے لفظ اشا کا ترجمہ ہے۔ اشا زرتشتی اخلاق میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس کے مفہوم میں تمام اخلاق پائے جاتے ہیں۔ اس کے مطابق کائنات تخلیق ہوئی ہے۔ اشا یعنی تقویٰ اور قانون راستی کی مکمل پابندی کی تاکید ہے۔

لیتائی ۷۲ میں مذکور ہے کہ راستہ صرف ایک ہے اور وہ اشا یعنی تقویٰ اور راستی ہے۔ باقی تمام راستے غلط اور گمراہ کن ہیں۔

راستی کے بعد عدل اور انصاف پر زور دیا گیا ہے۔ جھوٹی شہادت اور ناانصافی دونوں سے ممانعت ہے۔ ایک منصف مزاج اور عادل حاکم زرتشت کے نزدیک اہورا مزدا کے مماثل ہے۔

کاہلی انسان کو کمزور بناتی ہے۔ وندیداد ۱۶۔۱۸ میں ہے کہ

"اے انسانو! خدا کی عبادت کی طرف متوجہ ہو اور ابلیس کے شیطانو کو مار بھگاؤ۔ وگرنہ کاہلی جو تمام مادی دنیا کو نیند میں مدہوش کرتی ہے صبح ہوتے ہی تم پر غالب آجائے گی جب کہ اکثر لوگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاگ اٹھتے ہیں تمہیں مناسب نہیں کہ زیادہ دیر تک سوتے رہو۔

عبادت کا مفہوم:

زرتشت خدا سے پوچھتا ہے کہ ہم تیری عبادت کیسے کریں؟

جواب ملتا ہے کہ اس شخص کو جو اہورا مزدا کی رضا کا طلب ہے چاہیے کہ مخلوق خدا کی ترقی و خوشحالی کے لئے کوشش کرے۔ ان لوگوں کی تکلیف اور مصیبت میں ان کی مدد کرے۔ ان کو برائی اور برے آدمیوں کی صحبت سے بچانے کی کوشش کرے۔

''وہ شخص جو غریب اور مسکین کی مدد کرتا ہے خدا کی خدائی کا اقرار کرتا ہے۔ اے اہورا مزدا! تیری خدائی کیا ہے؟ تیری رضا کیا ہے جس کے حصول سے تیرا قرب حاصل ہو۔

اہورا مزدا جواب دیتا ہے کہ تم میری رضا غریبوں اور پاکباز انسانوں کی مدد کرنے سے حاصل کر سکتے ہو۔ (یسنائی ۲۴۔۲۵)

تحصیل علم کی اہمیت:

وہ شخص جو علم کی روشنی کا خواہش مند ہے وہ آوردان (یعنی روحانی اسناد) کا تحفہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آوردان کے متعلق وندیداد میں آتا ہے کہ ''اے زرتشت! وہ شخص آوردان ہے جو راتوں کو علم کی تحصیل میں مشغول ہوتا ہے تا کہ اس زندگی کی تکالیف سے نجات حاصل کر سکے۔ وہ علم اسے پل صراط پر گزرتے وقت کام آتا ہے۔ وہ اس دنیا میں اس کے لئے نعمتوں کے دروازے کھولتا ہے۔ جس کی بدولت اس کو راستی اور پاکبازی حاصل ہوتی ہے۔ اور جو اسے آخرت میں بہترین انعامات دلواتا ہے۔

انسان کے اعمال میں سب سے زیادہ ارفع فعل کونسا ہے؟ وینکرت میں ہے کہ لوگوں کو علم سکھانا جو اس کے اہل ہوں اور ہر قسم کے نیک اعمال کی تخلیق۔

[**نوٹ:** علم کے متعلق سقراط کے باب میں بحث ہے کہ دراصل علم سے مراد محض سائنسی تحقیق سے حاصل کردہ علم نہیں بلکہ وہ علم جو اخلاق کے ساتھ وابستہ ہو۔ یورپ نے محض سائنسی تحقیق پر اکتفا کیا اور مذہب کو مسترد کر دیا یہاں بھی علم سے مراد وہ علم ہے جس کا نتیجہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حصول ہے۔]

زرتشتی اخلاق میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سختی سے تاکید کی گئی ہے۔ جس شخص نے علم کی تحصیل کی اس کا فرض ہے کہ دوسرے انسانوں تک وہ اس کو پہنچائے تا کہ اس دنیا میں بھلائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آخرت میں فلاح سے محروم نہ رہے۔

لینائی میں ایک جگہ آتا ہے کہ وہ شخص جو کسی بدسرشت کو اس کے برے اعمال کی سزا دینے کے بعد اس کی صحیح تربیت کے لئے کوشش کرے گا وہ اہورا مزدا کے حضور میں اپنی محبت کا بہترین تحفہ پیش کرتا ہے۔

زرتشتی اخلاق کا خلاصہ ان الفاظ میں دیا جا سکتا ہے کہ ایک انسان کو چاہیے کہ اپنے اعمال میں اسی طرح راستی اور عدل کو اختیار کرے جس طرح اہورا مزدا مخلوق سے پیش آتا ہے۔

زرتشت نے دعا کی کہ

اے اہورا مزدا! جس طرح تیرے خیالات' الفاظ اور اعمال سبھی خیر و بھلائی سے بھرپور ہیں اسی طرح ہم نیکی اور بھلائی کے طلب گار ہیں۔ تیری ہی تعریف اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ ہم تیری مناجات کرتے ہیں اور تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اے اہورا مزدا! ہمیں توفیق دے کہ ہم اس زندگی میں اور آخرت کی روحانی زندگی میں راستی اور تیرا قرب حاصل کر سکیں۔

اے اہورا مزدا! ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری سلطنت میں داخل ہوں۔ دونوں دنیاؤں میں تو ہی ہمارا بادشاہ ہے۔ ہم اپنی جانیں اور اپنے جسم تمہیں ہی سونپتے ہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ ہم تیری رضا اور محبت حاصل کر سکیں۔ اے خدائے کلیم و دانا ہماری راہنمائی کر اور ہمیں خوشی عطا کر۔

اے مزدا مجھے وہ چیز عطا کر جس سے تو خوش ہو۔

اے مزدا اہورا! میں عجز و انکسار سے اپنے ہاتھ اٹھاتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ نیک اعمال' نفع بخش خیالات کی توفیق حاصل ہو تا کہ کائنات کی روح اعظم کو خوشی حاصل ہو۔

اے اہورا مزدا! اے اشا! ہم اپنے لئے بہترین چیزوں کا انتخاب کریں گے یعنی وہ خیالات' الفاظ اور کردار جو دنیا میں سب سے بہترین ہوں۔ ہم میں سے ہر ایک مرد اور عورت کوشش کرے گا کہ اپنے علم کی روشنی میں نیکی کے راستے پر گامزن ہو اور دوسروں کو اس راستے پر چلنے کی تاکید کرے۔ اسی اشا (تقویٰ) کے قانون کی پیروی میں ہماری اور دوسروں کی فلاح و بہبود ہے اور انہی کے لئے دونوں جہانوں میں سرفرازی ہے۔ اے اہورا مزدا! تمہارے الہامات کی پوری کوشش سے تبلیغ کریں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرتشتی دین اور ہندو مذہب:

اس مختصر سے مطالعہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ زرتشت کا مذہب ایک عملی دین تھا جس کی اساس خالص توحید پر رکھی گئی تھی۔ اس معاملہ میں وہ آریوں کے ہندوستانی مذہب سے بالکل ممیز ہے جہاں توحید کے مقابلہ میں وحدت الوجود اور جذباتی تصوف پیدا ہوا۔ زرتشتی دین میں تقویٰ اور نیک اعمال پر زور دیا گیا ہے جب کہ ہندوستان میں ریاضت اور مراقبات و مشاہدات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

زرتشت کے ہاں بہترین انسان وہ ہے جو زندگی کے امور و فرائض کو نیکی سے ادا کرے۔ ۔ہندوؤں میں بہترین انسان ایک سادھو ہے جو ترک علائق کے بعد اپنی تپسیا (ریاضت) سے چند غیر معمولی اور ماوراء انسانی قوتیں حاصل کر سکے۔

مزدیسنا میں وحی کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے جو برہمن مت میں موجود ہے۔۔ مزدیسنا میں موت کے بعد دائمی فلاح کے تصورات کے ساتھ ساتھ اس دنیا کی طرف سے کوئی بے اعتنائی نہیں برتی گئی بلکہ اس کا نصب العین اور مقصد ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی اصلاح کی جائے۔

زرتشت اور مغرب:

عام طور پر مغربی مصنفین کی کوشش رہی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ یونان کا فلسفہ خالص یونان کی پیداوار ہے اس میں کسی مشرقی قوم کا شائبہ نظر نہیں آتا۔ بعض متعصب مغربی محققین نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ زرتشت کے زمانہ کو یونانی زمانہ ثابت کیا جائے۔ لیکن جب وہ سنتے تھے کہ زرتشت یونانی حکما سے پہلے موجود تھا تو چیخ اٹھتے تھے۔ ہیراقلیطس خاص طور پر زرتشتی خیالات سے متاثر معلوم ہوتا ہے۔ یعنی بنیادی چیز آگ ہے۔ اشا کا قانون بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ یہ قانون کائنات خدا کے نور کا مظہر ہے۔ رواقی نظام بھی زرتشتی افکار کا خوشہ چیں ہے۔ رواقی فلسفہ میں بھی کائنات کے آفاقی قانون کو آگ سے تشبیہ دی گئی۔

فیلو سکندریہ نے بھی بعض زرتشتی افکار کو اپنا لیا تھا۔ جس طرح اشا، سپید ان یعنی قوائے نیکی کا بہترین مظہر ہے۔ اسی طرح فیلو میں کلمہ (Logos) جو ایک حیثیت میں حکمت کا مظہر ہے، ان تمام قوائے ربانیہ کا سردار ہے۔

اسی طرح جدید فیثاغورثی فلسفے کے حامل مفکرین نے زرتشتی نظام سے بہت کچھ استفادہ کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جدید فیثا غورثی یونانی فلسفہ میں پہلا مکتب فکر ہے جس نے وحی الٰہی کو ایک ذریعہ علم اور سند تعلیم تسلیم کیا ہے۔ اس کے مفکرین فلسفی کہلانے کی نسبت پیغمبر کہلانا پسند کرتے تھے جو خدا سے بلاواسطہ تعلق پیدا کر چکے تھے اور یہ سبھی خیالات زرتشتی دین سے آتے ہیں۔

زرتشت پر مزید معلومات:

مزد یسنائیت (خدا پرستی):

دجلہ کے کنارے سیدیوں نے ۶۱۲ ق۔م میں اپنا مرکز قائم کر لیا تھا۔ اس قوم کے پجاری مغ یا مگوش (مجوس) بمعنی عقلمند یا مددگار کہلاتے تھے انہوں نے اپنی ذات بنالی تھی۔ وہ بری روحوں' شیطانوں اور مرض کے بھوتوں کو جادو منتر سے اتارتے تھے۔ یہ لوگ ''بنو'' کے مندر سے کہانت کرتے تھے۔ اور یہ جماعت سیدیوں کی فتح سے بہت پہلے قائم تھی۔ انہیں مجوس پروہتوں میں سے ایک زرداشتر (زرتشت) کا باپ تھا۔ جو اہورا مزدا (اچھی روح) کی پرستش اور اہرمن (بری روح) سے نفرت کرتا تھا۔

زرداشتر ۶۶۰۔۵۸۳ ق م: زرداشتر (زرتشت) پہلوی زبان کا لفظ ہے جو فارسی میں زرتشت بن گیا۔ زرداشتر بڑے پروہت یا پجاری کو کہتے ہیں۔ یہ ایک دن بلند پہاڑی پر مراقبے میں تھے کہ اہورامزدا برق ورعد کے درمیان ظاہر ہوا۔ اور اسے ''اوستا'' یعنی قانون زندگی عطا کیا۔ اسی خیال کو یہودیوں نے توراۃ سازی کے وقت سامنے رکھا اور ظاہر کیا کہ خدا برق ورعد میں ظاہر ہوا اور یہودیوں کے لئے توراۃ یعنی قانون زندگی عطا کیا۔ پھر ہرمز نے زرداشتر سے کہا کہ ''جا اور لوگوں کی اصلاح کر'' اور زرداشتر نے لوگوں کو خدا پرستی (مزدیسنائی) سکھائی اور مختلف دیوتاؤں مثلاً ہرانا ہید' اور ہوم (شراب) کی پرستش سے روکا' اور بتایا کہ کئی خدا نہیں بلکہ صرف ایک قادر وتوانا ہرمزہی خدا ہے۔ داریوش اول (سائرس) نے اس مذہب کو مان کر بت پرستی اور متعدد دیوتاؤں کی پرستش کو ختم کرنے کا عہد کیا۔

بعد کے زمانے میں قدیم مجوسی ثنویت پھر ابھر آئی اور ہرمز کو خالق خیر اور فرشتگان اور اہرمن کو خالق شر ودیوان مان لیا۔ ہرمز نور ہے اور آسمان پر ہے۔ اہرمن ظلمت ہے اور زمین پر ہے۔

اوستا یا دین کی تعلیم (قانون):

خدا ایک ہے۔ وہ اچھی روح (اہورامزدا) ہے۔ سب کو خدا پرستی کرنا چاہیے اور ہرمز کے انصار کو مان کر بری روح یعنی شیطان کو شکست دے کر دنیا سے تاریکی کو دور کرنا اور روشنی کو لانا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔ افکار نیک' گفتار نیک اور کردار نیک کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ دشمن کو دوست بنانا اور بد کو نیک بنانا' جاہل کو علم دینا ہر خدا پرست کا دین (فرض) ہے۔ سب سے بڑی نیکی تقویٰ ہے۔ اس کے بعد دیانت داری ہے۔

بعث بعد الموت یقینی ہے اس لئے کہ روح لافانی ہے۔ ہرمز کی فتح اور اہرمن کی شکست کے بعد یہ دنیا جنت بن جائے گی اور کل مردے زندہ کر دیئے جائیں گے اور ایسا دور شروع ہوگا جس میں بیماری' بڑھاپا اور موت کا وجود نہ ہوگا۔ دائمی مسرت ہوگی اور انصار ہرمز جنت میں اور انصار اہرمن جہنم میں ہونگے اور اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد اس قابل ہوسکیں گے کہ جنت کو جانے والے پل سے گزر جائیں اور سرزمین نغمہ میں پہنچ جائیں۔

تحریف اوستا:

قانون خدا پرستی میں تحریف کرنے والی جماعت ان زردشتیوں میں پیدا ہوگئی اور برہمنوں اور یہودیوں کی طرح انہوں نے پروہتی اور قربانی کرنے کے طریقوں کو صرف دستوروں تک محدود کرلیا۔ حتیٰ کہ ایک ایسی ذات بن گئی کہ سوائے ان کی اولاد کے کوئی دوسرا مزدیسنائی پروہتی نہ کرسکتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہرمز کی نور پرستی نے پھر خورشید و آتش پرستی کی شکل اختیار کرلی اور عوام نے دیوتاؤں کو قربانی اور نذرانوں کے ذریعے سے خوش کرنا سیکھ لیا اور سحر و سامری بھی رائج ہوگئی۔ حالانکہ خود زرداشتر نے دیوؤں' دیو پرستوں اور سحر و سامری پر لعنت بھیجی ہے۔ (لینائی ۱۳۔۴) اور وندایداد کی تعلیم یہی ہے کہ "دیو دور ہو اور خدا قریب ہو"۔

زرتشت نے کہا:

جب میں تمہیں مل گیا تو تم نے اپنی تلاش ختم کردی۔ تمام معتقد ایسا ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام اعتقادات غیر اہم ہیں۔ اب میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھے کھو کر خود کو ڈھونڈو اور جب تم سب مجھے مسترد کردو گے تو میں تمہاری طرف واپس آؤں گا۔

بنیادی خیالات:

۱۔ خدا نور کی قلمرو اور شیطان ظلمت کی قلمرو کا حکمران ہے۔

۲۔ اچھائی' نیکی اور افضل ترین چیز پاکیزگی ہے۔

۳۔ اچھے اقوال و افعال والے جنت میں' جب کہ برے اقوال و افعال والے جہنم میں جائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ انسان کے لئے تمام اچھی اور مفید چیزیں اہورامزدا (خدا) کی تخلیق کردہ ہیں۔

۵۔ نور، اچھے خیالات، راستی، اختیار، کرم، رحم اور لافانیت اہورامزدا کی خصوصیات ہیں۔

زرتشتی دین کے صحائف:

اندوستا کہلانے والے زرتشت دین کے صحائف تین حصوں پر مشتمل ہیں۔

۱۔ وندیداد: قدیم وقتوں کے مذہبی قوانین اور دیومالا کی کہانیوں کا مجموعہ۔

۲۔ وسپراد: قربانیوں کے لئے عبادات کا مجموعہ

۳۔ لیتا: اس میں پانچ عبادات اور پانچ گاتھا بھجن یا حمد کے گیت شامل ہیں۔ یہ گاتھا قدیم زبان میں لکھی گئی تھیں جو اوستا کی زبان سے بھی قدیم ہے۔

۴۔ آنداداد میں زرتشت اور اہورامزدا کے درمیان براہ راست گفتگو شامل ہے۔

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنفیوشس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر خواہش پر بلا چون و چرا عمل کرنے پر مائل تھا۔ کیونکہ اب مجھ سے کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہو سکتا تھا جو انسانی اقدار کے منافی ہو۔"

اس مختصر سے بیان سے کم از کم اتنی وضاحت تو ہو جاتی ہے کہ کنفیوشس دوسرے قدیم مصلحین کی طرح الہام سے سرفراز ہوتا رہا ہے۔ اور اسی کی روشنی میں اس نے اپنے اخلاقی اصول وضع کیے جو اس کی قوم کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے رہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے اور اس کے اپنے الفاظ میں کسی حد تک اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ محض قدیم روایات کا محافظ اور ان کو زندہ کرنے والا تھا اور اس کی زندگی کا مقصد یہی تھا کہ وہ اپنے زمانے میں ان روایات کی روشنی میں قدیم امیروں اور حکمرانوں کے سامنے بہتر زندگی کا نقشہ پیش کرے۔

قدیم چین میں توحید کا تصور بہت نمایاں تھا اور خدائے واحد کے لئے جو لفظ استعمال ہوتے تھے ان سے اس کی ربوبیت اور حکومت کا تصور صاف طور پر واضح ہوتا تھا۔ فرشتوں کے وجود پر بہت زور دیا جاتا تھا اور حیات بعد الموت ایک پختہ عقیدہ تھا جو اب تک مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مشرکانہ رسومات کی آمیزش سے ان تصورات میں کافی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ فرشتوں نے بے شمار دیوتاؤں کی شکل اختیار کر لی۔ اور حیات بعد الموت نے آباؤ اجداد کی پرستش کا رواج پیدا کر دیا۔ مگر کنفیوشس نے ان مشرکانہ خیالات کا کبھی ذکر نہیں کیا وہ ان مابعد الطبیعاتی نظریات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ ایک بار روح کی حرمت کے متعلق اس سے سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا۔ کہ جب تم زندہ انسانوں کی خدمت کے اہل نہیں تو ان کی ارواح کی خدمت تم سے کیسے ہو سکتی ہے۔"

موت کی حقیقت کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جب تم زندگی کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو تو موت کی نوعیت سے کیسے واقف ہو سکتے ہو۔

ایک شاگرد نے جرأت کر کے سوال کیا کہ جب ہم ان ارواح کے سامنے تحائف اور نذرانے پیش کرتے ہیں تو کیا ان ارواح کو اس عمل کا علم ہوتا ہے یا نہیں؟

کنفیوشس نے جواب دیا کہ اگر میں کہوں کہ یہ ارواح جانتی ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ لوگ ان رسوم کو ادا کرنے میں اتنا اہتمام کرنا شروع کر دیں گے کہ ان کی مالی حالت تباہ ہو جائے گی۔ اگر میں کہوں کہ نہیں تو پھر شاید بد اخلاق لوگ اپنے والدین کو مرنے کے بعد دفن بھی نہ کریں۔ تمہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاننے کی ضرورت نہیں۔ یہ مسئلہ اہم نہیں اور بعد میں تم خود بخود اس معاملے سے واقف ہو جاؤ گے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کنفیوشس روح کی بقا یا خدا کے وجود سے منکر تھا۔ اس نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ انسانی جسم موت کے بعد فنا ہو جاتا ہے مگر روح ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے کہ خدا کی بخشش و رحمت کا مظاہرہ ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ ہم اس کو دیکھنا چاہتے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آتا۔ ہم اس کی آواز سننا چاہتے ہیں مگر کچھ سنائی نہیں دیتا۔ مگر اس کے باوجود وہ سب میں موجود ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ سیلاب کے پانی کی طرح وہ اپنے عبادت گزار بندوں کے سروں پر اور دائیں اور بائیں ہر طرف موجود ہے۔

(نوٹ: یہی طریقہ فکر مہاتما بدھ میں بھی موجود تھا۔ وہ خدا' بقائے روح' حیات بعد الموت کا منکر نہیں تھا مگر کنفیوشس کی طرح ان عقائد پر بحث مباحثہ کا قائل نہیں تھا۔ گوتم بدھ کا فکر چونکہ چارواک کے سوفسطائی فرقہ کے خلاف ردعمل تھا اس لئے ناممکن تھا کہ وہ چارواک کے عقائد کو اپنا لیتا۔ چارواک واضح طور پر خدا' بقائے روح' حیات بعد الموت اور الہام کا منکر تھا۔ اگر یہی عقائد گوتم بدھ کے تھے تو دونوں میں فرق کیا تھا چارواک نے مسرت کے حصول کے لئے شراب اور عورت کو عام کر دیا تھا۔ مگر بھکشو بنتے وقت تمام منشیات اور زنا کاری سے پرہیز لازمی تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوتم کی خاموشی یا ان عقائد پر وضاحت سے بحث مباحثہ نہ کرنا ان عقائد کے انکار کا مترادف نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میایان اور نیایان فرقوں میں ان عقائد کا اثبات موجود ہے ان فرقوں کا من گھڑت عمل نہیں تھا بلکہ ان کے بیج خود گوتم بدھ کے افکار میں تھے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ کنفیوشس کا زبردست دالدہ تھا۔ اس نے موسیقی کی تعلیم کے لئے دور دراز سفر کیا۔ وہ موسیقی کو روحانی عبادت تصور کرتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کنفیوشس کے نزدیک موسیقی محض ذاتی جذبات کی تسکین کا ذریعہ نہ تھی بلکہ اس کی نظر میں موسیقی ذہنی اور اخلاقی زندگی کے لئے ایک بہت اہم قوت تھی جو اس کے قلب کے سوتوں کو بیدار کر کے اسکو اس دنیا کی اصلاح کے لئے تیار کرتی تھی۔ اور یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے کنفیوشس نے اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں اور اس لئے اس کے فلسفہ اخلاق میں اس فن کی خاص اہمیت ہے۔

مسلم تاریخ میں بھی صوفیا جیسے امیر خسرو اس فن کے زبردست ماہر تھے۔ قوالی وغیرہ کی شکل میں موسیقی سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ مگر خشک ذہن ملا اس کے خلاف ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاننے کی ضرورت نہیں۔ یہ مسئلہ اہم نہیں اور بعد میں تم خود بخود اس معاملے سے واقف ہو جاؤ گے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کنفیوشس روح کی بقا یا خدا کے وجود سے منکر تھا۔ اس نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ انسانی جسم موت کے بعد فنا ہو جاتا ہے مگر روح ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے کہ خدا کی بخشش و رحمت کا مظاہرہ ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ ہم اس کو دیکھنا چاہتے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آتا۔ ہم اس کی آواز سننا چاہتے ہیں مگر کچھ سنائی نہیں دیتا۔ مگر اس کے باوجود وہ سب میں موجود ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ سیلاب کے پانی کی طرح وہ اپنے عبادت گزار بندوں کے سروں پر اور دائیں اور بائیں ہر طرف موجود ہے۔

(نوٹ: یہی طریقہ فکر مہاتما بدھ میں بھی موجود تھا۔ وہ خدا' بقائے روح' حیات بعد الموت کا منکر نہیں تھا مگر کنفیوشس کی طرح ان عقائد پر بحث مباحثہ کا قائل نہیں تھا۔ گوتم بدھ کا فکر چونکہ چارواک کے سوفسطائی فرقہ کے خلاف ردعمل تھا اس لئے ناممکن تھا کہ وہ چارواک کے عقائد کو اپنا لیتا۔ چارواک واضح طور پر خدا' بقائے روح' حیات بعد الموت اور الہام کا منکر تھا۔ اگر یہی عقائد گوتم بدھ کے تھے تو دونوں میں فرق کیا تھا چارواک نے مسرت کے حصول کے لئے شراب اور عورت کو عام کر دیا تھا۔ مگر بھکشو بنتے وقت تمام منشیات اور زنا کاری سے پرہیز لازمی تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوتم کی خاموشی یا ان عقائد پر وضاحت سے بحث مباحثہ نہ کرنا ان عقائد کے انکار کا مترادف نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میایان اور نیایان فرقوں میں ان عقائد کا اثبات موجود ہے ان فرقوں کا من گھڑت عمل نہیں تھا بلکہ ان کے بیج خود گوتم بدھ کے افکار میں تھے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ کنفیوشس کا زبردست دالدوہ تھا۔ اس نے موسیقی کی تعلیم کے لئے دور دراز سفر کیا۔ وہ موسیقی کو روحانی عبادت تصور کرتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کنفیوشس کے نزدیک موسیقی محض ذاتی جذبات کی تسکین کا ذریعہ نہ تھی بلکہ اس کی نظر میں موسیقی ذہنی اور اخلاقی زندگی کے لئے ایک بہت اہم قوت تھی جو اس کے قلب کے سوتوں کو بیدار کر کے اسکو اس دنیا کی اصلاح کے لئے تیار کرتی تھی۔ اور یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے کنفیوشس نے اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں اور اس لئے اس کے فلسفہ اخلاق میں اس فن کی خاص اہمیت ہے۔

مسلم تاریخ میں بھی صوفیا جیسے امیر خسرو اس فن کے زبردست ماہر تھے۔ قوالی وغیرہ کی شکل میں موسیقی سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ مگر خشک ذہن ملا اس کے خلاف ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنفیوشس کی پیدائش کے وقت چین پر چوخاندان حکومت تھی۔ مرکز کی کمزوری کے باعث ملک مختلف نیم خودمختار ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر ریاست دوسری ریاست سے برسر پیکار رہتی تھی۔ مسلسل اور متواتر جنگوں سے سارے ملک کی معاشی حالت ابتر تھی۔ امراء عیاشیوں اور ریشہ دوانیوں میں مبتلا تھے۔ جاگیرداری نظام عوام کو ظلم اور استحصال کے دو پاٹوں میں کچل رہا تھا۔ قدیم روایات اور اخلاقی اقدار اپنی قسمت کھو چکے تھے۔ لوگوں کے سامنے نہ کوئی نظریات تھے اور نہ کوئی اصول جس کی روشنی میں وہ اپنی تباہ شدہ حالت کو درست کر سکتے۔ ایسے بدترین حالات میں کنفیوشس نے اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور قوم میں زندگی پیدا کرنے کے لئے چند اخلاقی اصول وضع کئے اور قدیم روایات اور عقائد کا ذخیرہ از سر نو مرتب کیا۔ اس کی اصلاحی تحریک کا یہ نمایاں پہلو تھا کہ اس نے اپنی تمام تر تعلیم کی بنیاد ان تمام اخلاقی اصولوں پر رکھی جو چاؤ خاندان کے ابتدائی چند بادشاہوں نے وضع کئے تھے اور جن کی روشنی میں انہوں نے ملک کو ایک مستحکم نظام حکومت اور اقتصادی اور معاشرتی خوشحالی بخشی تھی۔ اسی سبب کنفیوشس کہا کرتا تھا کہ میری تعلیم کوئی نئی نہیں اور نہ مجھے کوئی نیا نظام اخلاق پیش کرنے کا دعویٰ ہے۔ مگر یہ بات بھی درست ہے کہ پرانے خیالات اور نظام کو من وعن شکل میں پیش نہیں کیا جا سکتا بلکہ انہیں نئے لباس میں جو زمانے کے حالات اور ذہنی مزاج کے مطابق ہوں پیش کیا جائے۔ تب تک کسی حرکت اور اصلاح کی توقع نہیں ہو سکتی۔ یہ کارنامہ ''پرانی شراب کو نئی بوتلوں میں پیش کرنا'' کنفیوشس کی ساری زندگی کا نچوڑ تھا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کئی قدیم تہذیبیں اور قومیں محض ایسی عظیم الشان شخصیتوں کے نہ پیدا ہونے سے صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ وہ بنیادی اور ازلی حقیقتوں کو زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق پیش نہ کر سکیں۔ کنفیوشس کے نزدیک قدما کی تعلیمات اتنی جامع' ہمہ گیر اور اہم ہیں کہ وہ ان کے مطالعہ سے کبھی نہیں تھکتا۔ روحانی دولت کا ان مٹ خزانہ ان میں موجود ہے اور سوائے شاذ حالتوں کے اس نے کبھی جدید نظریات یا تصورات کو پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔

کنفیوشس کی زندگی کا پہلا دور ۵۳۰ قبل مسیح میں ختم ہو جاتا ہے جب اس کی جسمانی اور روحانی قوتوں کی شہرت سن کر ریاست لو کے حکمران نے اس کو اناج کے ذخیروں اور سرکاری زمینوں کا محافظ مقرر کیا۔ اس نے اپنا فرض اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ حکمران سے لے کر عوام تک سبھی اس سے خوش تھے۔ کنفیوشس کی زندگی کا عملی تجربہ تھا جس میں اس نے اپنے اخلاقی اصولوں پر عمل کر کے لوگوں پر ان کی حقانیت اور افادیت واضح کر دی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی زندگی کا دوسرا دور (۵۳۰ سے ۵۰۱ ق۔م) پہلے دور سے مختلف تھا۔ اب اس نے عملی زندگی کو ترک کر کے اپنے اصولوں کی تبلیغ شروع کی۔ چند ہی دنوں میں اس کے گرد اس کے شاگردوں اور ہمدردوں کا ایک وسیع حلقہ جمع ہو گیا۔ ارسطو کی طرح کنفیوشس بھی چلتے پھرتے ہر حالت اور ہر وقت اصولوں کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ اس کے حلقہ میں شامل ہونے کے لئے کسی شرط کو تسلیم کرنا ضروری نہیں تھا۔ خود اس نے کہا تھا کہ میرا تعلق کسی فرد اور گروہ سے نہیں، میری نظر میں مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے تمام لوگ یکساں ہیں۔

کنفیوشس کے ذہن میں ایک مکمل ریاست کا تصور تھا' جسے وہ چاہتا تھا کہ کوئی ریاست اپنا کر عملی جامہ پہنا دے۔ وہ ہر ریاست میں گیا مگر کسی نے اسے قبول نہ کیا یہاں تک کہ ریاست لو جو اس کی بڑی مداح تھی اس نے بھی اسے نہ اپنایا۔

اس نے اس ناکامی کے بعد ایک مدرسہ قائم کر لیا اور وہ مدرس کی حیثیت سے بہت کامیاب رہا۔ لوگ اس کی استقامت' ایمانداری اور بالخصوص خوشگوار شخصیت اور بطور مصلح اس کی لگن سے متاثر ہوئے۔ تین ہزار افراد اس کی زیر نگرانی مطالعہ کرتے آئے اور ستر سے زائد خاصے مشہور دانشور بنے۔ اس کے پیروکاروں نے نسل در نسل سارے ملک میں اس کے خیالات کی اشاعت کی۔ بالآخر دوسری صدی عیسوی کے ہان (Han) دور میں اس کے خیالات کو قومی نظریہ کے طور پر قبولیت ہوئی اور اسے بطور آخری حکیم یا ''استاذ'' حیثیت دی گئی۔ اس کے فلسفیانہ خیالات صرف روایتی طور پر چینیوں کو ہی نہیں بلکہ دیگر ایشیائی ممالک جیسے جاپان' کوریا' اور سنگاپور وغیرہ میں بھی پڑھائے جانے لگے۔

کنفیوشس کے فلسفہ میں کلیدی نظریہ وہ ہے جسے چینی زبان میں Ren یا Jen کہتے ہیں۔ جب فان چی (Fan ch.ih) سے Ren کے معنی دریافت کئے گئے تو اس نے کہا کہ ''انسان سے محبت۔'' یہ محبت رومانوی معنوں میں نہیں بلکہ خدا سے محبت اور خدا کے بندوں سے محبت ہے۔ کنفیوشس کے فلسفہ میں کئی دیگر بنیادی تصورات کا ذکر بھی موجود ہے جیسے فرزندانہ سعادت مندی (Hsi Ao Zhong)' والدین کے لئے تربیت یافتہ احساسات، برادرانہ محبت یا عزت (Ti) Di اپنے ساتھیوں کے لئے تربیت یافتہ احساسات' فرمانبرداری Zhong (Chung)' اپنے سے بدتر لوگوں' حکمرانوں' شہنشاہوں' آجروں یا وطن کے لئے تربیت یافتہ احساسات (Li)' رسوم و رواج اور آداب' معاشرتی رویے جن کے ذریعہ کوئی شخص اپنے تربیت یافتہ احساسات کا اظہار کرتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

Yi =راستبازی یا موزوں کردار' تربیت یافتہ احساسات کو صحیح وقت اور صحیح مقام پر ظاہر کرنے کی عادت۔

اعلیٰ یا کامل شخصیت Junzi (Chun-Izu) جس میں تربیت یافتہ احساسات ترقی کی اعلیٰ سے اعلیٰ منازل تک پہنچے ہوں۔

جدید چین میں ایک ممتاز فلسفی پروفیسر لیا نگ سومنگ (Liang Sou-Ming) اپنی شاہکار کتاب ''مشرقی و مغربی تہذیبیں اور ان کے فلسفے'' میں Ren کی تعریف ''وجدان'' کرتا ہے۔ Ren بطور وجدان ایک قسم کی اخلاقی بصیرت ہے جو زندگی کے منظر کی ایک قابل بھروسہ قدر و سچائی مہیا کرنے والی اخلاقی تربیت اور تجربہ حیات کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ وجدان Li پر عمل کرنے' حصول علم اور Yi کے مفہوم کی نشو ونما کے ذریعہ تربیت یافتہ ہوتا ہے۔

Ren کے ذریعہ تنظیم یافتہ کردار ضابطہ اخلاق میں مثالی اور تعلیم و تربیت مقصد ہے مگر یہ مقصد کیسے حاصل ہو؟ کنفیوشس نے بتایا کہ Ren کی آگہی تک لے جانے والا قابل تفسیر عمل Li پر عمل کرنا ہے۔ Li کا ترجمہ رسوم و رواج' معاشرتی آداب' اجتماعی روایات' انکسار' اچھے انداز و اطوار' نرم خوئی وغیرہ کیا جاتا ہے۔ اپنے وسیع تر مفہوم میں اصطلاح تمام اخلاقی ضوابط اور سماجی روایتوں پر مشتمل ہے۔ دراصل Li ایک ہدایاتی اور انضباتی وظیفے کی حامل ہے جسے بزرگ لوگوں کو تربیت دینے اور معاشرتی نظم برقرار رکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

Li کا حتمی مقصد اگر ایک معاشرتی و اخلاقی تنظیم کرنا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ Li اخلاقی ضابطوں اور معاشرتی روایات کے لئے ایک اصطلاح ہے؟ اس لئے Li پر عمل محض انفرادیت نہیں ہے۔ کنفیوشس نے کہا ہے کہ ''خود کو قائم رکھنے کے لئے دوسروں کو قائم رکھنا پڑتا ہے۔'' کنفیوشس کے خیال میں مکمل طور پر تربیت یافتہ فرد بننے کے لئے آپ کو معاشرہ میں لین دین کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یعنی انفرادیت اور معاشریت (سوشلائیزیشن) ایک عمل کے دو پہلو ہیں۔ چنانچہ Li پر عمل کرنا Ren کی آگہی پانے کی راہ ہے۔ Li اور Ren ذرائع اور مقاصد کا ایک مضبوط تعلق بناتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ فردیت معاشرہ کے علاوہ کوئی شے نہیں۔ فرد کی اخلاقی تکمیل معاشرہ میں ہی ہوتی ہے۔ یعنی کنفیوشس تکمیل ذات کے لئے رہبانیت کو تسلیم نہیں کرتا اور یہی مصلحانہ نظریہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ Li جامد اصولوں کا مجموعہ نہیں بلکہ کنفیوشس نے Li کو وقت بہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت اور حالت بہ حالت متغیر بتایا ہے۔

چونکہ تمام تعلقات اور مواقع کے لئے صرف ایک ہی Li موجود نہیں اس لئے Li اپنانے میں ایک اعلیٰ اصول کارفرما ہوگا اور یہ اصول Yi کہلاتا ہے جس کا ترجمہ راستبازی یا موزوں کردار کیا گیا ہے۔ اعلیٰ شخص Yi سے ادراک پذیر اور باشعور ہوتا ہے جب کہ گھٹیا شخص مفادات کے حصول کی گرفت میں ہوتا ہے۔ لہٰذا Yi اصول عقلیت یا اخلاقی استدلال کا اصول ہے۔ Yi اخلاقی اعتبار سے فائدے یا منافع سے افضل ہے یعنی ہر وہ کام جو منافع یا فائدہ حاصل کرنے کے لئے کیا جائے وہ Yi نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں Yi ایک بے لوث عمل ہے۔ گیتا نے ایسے عمل کے لئے ''نشکا ماکرما'' کا نام دیا ہے۔ Li کے حصول کے لئے Yi پر عمل لازمی ہے۔

کنفیوشس کا سب سے اہم موضوع:

کنفیوشس کی تعلیمات میں سب سے اہم موضوع حکومت کرنا ہے۔ اس کے نزدیک عام بادشاہ یا حکیم جو غیر ضروری پیچیدہ پابند کرنے والے قوانین یا ضابطوں کے ساتھ ملک پر حکمرانی کرتا ہے جبکہ صحیح بادشاہ یا حکمران قانون اور قوت کی بجائے اخلاقیات کی مدد سے حکومت کرتا ہے۔ جیسے کہ وہ قطبی ستارہ ہو جو اپنے مقام پر پڑا اور دیگر ستاروں میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ مثال بڑی اہم ہے اس سے دو نکات سامنے آتے ہیں۔ (۱) دانا یا صاحب حکمت (حکیم) قانون اور خوف کی بجائے اخلاقیات کی مدد سے حکومت کرتا ہے۔ (۲) حکمران خود کو مثالی نمونہ بنا کر اپنے مقام پر قائم رہ کر اور رعایا کے لئے قابل تقلید بن کر حکومت کرتا ہے۔ اب اہم سوالات یہ ہیں۔ پہلا: اخلاقیات کے ساتھ حکومت کرنے کا مطلب کیا ہے؟ دوسرا: مثالی نمونہ بن کر حکومت کرنا کیسے ممکن ہے؟

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کنفیوشسی اخلاقیات کا ضابطہ اخلاق Ren ہے جس کا بنیادی مطلب لوگوں سے محبت کرنا ہے۔ چنانچہ Ren کی سیاست کنفیوشس کے نظریہ حکومت کا دل ہے۔ غیر متشدد حکومت میں سزائے موت بہت کم ہوتی ہے۔ ایک شخص نے کنفیوشس سے پوچھا کہ کیا برے لوگوں کو قتل کرنا جائز ہوگا تو اس نے جواب دیا کہ ''تمہاری حکومت میں سزائے موت کی ضرورت ہی کیوں ہے؟ اگر تم اپنا ذہن اخلاقیات کی جانب کر دو تو تمہارے لوگ بھی اخلاقی ہو جائیں گے۔ حکمران کا کردار ہوا کی مانند ہوتا ہے اور لوگوں کا کردار گھاس کی مانند، ہوا چلنے پر گھاس جھک جاتی ہے۔''

اس اقتباس سے دو نکات ابھرتے ہیں۔ پہلا یہ کہ Ren کی حکومت غلط کار لوگوں کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت سزاؤں پر اصرار نہیں کرتی۔ دوسرے یہ کہ ہوا اور گھاس کی مثال سمجھاتی ہے کہ لوگوں کے لئے اخلاقی مثال بن کر کام کرنے والا حکمران اس سے زیادہ موثر ہوگا جو سخت قوانین نافذ کر کے حکومت کرتا ہے۔ یعنی کنفیوشس کے مطابق حکومت کا درست طریقہ قانون سازی اور نفاذ قانون نہیں بلکہ لوگوں کی اخلاقی تربیت کی نگرانی کر کے حکومت کرنا ہے۔

کنفیوشس کے نزدیک اخلاقی تربیت کا عمل گھر سے شروع ہونا چاہیے یعنی فرزندانہ سعادت مندی اور برادرانہ محبت کے ساتھ۔ کنفیوشس نے Li پر عمل پیرا ہونے پر زور دینے کے علاوہ موسیقی اور ادب کو بھی اخلاقی تربیت میں مددگار بنایا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگ اگر حکمران کی قائم کردہ مثال کو نظر انداز کر دیں اور Li کی حدود سے تجاوز کر جائیں (جیسا کہ تاریخ میں عام طور پر ہوتا رہا ہے اور آج بھی ہے) تو پھر کیا کیا جائے۔ کنفیوشس نے اس کا علاج ثانوی انتخاب تجویز کیا ہے یعنی (Zhengming Chengming) جس کا لفظی ترجمہ ''ناموں کی اصلاح'' کیا گیا ہے۔ مثلاً موسیقی کو لیں۔ شادی بیاہ کی موسیقی کو جنازے پر استعمال کرنا بے ہودگی ہوگی۔ یا کسی جاگیردار کا ایسی موسیقی کو اپنانا غلط ہے جو کسی شہنشاہ کے محل کے لئے ترتیب دی گئی ہو۔ وسیع تر مفہوم میں اس کا معنی نہ صرف چیزوں کو ان کے ''ناموں'' کے مطابق ترتیب میں رکھنے کا عمل ہے (یعنی ان کی فطرت کے مطابق) بلکہ کسی بھی قسم کے انفرادی طرز عمل اور رسمی دستور العمل میں عقلیت کا نفاذ کرنا بھی ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان کو ایسے فرائض ادا نہیں کرنے چاہئیں یا ایسے حقوق کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے جو اس کے نہیں۔ کنفیوشس نے وضاحت کی کہ جب تک کوئی شخص حکومت میں کسی عہدے پر نہ ہو تو وہ حکومتی نظام میں دخل دینے کا حقدار نہیں۔ ایسے ہی جب Chi کے ڈیوک نے کنفیوشس سے حکمرانی کے متعلق دریافت کیا تو کنفیوشس نے جواب دیا کہ آقا کو آقا' وزیر کو وزیر' باپ کو باپ اور بیٹے کو بیٹا ہی رہنے دو۔

زنگ منگ صرف غیر منظم اور مثالی حکومت کے فقدان میں کام دیتا ہے۔ کنفیوشس نے کہا کہ اگر معاشرہ بے نظم نہ ہوتا تو میں اس کی اصلاح کرنے کی مشکل میں نہ پڑتا۔ یہ انتہائی مخلصانہ اعتراف ہے۔

مثالی حکومت کیا ہے؟

کنفیوشس کے خیال میں Wuw ei یعنی غیر سرگرمی کی حکومت مثالی ہے۔ لیکن غیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرگرم ہونے کا معنی کیا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ حکومت غیر سرگرم ہو؟ جواب یہ ہے کہ اخلاقی تربیت کے ٹھوس بنیادی کام کے ذریعہ یہ ممکن ہے۔ اخلاقیات کی زمین تیار کئے بغیر چاہے کوئی حکومت نقائص دور کرنے کے لئے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے تشدد اور بدنظمی موجود رہے گی۔ کنفیوشس نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے۔

''اگر تم سیاسی قوت کے ساتھ لوگوں کی قیادت اور قانون وسزا کے ساتھ انہیں پابند رکھو گے تو وہ قانون کی خلاف ورزی کرنے سے گریز تو کریں گے مگر ان میں کوئی اساس شرف وشرم نہ ہو گا۔ اگر تم ان کی قیادت اخلاقیات کے ساتھ اور رہنمائی Li کے ساتھ کرو گے تو ان میں احساس شرف وشرم پیدا ہوگا اور وہ خود بخود نیکی کے کام کریں گے''۔

یہ انسانی دل اور انسان کی اخلاقی فطرت کو اپیل کرنے کا نظریہ بھی ہے۔ جب افراد Ren (فضائل اخلاق) میں مکمل ترقی کر چکے ہوں گے تو مثالی معاشرہ، جرائم تشدد اور بے چینیوں سے پاک معاشرہ خود بخود قائم ہو جائے گا۔ عظیم کتاب کہتی ہے کہ ''جب ذاتی زندگی تربیت یافتہ ہوگی تو خاندان نظم وضبط میں آجائے گا۔ جب خاندان نظم وضبط میں آئے گا تو ریاست منظم ہوگی اور جب ریاست منظم ہوگی تو دنیا بھر میں امن ہی امن ہوگا۔''

یہ اقتباس کنفیوشس کے سیاسی فلسفہ میں ایک اہم نقطہ پیش کرتا ہے کہ خود آگہی امن کی جانب ایک قدم ہے۔ پرامن دنیا ہی کنفیوشس مت کا حتمی مقصد ہے۔ شہنشاہوں کے تمام عرصہ میں زیادہ تر وقت جنگیں جاری رہنے کے باوجود یہ چینی ثقافتی روایت کا لاجواب تصور بھی ہے۔

کنفیوشس کی تعلیمات پر مزید روشنی:

کنفیوشس کے نظام اخلاق میں پانچ عقائد نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

ا۔ انسانی ہمدردی: تمام معاملات میں خواہ خاندانی ہوں یا معاشرتی دائرہ میں ہوں انسانی برادری کا تصور بنیادی محرک کے طور پر رکھنا ضروری ہے۔ ''تمام دنیا کے انسان بھائی بھائی ہیں''، کنفیوشس نے مختلف موقعوں پر اس اصول کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان وہ ہے جو سب سے محبت کرے۔ احسان وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ وہ دوسروں سے اپنے لئے توقع رکھتا ہے۔ اس اصول کا دارومدار ماں باپ کی فرمانبرداری اور سلوک پر ہے۔ اگر ملک کے حکمرانوں میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ خود بخود عام لوگوں کی پرورش کریں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ انصاف اور احساس فرض: اگر کوئی شخص اپنے ملک کی خدمت کے جذبہ سے محروم ہو تو وہ انسانیت کے درجہ سے گرا ہوا ہے۔ حکمرانوں کا فرض ہے کہ اگر وہ عوام پر ان کی استطاعت کے مطابق بوجھ ڈالیں گے تو وہ خوشی سے ان کی اطاعت کریں گے۔ ورنہ اوپر کے طبقے اپنی طاقت کے بل پر بغاوت کریں گے اور عوام ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کریں گے۔ بغیر نیکی کے دولت اور عزت بے کار چیزیں ہیں۔

۳۔ حکمت و دانائی: کنفیوشس کے نزدیک محض جسمانی صفائی اور لباس کی آرائش دل کی پاکیزگی کے بغیر بے کار چیز ہے۔ اگر کوئی شخص انسانی ہمدردی سے معرا ہو تو اس کی تمام نیک صفات رزائل میں بدل جاتی ہیں۔ اس کی احتیاط بزدلی' اس کی جرأت نافرمانی اور اس کی صاف گوئی ترش روشی میں بدل جائے گی۔ ادب کے بغیر انسانی سیرت بے کار ہے اور علم بھی ہو تو وہ انسان گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ علم: سب سے اہم علم انسانوں کے متعلق علم ہے۔ بچپن سے لے کر موت تک ہم مختلف انسانی افراد سے تعلقات رکھتے ہیں۔ اس لئے ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لئے اس علم کی ضرورت ہے۔ کامیاب زندگی کا معیار کنفیوشس کے نزدیک خاندان، حاکم و محکوم' معاشرے کے افراد جو کسی نہ کسی حیثیت سے ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ یہ سب اپنے اپنے حقوق و فرائض سے پوری طرح واقف ہوں اور ان کو پوری طرح ادا کرتے رہیں۔

کنفیوشس نے کہا ہے کہ جس طرح ایک مچھلی سمندر کی تہہ میں جا بیٹھتی ہے اسی طرح ایک نیک آدمی اپنے قلب کی گہرائیوں میں اتر کر اپنا محاسبہ کرتا ہے اور اس محاسبہ کے بعد اگر اسے کوئی چیز نظر نہیں آتی جو اس نے رضائے خدا کے خلاف کی ہو تو پھر اس کو خوف و ڈر کس بات کا ہو؟ وہ کھانا کھاتا ہے تو بھوک کی خاطر نہیں۔ وہ گھر بناتا ہے تو آرام کے لئے نہیں۔ اس کا ہر فعل خدا کی رضا جوئی کے لئے ہے۔

کنفیوشس کے نزدیک انسان صحیح علم اور غور و فکر کے بغیر نیکی کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے اور علم کی تحصیل اگر اصلاح کے لئے نہ ہو تو بے کار ہے۔ مطالعہ بغیر غور و تدبر کے ایک فعل بے معنی ہے اور اسی طرح فکر و تدبر کے بغیر مطالعہ کرنا ایک خطرناک فعل ہے۔ کنفیوشس نے ایک بار کہا کہ میں نے سات دن بغیر کھانا کھائے گزارے اور ساری رات بغیر سوئے فکر و تدبر میں گزار دی مگر نتیجہ صفر نکلا۔ بہتر راستہ یہ ہے کہ مقدس کتابوں کا مطالعہ کیا جائے اور فکر و تدبر بھی کیا جائے۔ کامیابی کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انحصار ایک پر نہیں بلکہ دونوں پر ہے۔ لیکن علم وفکر کا صحیح فائدہ اس وقت ہوگا جب انسان میں ان کے مطابق عمل کرنے کی قوت وارادہ ہو۔

۵۔ خلوص: کنفیوشس کے نزدیک یہ صفت نیکی کے لئے ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ تو خانگی زندگی میں اور نہ ہی معاشرتی زندگی میں ہم آہنگی اور توازن پیدا ہوسکتا ہے۔ کنفیوشس کے نظام اخلاق میں میانہ روی اور اعتدال پسندی نمایاں حیثیت رکھتی ہے اس میں نہ تو حد سے زیادہ نرم مزاجی اور انکسار موجود ہے اور نہ اس نے دنیا سے رہبانیت کا سبق دیا ہے۔ اس کے نزدیک انسان صحیح اور نیک فطرت پر پیدا ہوا ہے اس لئے نہ اسے اپنے اخلاق میں کسی کفارہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی ابن اللہ کی جو تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھا سکے۔ اس نے ایک دفعہ اپنے متعلق ذکر کیا تھا کہ ''میں صرف ایک انسان ہوں جو علم کی تحقیق میں کھانا بھی بھول جاتا ہے اور جو کامیابی کی خوشی میں اپنے غم کو فراموش کر دیتا ہے۔''

کنفیوشس نے اگرچہ مشرکانہ رسوم کی پیروی نہ کی اور نہ ان کی تعلیم دی مگر حیات بعد الموت اور جزا وسزا کے صحیح تصور کے بغیر غلط طریقوں کا رواج پانا ایک یقینی امر ہے۔ اسی سبب چین میں کنفیوشس کے نظام اخلاق کے ساتھ بدھ مت کی کامیابی اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ کنفیوشس کی کوشش پوری طرح انسان کی روحانی مقتضیات کو پورا نہیں کرتی۔

لاوزے سے ملاقات:

لاؤزے ایک صوفی فلسفی تھا جو رہبانیت کا دلدادہ تھا۔ اس کے نزدیک کنفیوشس کی عملی زندگی بدترین قسم کی دنیا داری تھی جس میں روحانیت کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ اس کے نزدیک صحیح روحانیت تو یہ ہے کہ انسان دنیا سے قطع تعلق کر سکے اور جو تمام انسانوں کی قسمت اور مصائب سے بالاتر ہو کر ہی ہوسکتی تھی۔ ان انسانوں کی ملاقات دراصل دو نظریات کا تقابل ہے۔

لاؤزے نے کنفیوشس کی جدوجہد کا مذاق اڑایا اور کہا کہ وہ جن امور کی اصلاح کر رہا ہے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے۔ صحیح انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا سے الگ ہو جائے کیونکہ دنیوی معاملات اسے روحانیت سے محروم کر دیتے ہیں۔ قدیم حکما کے اقوال و تعلیم موجودہ وقت میں ختم ہو چکے ہیں۔ کنفیوشس نے جواب دیا کہ میں تیس برس سے اس کوشش میں ہوں کہ اپنی قوم کو نجات کا راستہ دکھا سکوں لیکن ابھی تک کامیاب نہیں ہوا۔ کنفیوشس اس ناکامی سے دل برداشتہ نہیں ہوا۔ اس کے نزدیک لاؤزے کے نظریات زندگی سے فرار اور ملک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بے وفائی ہے۔

دراصل یہ فرق ایک مصلح اور صوفی کا ہے۔ مصلح معاشرے کی درستی واصلاح کے لئے مصائب برداشت کرتا ہے اور صوفی معاشرہ کی ذمہ داریوں سے نکل کر تنہائی میں خدا کی یاد کرتا ہے۔

کنفیوشس نے سفر کے دوران دیکھا کہ ایک گاؤں کے لوگ فصل کاٹنے کے بعد خوشی منا رہے ہیں۔ کنفیوشس ان کو ناچتے گاتے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ لیکن چند افراد کو زندگی کا یہ دلچسپ پہلو پسند نہ آیا اور کہا کہ بہتر تھا کہ یہ لوگ خدا کا شکر ادا کرتے اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے۔ کنفیوشس نے ان سے کہا کہ ''تم غلطی پر ہو کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ان لوگوں کے عمل میں شکر یہ اور عبادت دونوں شامل ہیں اگرچہ ان کی شکل رسمی نہیں۔ ان بے چاروں کی زندگی بے انتہا مصیبتوں اور پریشانیوں کی زندگی ہے۔ اور یقیناً ان کو اس ناچ گانے کا پورا حق حاصل ہے۔'' یہ خالص عوامی اور انسانی نقطہ نگاہ تھا جو صرف عظیم مصلح ہی کے ذہن میں آسکتا ہے متعصب اور تنگ نظر انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کنفیوشس کے نزدیک کائنات بے مقصد نہیں ہے اور اس سے انسانی نصب العین فرار نہیں ہے۔ اس کے نزدیک انسان کا وجود اور معاشرے کی تشکیل فطری امور ہیں جن کی تہ میں ارادہ کام کر رہا ہے۔

سفر کے دوران ایک اور واقعہ پیش آیا کہ اس نے چند آدمیوں کو شکار کرتے دیکھا تو سفر ترک کر کے ان شکاریوں میں جا ملا اور شکار کرنے لگا۔ اس کے شاگردوں نے احتجاج کیا، ان کے خیال میں ایک مصلح یا حکیم کے لئے ایسا مشغلہ اس کی شان کے خلاف ہے۔ اخلاق کا یہ راہبانہ نظریہ ہے جس میں دنیا اور دنیا کے کاموں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ عام طور پر یہ بلند ترین نظریہ تصور کیا جاتا ہے۔ آج بھی اس نظریہ کے حامی ہر ملک میں پائے جاتے ہیں۔

لیکن کنفیوشس نہ راہب تھا نہ اس طرح کے نظری اخلاق کا علمبردار تھا۔ اس کے نزدیک انسانی زندگی اور اس کے مسائل' دنیا اور اس کے مصائب وآلام کہیں زیادہ اہم اور قابل توجہ تھے۔ اس نے اپنے شاگردوں کو جواب دیا کہ دنیا کا ہر فعل اور ہر عمل ایک حکیم اور مفکر کے دائرہ ذوق وعمل میں شامل ہے۔ کیا شکار کے لئے یہ دوڑ دھوپ زندگی کی نشانی نہیں؟ شکار کرنا انسان کی ابتدائی زندگی میں خوراک حاصل کرنے اور اپنے کھیتوں اور گھروں کو جنگل کے جانوروں سے بچانے کا ذریعہ بھی تھا۔ کنفیوشس کے عہد میں انسانوں کی اکثریت زراعت پیشہ تھی اور کھیت اور گھر آج کی طرح محفوظ نہیں تھے۔ اس لئے شکار کھیلنا اور ہر وقت چاق و چوبند رہنا ایک قوی ضرورت تھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مسئلہ کے اس پہلو پر زور دینے کے لئے کنفیوشس نے یہ قدم اٹھایا تھا۔

اسی سفر کے دوران ایک عورت کو ایک قبر پر بیٹھے روتے چیختے دیکھا۔ یہ معلوم ہوا کہ اس کے خاوند، بھائی اور خاوند کے بھائی کو شیروں نے مار ڈالا۔ کنفیوشس نے اس سے کہا تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔ اس نے کہا کہ یہاں شیر تو آتا ہے یہاں کوئی جابر اور ظالم حکمران نہیں ہے۔ اس پر کنفیوشس نے کہا کہ عوام کی نظروں میں ایک ظالم و جابر حکمران شیروں سے زیادہ خطرناک ہے۔

اشتراکی معاشرہ کی تشکیل:

ریاست لو کے حالات جب بہت خراب ہو گئے تو کنفیوشس کو بلایا گیا اور اسے پہلے مجسٹریٹ پھر وزیر زراعت مقرر کر دیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں کی حالت سدھرنے لگی۔ اس نے عوام کی حالت کی طرف بہت توجہ دی اور حکم دے دیا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ عورتوں اور مردوں کا بازار میں اکٹھے پھرنا منع کر دیا۔ اس طرح چوری اور دوسرے جرائم ناپید ہو گئے۔ قبروں کے لئے بیکار اور بنجر زمین علیحدہ کر دی گئی تا کہ قابل زراعت زمین ضائع نہ ہو۔ حکم دیا کہ قبرستان میں قبروں پر عالی شان عمارتیں نہ بنائی جائیں اور نہ جنگلے اور دیواریں کھڑی کی جائیں۔

منیشس (حکیم منگ) کا عہد:

مینشس جو کنفیوشس کا مشہور شاگرد ہے، اس کی وفات کے ۱۸۰ برس بعد پیدا ہوا۔ اس کا چینی نام منگ یعنی حکیم منگ تھا۔ تین برس کی عمر میں باپ کا انتقال ہو گیا اس لئے انتہائی غربت میں اس کی پرورش ہوئی۔ مینشس کی والدہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ سیرت و کردار کی عورت تھی جس کی تربیت کی وجہ سے وہ بہت جلد ملک کے عظیم مفکروں اور راہنماؤں میں شمار ہونے لگا۔

جب وہ جوان ہوا تو چین کے حالات بہت زیادہ بگڑ چکے تھے۔ خانہ جنگی نے بے چینی اور مالی بحران پیدا کر دیا تھا۔ کسی شخص کی زندگی محفوظ نہیں تھی۔ امیر غریبوں کا خون چوس رہے تھے۔ غریب فاقوں سے نڈھال تھے۔ منیشس نے کنفیوشس کے مشہور شاگردوں سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ اس نے کنفیوشس کے اصول کی ترویج کرنے میں کامیابی تصور کی۔ لیکن کنفیوشس کی تعلیم مدت ہوئی غائب ہو چکی تھی۔ اس کام کو اس نے اپنے ذمہ لیا۔ ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ

"دانا حکمران اب پیدا نہیں ہوتے۔ ریاستوں اور حکومتوں کے والی اپنی خواہشات کے بندے ہیں۔ علماء بے معنی اور لغو مباحث میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔" خود غرضی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ

''ان کے باورچی خانے چائے گوشت سے بھرے ہوتے ہیں ان کے اصطبل بڑے گھوڑوں سے بھرپور ہیں۔لیکن عوام فاقہ کشی میں مبتلا ہیں اور شہروں سے باہر ہر جگہ مرے ہوئے انسانوں کی لاشیں نظر آتی ہیں۔اگر ان جاہل عالموں کے نظریات کا خاتمہ نہ کیا گیا اور ان کی جگہ کنفیوشس کے نظام اخلاق کو زندہ نہ کیا گیا تو حقیقی محبت اور نیکی کا رواج کبھی نہ ہوگا۔''

منیشس نے کنفیوشس والا طریقہ اور لائحہ عمل اختیار کیا۔لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہم عصر اس سے مطمئن نہ تھے۔یہ تمام اعتراضات نیکی اور پرہیز گاری کا نتیجہ تھے۔نیکی کا رہبانی تصور جو معاشرہ کی بجائے فرد تک محدود ہے سرتاپا انکار حیات پر مبنی ہے۔اس نظریہ کے خلاف کنفیوشس نے زبردست احتجاج کیا تھا۔منیشس اور کنفیوشس کے نزدیک نیکی اور پرہیز گاری کا تقاضا یہی تھا کہ وہ اپنی قوم کے تمام افراد کو اس نصیحت سے سرفراز ہونے کا موقع دیں۔

اس زمانے میں جب کہ عوامی حکومت کا تصور بھی نہیں تھا لوگوں کی نظروں میں بادشاہ کی ذات ہی واجب الاحترام تھی۔منیشس نے اعلان کر دیا کہ معاشرے میں سب سے اعلیٰ اور قابل احترام درجہ عوام کو حاصل ہے جن کے آرام و آسائش کی خاطر ریاست اور سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر بادشاہ یا والی ان مقاصد کو پورا کرنے سے قاصر ہو تو ان کو تخت سے ہٹا دینا ایک لازمی امر ہے۔بلکہ اگر ایسے بادشاہ یا حکمران کو قتل کر دیا جائے تو یہ قتل جائز ہے۔یہ قتل ایسا ہی ہے جیسے کسی چور یا ڈاکو کو قتل کر دیا جائے۔اس معاملہ میں منیشس کا یہ عمل کنفیوشس سے مختلف تھا۔کیونکہ کنفیوشس کے نزدیک ایسے بادشاہ یا حکمران کے لئے سوائے پند و نصائح کے اور کوئی حل نہیں تھا۔

ایک والی ریاست نے منیشس سے کہا کہ حالات خراب ہیں ان کی اصلاح کیسے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ''میرے خیال میں ہر شخص کے پاس کم از کم پانچ ایکڑ زمین ہو جس میں شہتوت کے درخت لگا سکے۔تاکہ بڑے بوڑھوں کو ریشمی کپڑا میسر آ سکے۔اس طرح وہ پالتو جانور بھی رکھ سکیں اور غریبوں کو گوشت کھانا نصیب ہوا۔اگر اس طرح کا نظام قائم ہو جائے تو آٹھ افراد کے خاندان کا عمدہ گزارا ہو سکے گا مدرسوں میں تعلیم کا نظام ایسا ہونا چاہیے کہ ہر شخص اس سے استفادہ کر سکے۔بچوں کو اپنے والدین کی خدمت ذہن نشین ہونی چاہیے۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آج کی طرح ہم بوڑھوں کو شہر کو سڑکوں پر بوجھ لادے ہوئے اور مختلف قسم کی سخت مشقت کرتے ہوئے نہ پائیں گے۔یہی ایک راستہ ہے جس سے شہر اور ملک اور عوام کی خدمت ہو سکتی ہے۔اور یہی صحیح دینی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی کام ہے۔"

☆.....☆.....☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitabbSunnat.com

سقراط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سقراط

سقراط ایتھنز کے ایک محلے ایلو میں ۴۶۹ ق۔م میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ مجسمہ ساز یا سنگ تراش تھا اور ماں دایہ تھی۔ پہلی بیوی جو ایک اعلیٰ خاندان کی تھی طاعون سے مر گئی پھر پچاس برس کی عمر میں زین تھپی (Xanthippe) سے شادی ہوئی۔ اس سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔

ایتھنز اور سپارٹا (Sparta) میں عموماً چپقلش رہتی تھی۔ چنانچہ ایک جنگ میں جو ۴۳۱ ق م میں ہوئی تھی سقراط نے ایک ہتھیار بند فوجی کی حیثیت سے حصہ لیا تھا۔ اس طویل جنگ میں سقراط نے تین جنگی مہموں میں شرکت کی۔ ان تینوں جنگوں میں سقراط کی بہادری اور شجاعت کا چرچا رہا۔

تلاش حقیقت کا سفر:

نوجوانی میں ہی سقراط کا رجحان ان سوالات کی طرف ہو گیا تھا جن کی لہر آئیونی فلاسفہ کی بدولت پورے یونان میں پھیل چکی تھی۔ سوالات یہ تھے۔

۱۔ کائنات کیوں اور کیسے بنی؟

۲۔ مبداء اول کیا ہے؟

۳۔ اشیاء اس سے کیسے ظہور میں آئی ہیں؟ افلاطون نے سقراط کی ہی زبانی بیان کیا ہے کہ

''جب میں نوجوان تھا تو قدرتی فلسفے کی طرف بری طرح راغب تھا۔ مجھے ہر چیز کی وجہ دریافت کرنے کا بے حد شوق تھا کہ یہ کیسے وجود میں آئی، کیسے فنا ہوئی اور کیوں باقی ہے؟ میں ایسی گتھیاں سلجھانے کے لئے دماغ لڑاتا رہتا تھا۔

لیکن بہت جلد مجھے احساس ہوا کہ میں اس طرح کی تحقیق کے لئے سخت نااہل ہوں۔ چنانچہ میں بہت جلد سائنسی انداز فکر کو چھوڑ کر مذہب کے اس سوال کی طرف آ گیا کہ کائنات وجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تو آ گئی لیکن اسے کس نے وجود بخشا ہے اور کیوں وجود میں لائی گئی ہے۔"

میں نے ایک دفعہ کسی کو انکساغورث کی کتاب پڑھتے سنا کہ کیسے ایک عقل کل نے ساری کائنات کو ترتیب دیا ہے اور اس شوق سے میں نے اس کی ساری کتابیں پڑھ ڈالیں۔ سقراط انکساغورث کے علاوہ دو فلسفیوں پارمینڈیز اور زینو سے بھی متاثر ہوا۔

انکساغورث سے سقراط کو جو عقیدت پیدا ہو گئی تھی اس کا اثر بہت زائل جلد ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انکساغورث بحث تو مذہب کے سوال سے شروع کرتا ہے کہ کیوں (Why) کائنات بنی؟ مگر اس کا جواب سائنس کے سوال کیسے (How) سے دیتا۔ وہ کہتا کہ ایک عقل کل ہے۔ مگر جب کائنات پر غور کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ایتھر' ہوا اور پانی ہی تشکیل کائنات کی اصل علتیں ہیں۔ سقراط کا اعتراض تھا کہ ایتھر' ہوا وغیرہ کی علتیں تو ثانوی ہیں مگر خدا نہ ہوتا تو یہ علتیں بھی نہ ہوتیں اس لئے کائنات پر تدبر و تفکر جیسی اصل علت (پروردگار) کو چھوڑ کر ثانوی علتوں پر بحث کرتے رہنا صحیح فکر سے فرار ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل سقراط کی اپنی زبانی سنئے۔

"تاہم میرے دوست جب میں نے انکساغورث کی کتابوں کو پڑھا تو اپنی ان بلند توقعات سے دھڑام سے نیچے جا گرا۔ میں نے اسے ایک ایسا شخص پایا جو کہیں بھی عقل کل کو بطور علت استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی اشیا میں جو ترتیب پائی جاتی ہے اس کی وجہ کو متعین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ کہتا ہے کہ علتیں ہوا' پانی' ایتھر اور ایسی ہی بے معنی چیزوں پر مشتمل ہیں۔ وہ مجھے ایک ایسے شخص کی مانند محسوس ہوا جو یہ کہے کہ سقراط جو کچھ کرتا ہے اپنی ذہانت کی وجہ سے کرتا ہے۔ لوگ یہ فرق محسوس نہیں کرتے کہ اصل علت اور شے ہے اور دوسری جس کے بغیر وجہ' وجہ نہیں بن سکتی ایک مختلف چیز ہے عام طور پر لوگ یہی کر رہے ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ' مگر وہ طاقت جس نے ان اشیاء کو باندھ رکھا ہے کہ یہ اپنی ممکنہ بہترین حالت میں قائم ہیں کوئی اس پر غور نہیں کرتا..... لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اس مقصد کے لئے انسانی قوت سے ماوراء ایک برتر طاقت کی ضرورت ہے۔"

جو تنقید سقراط نے انکساغورث پر کی ہے قرآن نے وہی بحث خدا ناشناس سائنس والوں پر کی ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ یہ کائنات اس طرح بنائی گئی کہ اس پر غور و فکر ایک سلیم الفطرت شخص کو لازماً خدا کی معرفت کی طرف لے جاتا ہے۔

جو لوگ اس جوابدہی سے بچنا اور اپنی ذمہ داریوں سے گریز چاہتے ہیں وہ صحیح غور و فکر کو چھوڑ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر محض سائنسی طرز تحقیق کیسے (How) پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ مگر سقراط کے نزدیک یہ چیزیں حقیقی علت نہیں ہیں جیسا کہ سائنس بیان کرتی ہے جب تک کہ حقیقی علت پروردگار عالم کو نہ مانا جائے۔

قرآن نے بار بار ذکر کیا ہے کہ اشیا میں جو ترتیب' توافق اور سازگاری پائی جاتی ہے وہ صاف صاف ایک قادر مطلق کا پتہ دیتی ہے۔

مشاهده کائنات سے اخلاقیات کی طرف:

ایک خدا شناس سائنس دان کا مشاہدہ کائنات اسے کسی اخلاقی تعلیم کی طرف نہیں لے جا سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی طے کر لیتا ہے کہ اسے کسی ایسی ہستی کے وجود کی ضرورت نہیں جس سے آزاد روی یا آزادی فکر پر کوئی قدغن عائد ہوتی ہو۔ مگر ایک سلیم الفطرت شخص جو کسی ذہنی تحفظ کے بغیر کائنات پر غور کرتا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کوئی ہے جس نے یہ کائنات بنائی ہے۔ اس سے یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ یہ عظیم الشان اہتمام بے مقصد یا بے غایت نہیں ہو سکتا۔ فرد اچھے اعمال کے لئے کسی کے آگے جواب دہ ہوگا۔ گویا یہ طرز فکر مشاہدہ کائنات سے اخلاقیات کی طرف لے جاتا ہے۔ لہٰذا سقراط کا غور و فکر اسے انکساغورث اور دیگر سائنسی فلاسفہ کے برعکس اخلاقیات کی طرف لے گیا۔ ایک قدیم مورخ سسرو (Cicero) نے کہا ہے کہ سقراط نے انکساغورث کے شاگرد آرکیلاس سے تعلیم پائی اس سے پہلے کا تمام فلسفہ' اعداد' حرکات اور اس مرجع سے بحث کرتا تھا جس سے تمام اشیاء نکلی ہیں (جیسے مادہ' ایتھر' ہوا وغیرہ) اور جس میں سب فنا ہو جائیں گی۔ ان مفکرین کی تحقیق و جستجو کا محور یہ بات رہی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ستاروں اور دیگر اجرام فلکی کا حجم' ان میں فاصلہ اور ان کے مدار کیا ہیں؟ لیکن سقراط وہ پہلا شخص ہے جو فلسفے کو آسمان سے اتار کر زمین پر لے آیا۔ اس نے شہروں بلکہ گھروں تک میں اسے روشناس کرایا اور زندگی، اخلاقیات' اچھائی' برائی کے بارے میں اسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ سقراط کے عہد میں فلسفہ مادیت کے حامل طبعی فلسفی اور سوفسطائی موجود تھے۔ سقراط نے طبعی فلاسفہ کے متعلق کہا ہے کہ ان کے تمام علوم کا سرمایہ خدا' روح' آخرت اور اخلاقی اقدار سے انکار تھا۔ معاشرتی زندگی کا توازن قائم کرنے کے لئے سقراط کے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ اپنے ہم عصروں کے ذہن میں اس حقیقت کی اہمیت بٹھا دے کہ جب تک ان کی نگاہ میں پاکیزگی' ان کے قلب میں سوز' ان کے جذبات میں تربیت' ان کے دلوں میں روحانی اور اخلاقی اقدار کو قائم کرنے اور ترقی دینے کا ولولہ پیدا نہ ہوگا ان کے تمام علمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارنامے فائدے کی بجائے نقصان کا موجب ہونگے۔ انفس سے ہٹ کر محض آفاق کی طرف توجہ کرنے کا نتیجہ ہمیشہ انسان کے قلب ونظر کے لئے فساد کا باعث ہوا ہے۔ اس کی واضح مثال مغرب اور اس کی علمی ترقی ہے۔

سقراط کا آفاق کو چھوڑ کر انفس کی طرف لوٹنا درحقیقت معاشرتی انقلاب کی طرف پہلا قدم تھا۔

آخرت کا تصور:

سقراط کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے روح انسانی کا بلند تصور پیش کیا جس میں موت کے بعد روح کی بقا کا نظریہ بھی شامل ہے۔ ہم عصر لوگوں کے دلوں میں مادیت اتنی سرایت کر چکی تھی کہ سقراط نے جب اپنے ہم عصروں کو جو طبعی فلاسفہ اور سوفسطائی گروہ کی کثرت سے روح اور حیات بعد الموت کے نظریات فراموش کر چکے تھے کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ یہ شخص اتنا دقیانوسی ہے کہ ہمیں پھر قدیم بے معنی تصورات ونظریات کی طرف لے جا رہا ہے۔ چنانچہ فیڈو میں سقراط کے مندرجہ ذیل الفاظ اس مسئلے پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔ سقراط نے کہا کہ ''میرا خیال ہے کہ ہمارے صوفیا کے اقوال بہت پر معنی ہیں۔ وہ ہمیں مثالوں اور کہانیوں کے ذریعے ہمیشہ سمجھاتے رہے ہیں کہ ہر وہ شخص جو روحانی طور پر پاک وصاف ہوئے بغیر دوسری دنیا میں پہنچے گا وہ دیوتاؤں (ملائکہ اور نیک انسانوں) کی مجلس میں شامل ہونے کی عزت کی بجائے کیچڑ میں پھنسا رہے گا۔''

سقراط نے فیڈو میں دوسری جگہ کہا ہے کہ ''ہم یہ تسلیم کر لیں کہ روح جس کی فطرت اتنی شاندار، خالص اور غیر مرئی ہے جہاں وہ نیک اور حکیم خدا کی معیت میں زندگی بسر کرتی ہے جسم کی موت کے بعد ہوا کے زروں میں تحلیل ہو جاتی ہے اور فوراً ہی ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے۔ نہیں میرے دوستو ایسا نہیں ہے'' قرآن نے بار بار کفار کے اعتراضات کے جواب میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ویقول الانسان سوادامات سوف اخراج حیا. اولا یذکراہ نسان انا خلقته من قبل ولم یک شیا۔

انسان پوچھتا ہے کہ جب وہ مر جائے گا تو وہ ضرور زندہ کر کے نکالا جائے گا تو کیا وہ یاد نہیں کرتا کہ ہم نے پہلے اس کو پیدا کیا تھا حالانکہ یہ کچھ بھی نہ تھا۔ (مریم ۱۹:۶۶)

سقراط کی زندگی کا مقصد اسی نظریہ حیات بعد الموت کی تلقین تھا چنانچہ وہ فیڈو میں کہتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر روح لافانی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی دیکھ بھال کریں۔ نہ صرف اس دنیا کی زندگی کے دوران میں بلکہ آخرت کے لئے بھی۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس فرض سے غفلت اور بے پروائی کا نتیجہ کیا ہے۔ اگر موت سے مراد یہ ہے کہ انسان اس زندگی کے تمام اعمال نیک و بد کے ثمرات سے بالا ہو جاتا ہے تو یہ گویا بد اعمال انسانوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے لیکن چونکہ آخرت کی زندگی یقینی ہے اور انسانی روح موت کے بعد زندہ رہے گی تو ایسی حالت میں نجات و فلاح کا یقینی راستہ بھی ہے کہ وہ حکمت و کمال کی تحصیل کرے۔ کیونکہ اگلی دنیا میں سوائے اپنے اعمال کے روح اور کچھ نہیں لے جاتی۔''

اپالوجی میں سقراط نے اس دنیا کے مشاغل کے مقابل آخرت کے اعمال کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میرے دوست تم ایتھنز کے باشندے ہو اور ایتھنز اپنی حکمت اور علمی کارناموں کے باعث مشہور ہے' کیا تمہیں دولت جمع کرنے، شہرت حاصل کرنے اور عزت پانے کی خواہش سے شرم نہیں آتی؟ کیا تمہارے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ حکمت اور سچائی کے حصول کے لئے تگ و دو کرنا اور اپنی روح کی تکمیل کے لئے سرگرداں ہونا بھی ضروری ہے؟

سقراط کا نظریہ متضاد اور قرآن حکیم:

سقراط نے آخرت کے اثبات کے لئے کائنات میں متضاد اشیاء کو بطور دلیل استعمال کیا ہے۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ تمام متضاد مثلاً کم یا زیادہ کمزور یا مضبوط' بڑا یا چھوٹا' سونا یا جاگنا' زندگی یا موت آپس میں یوں منسلک ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا وجود میں آ رہا ہے۔ جس طرح سونے کے بعد جاگنا' اسی طرح موت کے بعد زندگی ہے۔ اگر متضادیوں ایک دوسرے کی جگہ لینے کے لئے نہ آ رہے ہوتے تو کائنات میں ٹھہراؤ آ جاتا اور بالآخر تمام اشیا فنا سے ہمکنار ہو جاتیں۔ اس سے سقراط یہ ثابت کرتا ہے کہ اسی دنیا کا متضاد دوسری دنیا ہے۔

قرآن نے ذکر کیا ہے کہ کائنات کی اشیا باہم جوڑا جوڑا ہیں۔ سورۃ الذاریات کی آیت ۴۹ میں ہے کہ **ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون**۔ ''اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تا کہ تم یاد دہانی حاصل کرو۔''

ہر جوڑا دو متضاد سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔ قرآن حکیم نے کائنات کے متعدد جوڑوں مثلاً زمین و آسمان' ظلمت و نور' دھوپ اور چھاؤں' رات اور دن' سورج اور چاند' نر اور مادہ کا ذکر کیا ہے اور ان سے نکلنے والے نتائج کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن جس چیز کا سب سے زیادہ اثبات کیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ آخرت ہے۔

سورۃ انشقاق میں ذکر ہوا ہے کہ کائنات کے ہر جوڑے باہم یوں وابستہ ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا وجود میں آ رہا ہے جیسے رات کے بعد دن آتا ہے۔ چاند بھی رکا ہوا نہیں ہے اسی طرح انسان کی دنیوی زندگی اصل میں سفر ہے اپنے متضاد جوڑے دوسری دنیا کی طرف۔

جفت اور طاق:

فیڈو میں حیات بعد الموت کی ایک دلیل متضادات اور ان کی صفات یا صورتوں سے متعلق ہے۔ سقراط کا کہنا ہے کہ اگرچہ متضاد اشیاء کے بارے میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ باہم منسلک ہیں مگر حقیقت میں یکجا نہیں ہیں۔ حقیقی متضاد اکٹھے نہیں رہ سکتے بلکہ وہ ایک دوسرے کو پرے ہٹاتے ہیں۔ اس بارے میں دو مثالیں دی ہیں ایک گرمی اور سردی کی جو متضاد ہیں۔ گرمی کی ایک صورت آگ ہے اور سردی کی برف ہے لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ دوسری مثال جفت اور طاق کی ہے۔ جفت کی صورتیں دو، چار، چھ، آٹھ وغیرہ ہیں اور طاق کی تین، پانچ، سات اور نو وغیرہ ہیں۔ ان دو مثالوں سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ متضاد اور ان کی صورتیں بھی باہم جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس وضاحت کے بعد اس قاعدے سے سقراط نے یہ ثابت کیا ہے کہ روح کے قریب موت نہیں آ سکتی اس لئے کہ وہ غیر فانی ہے۔

اقبال نے کہا ہے کہ

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا تیرے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

قرآن میں سورہ فجر کے آغاز میں جفت اور طاق کا ذکر آیا ہے مقصود یہاں بھی حیات بعد الموت کو ثابت کرنا ہے۔

والفجر و لیال عشر والشع والوتر والیل اذا یسرھل فی ذلک قسم لذی حجر (الفجر۔۵)

"شاہد ہیں فجر اور دس راتیں، جفت اور طاق اور رات جب وہ چل کھڑی ہو کیوں؟ اس میں تو ایک عاقل کے لئے عظیم شہادت ہے۔"

اس سورہ کے آغاز میں فجر اور آخر میں اس کی متضاد رات کا ذکر ہے۔ درمیان میں جفت اور طاق جو باہم متضاد ہیں کا تذکرہ ہوا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح صبح کے بعد رات ہے۔ جفت کے بعد طاق ہے۔ اسی طرح دنیا کے بعد آخرت ہے۔ والیل اذا یسر سے مراد یہ ہے کہ جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات چل پڑتی ہے تو وہ حقیقت میں اپنے متضاد دن کی طرف چل پڑتی ہے۔ جوں جوں رات گہری ہوتی جاتی ہے۔ دن قریب آتا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کا سفر جتنا طویل ہوتا جارہا ہے۔ آخرت اتنی ہی قریب آتی جارہی ہے۔ کائنات میں موجود جوڑوں کی اس ترتیب میں اس ایک عاقل کے لئے حیات بعد الموت کی ایک عظیم شہادت ہے۔

یہ یاد رہے کہ سورۂ فجر کی ان آیات کے مفہوم کے متعلق علماء میں بڑی الجھن پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ صرف جفت اور طاق کی تاویل میں ۱۲۶ اقوال منقول ہیں بعض نے تو اسے آیت متشابہ ٹھہرادیا ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ جفت اور طاق میں آخرت کی دلیل کیسے بنتی ہے۔

جنت و جہنم:

سقراط نے فیڈو میں جنت و جہنم کا ذکر بھی کیا ہے یہ جنت و دوزخ کے تفصیلی احوال ایک ان دیکھے عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے حدادراک سے باہر ہیں۔ سقراط نے بھی اسے سلجھانے کے لئے یونانیوں کے چشم تصور کا سہارا لیا ہے۔ انہیں سلجھانے کے لئے تصورات کی زبان میں بات کی ہے۔ ان کی حقیقی نوعیت آخرت میں ہی کھلے گی۔ سقراط نے آخرت کے دلائل جزا وسزا کے بیان' جنت و دوزخ کی تفصیل سنانے کے بعد اس ساری بات کا اختتام اس جملے پر کیا ہے کہ ''ان وجوہات کی بنا پر جو میں نے بیان کی ہیں' ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ زندگی میں نیکی اور دانائی کا راستہ اختیار کریں' کیونکہ انعام بہت بڑا ہے اور اسے پانے کی توقع بھی بہت ہے۔'' یہ کام میں ہر اس شخص سے کرتا ہوں اور کروں گا جو مجھے ملے گا۔ کیونکہ مجھے خدا کی طرف سے یہ کام کرنے کا حکم ملا ہے میں اپنی ساری زندگی اس کام میں صرف کرتا ہوں کہ ہر جگہ اور ہر شخص کو ذہن نشین کرادوں کہ مقدم اور اولین کام یہ ہے کہ اپنی روحوں کی اصلاح اور تکمیل کی طرف توجہ دی جائے اور جب تک یہ کام سرانجام نہ ہو اس وقت تک اس دنیا کے کاموں یعنی جسمانی ضرورت اور دولت کی تحصیل کی طرف کوئی التفات نہ کیا جائے اور یہ کہ نیکی دولت سے پیدا نہیں ہوتی' بلکہ دولت اور ہر وہ چیز جس کی خواہش لوگوں کے دلوں میں ہے، سبھی نیکی کا ثمر ہیں۔

موت کا آغاز:

سقراط نے اپنی دعوت چالیس اور پینتالیس سال کی عمر کے درمیان شروع کی یہ اندازہ ارسٹوفینز کی تحریروں سے لگایا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھیالیس سال کی عمر تک اپنے مخصوص نظریات کے باعث نہ صرف وہ مصروف ہو چکا تھا بلکہ اس کے شاگردوں یا پیروکاروں کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک حلقہ بھی وجود میں آ چکا تھا۔ اس کی دعوت کے مخاطب عوام بھی تھے اور خواص بھی تھے۔ عصر حاضر کے فلاسفہ کے برعکس وہ ایک داعی اور مبلغ تھا۔ اپنے جسمانی آرام و آسائش کی پرواہ کئے بغیر وہ ننگے پاؤں اور خالی پیٹ تبلیغ میں مصروف رہتا تھا۔ اس مبلغانہ جوش کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس کام کو وہ خدا کی طرف سے تفویض کردہ فرض اور خدمت خداوندی سمجھتا تھا۔ اس کا اس نے بار بار اظہار کیا ہے کہ اس کام کا حکم اسے خدا نے دیا ہے یہاں تک کہ جب عدالت میں سزائے موت کا مقدمہ چلا۔ تو وہاں بھی اس نے واشگاف آواز میں کہا کہ میں اس دعوت سے کبھی باز نہیں آؤں گا چاہے اس کی خاطر مجھے کئی بار ہی کیوں نہ مرنا پڑے۔

پیغمبرانہ اخلاقیات اور تزکیہ نفس کی تلقین:

سقراط کی دعوت کا آغاز تو دیوتاؤں پر تنقید سے ہوا لیکن اس کا مرکزی پہلو یہ تھا کہ لوگ اپنے نفس کی اصلاح کریں۔ اصلاح نفس کی دعوت دیتے ہوئے اس نے کہا کہ

''میں آپ حضرات میں سے ہر اس شخص سے کہوں گا جس سے میری کبھی بھی ملاقات ہو گی کہ میرے عزیز' تم ایتھنز کے رہنے والے اور اس عظیم شہر کے شہری ہو جو اپنی قوت و دانش میں مشہور ہے۔ تم ہر ممکن کوشش کرتے ہو کہ دولت، شہرت' مقام و مرتبہ میں خوب سے خوب تر ہو جاؤ۔ کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ سچائی' دانش اور اپنے نفس کے لئے بھی کوشش اور محنت کرنے کی ضرورت ہے تا کہ یہ بھی خوب تر ہو جائے..... میں تمہیں احساس دلاؤں گا کہ تم نے بہت قیمتی اشیا کے لئے بہت تھوڑ تردد کیا ہے کہ بہت معمولی اشیاء کے لئے بڑی زبردست تگ و دو میں مصروف ہو۔ یہی تبلیغ میں ہر اس شخص کو' جس سے بھی ملوں گا کروں گا چاہے وہ بوڑھا ہو جوان ہو' ملکی ہو یا غیر ملکی بالخصوص آپ حضرات کو عزیزان من' کیونکہ میں اپنی قوم اور برادری سے ہوں یقین۔ کیجئے اس کام کا حکم مجھے خدا نے دیا ہے اور میرا ایمان ہے کہ اس شہر کے لئے میری اس خدمت خداوندی سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں ہو سکتی۔ میرا کام یہی ہے کہ آپ لوگوں کو راغب کروں۔ چاہے جوان ہوں یا بوڑھے کہ اپنے جسم و مال کو اپنی اولین ترجیح نہ ٹھہرائیں بلکہ روح و نفس کی پاکیزگی کو پہلا مقام دیں۔ زیتو خان نے لکھا ہے کہ اس کی بحثیں عام طور پر ان باتوں پر ہوئی تھیں کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے؟ برائی کیا ہے اور ذلت کیا ہے؟ انصاف کیا ہے اور ظلم کیا ہے؟ ضبط نفس کسے کہتے ہیں اور تزکیہ نفس سے عاری کون ہے؟ بہادری کیا ہے اور بزدلی کیا؟ ریاست کیا ہے اور سیاست دان کون ہیں؟ سیاسی قیادت کسے کہتے ہیں؟ اور سیاست دان کسے کہتے ہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان بحثوں کی تہہ میں خالص فلسفیانہ یا منطقی اغراض پوشیدہ نہیں ہوتے تھے بلکہ اخلاقی اصلاح کا جذبہ کارفرما ہوتا تھا۔اس کے نزدیک نیکی کو معلوم کرنا اس لئے ضروری تھا تا کہ نیکی پر عمل کیا جا سکے۔سقراط نے کہا ہے کہ نہایت ضروری ہے کہ ہم نیکی بدی اور اچھے برے کی تمیز کرنا سیکھیں تا کہ ایک کو اختیار کریں اور دوسرے کو ترک کر دیں۔ اس بات کو "اپنے آپ کو پہچانو" بھی کہا جاتا ہے اس لئے اپنے نفس کی ماہیت سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ تزکیہ نفس کی راہ کا پہلا قدم یہی ہے کہ اپنے آپ کو پہچانو۔

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کے لوگ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنی حقیقی فلاح و بہبود، اپنی روحانی زندگی کے تقاضوں، اپنے اخلاقی فرائض سے بالکل بے پروا اور جاہل ہیں بلکہ ان کی اہمیت سے بے خبر ہیں۔سقراط کی برتری یہ ہے کہ وہ ان دونوں حقیقتوں سے باخبر ہے اور اس کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ لوگوں کو بلند اخلاقی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے۔اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے اس فرض پر خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے اور اس نے ہمیشہ اس کی ادائیگی کی پوری کوشش کی ہے۔اپالوجی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سقراط کی صحیح پوزیشن فلسفی سے بڑھ کر ایک ہادی اور مامور من اللہ کی ہے۔ سقراط نے کہا کہ اگر تم نے میری اس دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا تو تمہیں میرے جیسا انسان آسانی سے دستیاب نہیں ہو سکتا مجھے خدا نے مجھے اس شہر (ایتھنز) پر حملہ کے لئے بھیجا ہے۔تم یوں سمجھو کہ یہ شہر ایک بہترین نسل کا گھوڑا ہے جو بدقسمتی سے سستی اور کاہلی کا شکار ہو چکا ہے۔میرا کام اس مکھی کی طرح ہے جو اسے ہر طرف سے کاٹتی ہے اور ستاتی ہے تا کہ اسے حرکت کرنے پر مجبور کرے۔میں ہی وہ مکھی ہوں جسے خدا نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔

یہ یاد رکھو کہ خدا ہے جس نے مجھے تمہارے شہر میں بھیجا ہے۔اگر تم یہ خیال کرو کہ یہ فرض میں نے خود اپنے ذمے لیا ہے تو تم خوب سمجھتے ہو کہ کوئی انسان بھی محض اپنے ذاتی رجحان کی بنا پر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا جس سے اس کے مفادات کو نقصان پہنچے۔مثلاً میں نے جب سے اس فرض کی ادائیگی کا کام شروع کیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک میرے تمام معاملات خراب ہو چکے ہیں۔میں نے اپنے تمام نجی کاموں سے بے نیاز ہو کر اپنا سارا وقت تم لوگوں کو راہ مذہب کی طرف ترغیب دینے میں صرف کر دیا ہے۔میں نے یہ فرض ایک بڑے بھائی یا باپ کی حیثیت سے سرانجام دیا ہے۔کیا مجھے اس کام سے کوئی فائدہ ہوا ہے یا کیا میں نے اس تبلیغ کا کوئی معاوضہ تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے طلب کیا ہے۔

الہام کا دعویٰ:

تم یہ کہتے ہو کہ میں شہر کے سیاسی معاملات میں دخل نہیں دیتا اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے ایک نشانی بچپن سے حاصل ہے یہ ایک غیبی آواز ہے جو مجھے خاص قدم اٹھانے سے روک دیتی ہے اگرچہ یہ کسی خاص قدم اٹھانے کی طرف راہنمائی نہیں کرتی اور مجھے سیاسی معاملات میں دخل دینے سے منع کرتی ہے۔ اگر میں ناانصافی اور ظلم کے خلاف آواز اٹھاتا تو مدتوں کا مر چکا ہوتا۔ اس لئے اس شخص کے لئے جو انصاف اور عدل کا چلن قائم کرنا چاہتا ہو ناگزیر ہے کہ وہ میری طرح سیاسی زندگی سے الگ تھلگ رہے۔

مجھے موت سے کوئی ڈر یا خوف نہیں۔ لیکن خدا کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے سے بڑا ڈر ہے خدا لوگوں کو خوابوں اور دیگر ذرائع سے اپنی رضا کی اطلاع دیتا رہتا ہے۔

سقراط کا ذہنی ارتقاء:

علم کی دنیا میں تھیلس سے لے کر انکساغورث تک کے قد آور فلسفی کھڑے ہیں بازار میں سوفسطائی بھی ہیں۔ سیاسی لیڈر بھی جرنیل بھی اور مذہبی پیشوا بھی' ان سب کے درمیان سقراط نے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ اپنے عہد کے تمام افکار و نظریات سے تعرض کیا۔ صحیح بات کی تحقیق کی اور غلط کا ابطال کیا۔ اس کے افکار و نظریات میں رفعت و گہرائی کے ساتھ ساتھ وہ تازگی بھی ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی یہ باتیں دل و دماغ کو موہ لیتی ہیں۔ افکار سے بڑھ کر اس کا عمل ہے جو راہ حق پر چلنے والوں کے لئے رہتی دنیا تک بہت حوصلے کا سبب بنا رہے گا۔

ایسے ماحول میں سقراط نے اپنی فکری زندگی کا آغاز کیا اور حالات کے مطابق اس کی پہلی توجہ خارجی کائنات کے مسائل کی طرف رہی۔ افلاطون نے اپنی کتاب ''فیڈو'' میں سقراط کا ذہنی سفر اس کے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

''جب میں جوان تھا تو مجھے اس حکمت کے حصول کا بے حد ولولہ تھا جس کو علم طبعی (آج کل سائنس) کہتے ہیں میرے خیال میں ہر چیز کی علت معلوم کرنا ایک بلند ترین مشغلہ تھا۔ ایک چیز کیوں اور کیسے وجود میں آتی ؟ ہے کیوں فنا ہوتی ہے؟ کیوں قائم رہتی ہے؟ میرے ذہن میں ہر وقت یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ کیا جاندار چیزوں کی ہیئت سردی اور گرمی کی ایک متناسب آمیزش سے معرض وجود میں آتی ہے؟ کیا ہماری قوت عقلیہ خون ہوا یا آگ کے باعث ہے یا کیا ان میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی چیز بھی اس قوت کی حقیقی علت نہیں بلکہ ہمارا ذہن ہے جس سے شنوائی' بینائی اور سونگھنے کی حس پیدا ہوتی ہے ان کے علاوہ میں مختلف اشیاء کے فنا ہونے اور آسمان اور زمین کی تبدیلیوں پر غور کیا کرتا تھا حتی کہ ایک دن میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں ایسے مسائل پر غور وفکر کرنے اور ان کی تہہ تک پہنچنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ان علوم کے مطالعہ نے مجھے اتنا اندھا کر دیا کہ میں ہر اس علم کو بھول گیا جو مجھے ان اشیاء کے متعلق پہلے معلوم تھا۔ نہ صرف یہ کہ میں بھول گیا بلکہ مجھے بہت کچھ بھلانا پڑا۔ مثلاً ایک انسان کی جسمانی نشوونما کے متعلق میرا یقین تھا کہ غذا کے باعث ہمارے گوشت پوست اور ہڈیوں میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح جب میں لمبے اور چھوٹے قد کے آدمیوں کو دیکھتا تو مجھے یقین تھا کہ ایک دوسرے سے ایک انچ یا چار انچ بڑا ہے لیکن اب یہ حالت تھی کہ ان میں سے کسی چیز کی صحیح علت کا مجھے یقین نہیں رہا تھا۔ اگر ایک میں ایک جمع کیا جائے تو مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ ہندسہ ایک جس میں دوسرا ہندسہ ایک جمع کیا گیا ہے دو بن جاتا ہے یا نہیں۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ جب ایک میں ایک جمع کیا جائے تو کیسے وہ دونوں مل کر دو بن جاتے ہیں۔

میں ذہنی کشمکش اور الجھن میں مبتلا رہا۔ ایک دن میں نے ایک شخص کی زبان سے سنا کہ اس نے انکساغورث کی کتاب پڑھی ہے جس میں مذکور تھا کہ کائنات کی ہر چیز کی علت اور ان میں ترتیب وانتظام پیدا کرنے والا نفس ہے۔ یہ سن کر مجھے کچھ تشفی سی ہوئی اور مجھے محسوس ہوا کہ نفس کا علت غائی ہونا صحیح ہے کیونکہ اگر کائنات کا تمام نظام نفس کے ہاتھوں میں ہے تو یقیناً یہ نظام بہترین ہوگا۔ پس اگر ہم کسی شے کی پیدائش یا فنا کی علت معلوم کرنا چاہیں تو ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اس شے کے وجود' عمل اور معمول کا بہترین طریقہ کونسا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ سوچے کہ اس کے لئے کونسا طریقہ بہترین ہے۔ اور اس سے مستنبط ہوگا کہ وہ بری چیزوں سے واقف ہو جائے گا۔ میں ان باتوں کو سوچ کر بہت خوش ہوا مجھے محسوس ہوا کہ انکساغورث کا یہ اصول تشریح علل اشیاء میرے ذوق ومزاج کے مطابق ہے مجھے توقع پیدا ہوئی کہ وہ بتا سکے گا کہ آیا زمین گول ہے یا چپٹی چوڑی۔ پھر علت وضرورت کی تشریح ہوگی اور اس کے بعد بتایا جائے گا کہ کونسی چیز بہترین ہے اور یہ کہ جو شکل بھی زمین کی ہے وہ بہترین ہوگی۔ اس طرح میرے ذہن میں سورج' چاند' سیاروں ان کی گردش اور مختلف رفتاروں کے متعلق کئی سوالات پیدا ہوئے اور مجھے توقع تھی کہ انکساغورث کے ہاں ان تمام چیزوں کے متعلق ان کے مختلف اعمال کی وجوہات کی تشریح ہوگی۔ میرا خیال تھا کہ وہ ہر چیز کی علت اور پھر تمام کائنات کی علت بیان کرنے کے بعد تفصیل سے اس چیز کی بحث کرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا کہ ہر ایک کے لئے کیا بہترین مقصد ہے اور وہ کس بلند مقصد کے لئے عالم وجود میں آیا ہے۔ ان مختلف تصورات وتوقعات کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے اس کی کتابوں کا مطالعہ بہت ذوق وشوق سے شروع کیا تا کہ معلوم کرسکوں کہ بہترین اور بدتر میں لائحہ عمل کیا کیا ہیں۔ لیکن اے میرے دوست میری تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ جب میں نے دیکھا کہ مصنف نے نفس کا ذکر تو ضرور کیا لیکن سوالات اور مسائل کے حل میں اس نے اس اصول کو استعمال نہیں کیا اور نظام کائنات کی تشریح میں کسی علت کا ذکر نہیں کیا۔ اس نے جن علتوں کا ذکر کیا وہ وہی تھیں جو ان فلاسفہ نے استعمال کی تھیں جو اس سے قبل موجود تھے (جن کو مادیین کہا جاتا ہے) مثلاً ہوا' ایتھر' پانی وغیرہ۔"

اس مایوسی کے بعد سقراط نے فیصلہ کیا کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر علم طبیعیات پر اپنی توجہ مرکوز کرنا مناسب نہ ہوگا۔ کیونکہ لوگوں میں ذہنی طور پر ایک ایسی بے راہ روی پیدا ہو چکی ہے کہ کسی اخلاقی اصول پر اتفاق ممکن نہیں۔ لوگوں کے دلوں میں نیکی اور بدی' اخلاقی اور مذہبی اقدار کی وقعت ختم ہو چکی ہے۔ پرانے عقائد اور قدیم روایات اپنی قیمت کھو چکے ہیں۔ سقراط کا خیال تھا کہ طبیعیاتی مسائل سے توجہ ہٹا کر خالص نفسیاتی اور اخلاقی مسائل کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہیے۔ تا کہ اس عبوری دور میں لوگوں کے ذہن صاف ستھرے ہو سکیں۔ سقراط اپنے عصری تقاضوں سے مجبور ہو کر دونوں قسم کی تحریکوں میں شامل تھا وہ خالص طبعی اور مابعد الطبعی مسائل میں بھی اسی طرح انہماک رکھتا تھا جس طرح اخلاقی اور مذہبی مسائل میں اور اس کی شہرت بہ حیثیت ایک حکیم (فلسفی) کے کافی دور دراز تک پہنچ چکی تھی۔

سقراط ایک طرح کی صوفیانہ جماعت کا سردار بھی تھا جس میں علم وحکمت کے علاوہ عملی زاہدانہ زندگی بسر کی جاتی تھی۔ زیتوخان کے مطابق ایتھنز میں ایک سوفسطائی اینٹی خون نے سقراط کے خلاف ایک عملی جہاد شروع کر رکھا تھا اور سقراط کے اس حلقہ کو توڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس حلقہ کی زندگی کا نقشہ زیتوخان نے سقراط کے الفاظ میں یوں کھینچا ہے کہ

"میں اور میرے رفیق قدیم علماء وحکما کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے جو ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ان حکمت کے خزانوں میں سے ہم گوہر نایاب چنتے تھے اور اس پر باہم غور وفکر کرتے تھے۔"

مگر سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں کونسی تھیں شاید یہ مصری یا فینیا غورث کی تصانیف ہوں لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ کتابیں بنی اسرائیل کے انبیاء کی ہوں کیونکہ مغربی مصنفین کی یہ کوشش ہے کہ سقراط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی حکمت و دانائی کو بلاواسطہ لوگوں کے سامنے پیش کیا وہ اپنے کسی پیشوا سے متاثر نہ تھا۔ مگر افلاطون کے مطابق سقراط محض ایک فلسفی نہ تھا بلکہ وہ الہام سے بھی نوازا گیا تھا۔ اور اس کی قلبی واردات محض ایک خشک فلسفی کی سی نہ تھی بلکہ اس میں کشف وجدان' الہام کی پوری آمیزش تھی۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم شہادت جو ہمیں ملتی ہے وہ سقراط کا نظریہ توحید ہے۔

سقراط کا نظریہ توحید:

اگرچہ اس کے ہاں ''خدا'' جمع کی حالت میں ملتا ہے۔ لیکن جہاں کہیں اس نے ''دیوتاؤں'' کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں مُراد عوام کے مشرکانہ اعتقادات کی تشریح اور ان کے نظریات کی ترجمانی ہے لیکن جہاں سقراط صرف اپنے ذاتی رجحانات کا ذکر کرتا ہے وہاں وہ لفظ خدا واحد میں استعمال کرتا ہے۔ ڈاکٹر زیلر نے اپنی تصنیف ''سقراط اور سقراطی مکتب فکر'' میں لکھا ہے کہ اگرچہ سقراط سے پہلے یونانیوں کے ہاں توحید کے دھندلے تصورات موجود تھے لیکن سقراط ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے کثرت پرستی اور شرک کے خلاف خدائے واحد اور توحید کا خالص تصور پیش کیا۔

سقراط نے اپنے زمانے کے تمام فلسفیانہ افکار سے استفادہ کیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ اپنے زمانے کے فلاسفہ کی طرح مذہب سے بیگانہ نہیں تھا۔ وہ ایک مذہبی شخص تھا جو اپنی ذاتی زندگی میں عبادت کرتا تھا۔ سقراط نے اپنے آپ کو طبعی فلاسفہ اور سوفسطائیوں سے ممیز کیا ہے یہاں تک کہ وہ انکساغورث سے بھی علیحدہ ہو گیا۔

یونان میں دو خداؤں کا ذکر آتا ہے ایک زیوس (Zevs) جو خدا کے برابر تھا۔ دوسرا اپالو (Apollo) تھا۔

زیوس کے تذکرہ پر یوں روشنی پڑتی ہے کہ یونان میں تہذیب و مذہب کا آغاز اس وقت ہوا جب ہند یورپی قبائل جنہیں آریا نسل بھی کہا جاتا ہے کی یونان میں آمد ہوئی۔ ہند یورپی قبائل ایک خدائے برتر کا تصور بھی ساتھ لائے جسے انہوں نے اردگرد کے تمام قبائل میں پھیلا دیا اس کا نام زیوس تھا۔ زیوس اصلاً ہند یورپی نام ہے اور قدیم یونانی نسل جو بعد میں ایکنیز (Achaeans) کہلائی اور جن کے اباؤ اجداد ہند یورپی قبائل تھے' یہاں کا خدائے برتر تھا ہومر نے جن بادشاہوں کے دربار میں نظمیں گائیں وہ ایکنیز بادشاہ تھے اس لئے اس کی نظموں میں زیوس (خدائے برتر) کا ذکر کثرت سے آتا ہے۔

یونانیوں کی دوسری نسل آئیونیوں کے ہاں' اپالو خدائے برتر کی حیثیت سے مانا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپالو کی قدیم زمانوں سے یونان میں خدائے برتر کی حیثیت سے پرستش کی جاتی تھی۔ لفظ اپالو کی تاریخ کا لفظی معنوی جائزہ بتاتا ہے کہ یہ درحقیقت اللہ کا یونانی نام تھا۔ عبرانی زبان میں ایل اور الوہیم کے الفاظ ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں یہی نام مختلف تغیرات کے ساتھ خدا کے لئے استعمال ہوتا ہے (مولانا ابوالکلام آزاد نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اس بات پر بڑی روشنی ڈالی ہے کہ اقوام عالم کے یہی الفاظ مختلف شکلوں میں خدا کے لئے استعمال ہوتے ہیں) عبرانی زبان میں ایل اور الوہیم کے الفاظ الٰہ سے مشتق ہیں۔ اسی طرح قدیم حتی (Hittite) تہذیب میں خدا کے لئے لفظ اپالونوس استعمال ہوتا تھا۔ جو لفظ الٰہ سے نکلا ہے۔

اپالو کی نوعیت قدیم زمانوں سے ایک خدائے برتر کی رہی ہے۔ آئیونیوں کے ہاں یہ شروع ہی سے خدائے بدتر کی حیثیت رکھتا تھا۔ انسائیکلو پیڈیز میں اپالو کو سورج دیوتا لکھا جانا سطحیت کے باعث ہے۔ یونان کی پوری مذہبی تاریخ میں اپالو تہذیب کے دور کو چھوڑ کر اور سقراط وارسطو کے دور تک یہ کبھی بھی سورج دیوتا کی حیثیت سے پوجا نہیں گیا۔ یونان کے تمام خداؤں میں سے پیغمبروں کے سلسلے اپالو سے وابستہ رہے۔ یونان کی مشہور پیغمبرانہ شخصیتیں جن میں فیثا غورث' آرفیس اور سقراط بھی شامل ہیں' اپالو سے متعلق رہے ہیں۔

یونان میں اپالو کے کئی معبد تھے جن میں سب سے مشہور ڈیلفی (Delphi) کا معبد تھا اس کے دروازہ پر لکھا تھا کہ ''اپنے آپ کو پہچانو'' (Know Thyself) اور ''ضرورت سے زائد نہیں'' (Notheing in Excess) یہ الفاظ دراصل معاشی مسئلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ معبد پورے یونان میں کہانت اور پیش گوئیوں کا مرکز تھا اس لئے مقدس تھا۔

کہانت ڈیلفی کا یہ نظام سقراط سے صدیوں پہلے پورے یونان میں رائج تھا۔ بظاہر یہ عجیب معلوم ہوتا ہے مگر خدا کے طریقے مختلف قوموں کے لئے مختلف ہیں۔ یہ فرق اصول میں نہیں بلکہ جزئیات میں ہوتا ہے۔ قوموں کی تمدنی اور دیگر خصوصیات کے باعث شکل صورت اور رسوم ظاہر میں کچھ تبدیلی آجاتی ہے۔ ڈیلفی کی کہانت کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ذہن کے دریچوں کو بند نہیں کرتی بلکہ جواب کا مفہوم تلاش کرنے کے لئے ذہن کو اکساتی اور غور وفکر پر آمادہ کرتی ہے۔

حضرت ابراھیم اور سقراط کے حالات کا تقابل:

حضرت ابراہیم کے والد بت تراش تھے۔ سقراط کے والد بھی بت تراش تھے۔ دونوں ایسے معاشرے میں پیدا ہوئے جہاں بت پرستی کا شدید غلبہ تھا۔ دونوں جگہ سورج' چاند' ستاروں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرستش پر زور تھا۔ دونوں کا امتیازی وصف یہ تھا کہ آثار کائنات کا مطالعہ کرتے پھر اس مطالعہ سے معاشرے کی اخلاقی قدروں کی اصلاح کے لئے نتائج اخذ کرتے۔ سقراط نے فلاسفہ کے برعکس مشاہدہ کائنات سے اخلاقی تعلیمات اخذ کیں۔

دونوں نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے دلیل، منطق اور استدلال کا سہارا لیا اور اس میں ان کو ایسی خداداد صلاحیت حاصل ہوگئی کہ ان سے بحث کرتے وقت مخالف پر سکتہ طاری ہو جاتا۔ سقراط کے متعلق گزر چکا ہے کہ بحث میں اس کی شہرت ایسی تھی کہ لوگ کہنے لگتے کہ اس نے مخالف پر جادو کر دیا۔ حضرت ابراہیم کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب نمرود سے ان کا مباحثہ ہوا تو وہ ان کے جوابات سے مبہوت ہو کر رہ گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

یہ بات بھی دونوں میں یکساں ہے کہ اپنی قوم کو سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش سے روکنے کے لئے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ مظاہر فطرت تو خود غلام ہیں یہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ حضرت ابراہیم نے یہ استدلال کیا کہ وہ ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتے۔ قرآن نے اسے حجت ابراہیمی کہا ہے۔ سقراط نے بھی اپنی عدالتی تقریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مظاہر فطرت خدا کے بنائے ہوئے ہیں اور جو ان پر ایمان رکھتا ہے وہ خدا پر بھی ایمان رکھتا ہے اس نے کہا کہ ''تم اس شخص کو جو ذرہ برابر بھی شعور رکھتا ہے یہ باور نہیں کرا سکتے کہ ایک شخص خدا سے متعلقہ اشیاء پر تو ایمان رکھے مگر خدائی ہستیوں اور خداؤں کو نہ مانے یہ قطعاً ناممکن ہے۔ وہ طاقت جس نے ان اشیاء کو یوں باندھ رکھا ہے کہ یہ اپنی ممکنہ بہترین حالت میں قائم ہیں کوئی اس پر غور نہیں کرتا۔ یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اس مقصد کے لئے انسانی قوت سے ماوراء ایک برتر طاقت کی ضرورت ہے۔''

قرآن حکیم نے بھی کہا ہے کہ تمام کرے اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں کوئی ایک دوسرے سے ٹکراتا نہیں یہ سب خدا کی قدرت ہے۔ قرآن نے بار بار کہا ہے کہ مظاہر فطرت کا مطالعہ سلیم الذہن کو خدا پر ایمان لانے کی طرف لے جاتا ہے۔

غیر مصالحانہ رویہ:

خدا کے برگزیدہ بندوں کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ تشدد یا لالچ سے اپنی دعوت سے باز نہیں آتے چنانچہ سقراط کو اپنی دعوت کے دوران مزاحمت، مخالفت اور شدید دشمنی کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ اسے سزا کے لئے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا۔ لیکن اس سارے عرصہ میں اس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے نظریات پر ذرا بھی مصالحت نہیں کی۔ اگر وہ چاہتا تو مقدمہ کے دوران خوشامدانہ لہجہ اختیار کر کے موت کی سزا سے بچ سکتا تھا جیسا کہ عام طور پر مجرم کرتے تھے۔ جیل میں فرار کے سب انتظامات مکمل تھے۔ وہ جان بچا کر کسی دوسرے ملک میں جا سکتا تھا۔ فرار کے لئے اس پر زور بھی دیا گیا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے کہا

''ایتھنز کے شہریو! کیا ایسا کرنا میرے لئے عجیب نہ ہوگا کہ میں پائی ڈایا ایمفی پولیس اور ڈیلی کئی جنگوں میں محاذوں پر ڈٹا رہا۔ جہاں مجھے میرے کپتانوں نے کھڑا کیا تھا میں وہاں دوسروں کے ساتھ موت کا سامنا کرتا رہا۔ لیکن جس محاذ پر مجھے خدا نے کھڑا کیا جیسا کہ میرا یقین و اعتقاد ہے اور مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ اپنی زندگی تلاش حقیقت میں صرف کر دوں اپنے آپ کو بھی جانچوں اور دوسروں کا بھی امتحان لوں' تب خطرے اور موت کو سامنے پا کر میں پسپا ہوں جاؤں' یقیناً ایسا کرنا بہت عجیب ہوگا۔ حضرات جب تک سانس میں سانس ہے جسم میں طاقت ہے میں کبھی بھی اس دعوت سے باز نہ آؤں گا۔ اچھی طرح جان لیجئے' جو کام میں کر رہا ہوں کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کروں گا' چاہے مجھے اس کے لئے کئی بار ہی کیوں نہ مرنا پڑے۔''

یاد رہے کہ سقراط سے پہلے انکساغورث کو سزا دی گئی' اس نے پیری کلیز کی مدد سے بڑی مشکل سے جیل سے جان چھڑوائی۔ سقراط کے بعد ارسطو پر جب یہ الزام لگا تو وہ جان کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس سبب سے ایک محقق نے کہا تھا کہ فلاسفہ کی تاریخ میں اس سے بڑا شخص کبھی پیدا نہیں ہوا۔

۳۳۹ ق۔م میں تین اشخاص میلی ٹاس (Meletus)، اینی ٹاس (Anytus) اور لائی کان (Lycon) نے سقراط پر الزام لگایا کہ یہ معروف خداؤں کا منکر ہے اور نوجوانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اس لئے اسے سزائے موت دی جائے۔

اس الزام کی بنا پر سقراط کو عدالت میں بلایا گیا۔ عدالت پانچ سو ایک ۵۰۱ ججوں پر مشتمل تھی ان ممبران جیوری کے سامنے سقراط نے اپنے دفاع میں تقریر کی۔ "معذرت" اسکی تقریر کا متن ہے جسے افلاطون نے نقل کیا۔ کتاب کا اصل یونانی نام ''سقراط کا جواب'' ہے۔ لیکن انگریزی میں "اپالوجی" (Apology) کے نام سے معروف ہے اس لئے اس کا ترجمہ "معذرت" کیا گیا ہے۔ یہ دنیا کی ان چند لافانی کتابوں میں سے ہے جنہوں نے نسل انسانی پر بہت گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ اپنے موضوع اور نفس مضمون کے اعتبار سے یہ سقراط کی شخصیت و سوانح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سب سے بڑا اور اہم ماخذ ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا "معذرت" جسے افلاطون نے نقل کیا ہے حرف بحرف صحیح ہے' بہت سے دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افلاطون نے سقراط کی اس دفاعی تقریر کے بنیادی اور اہم حصوں کو بالکل صحیح نقل کیا ہے۔ یہی نتیجہ دو مشہور محققین برنٹ اور گتھرے (Guthrie) نے بھی نکالا ہے۔ ایتھنز کی عدالت عالیہ کسانوں اور تاجروں وغیرہ پر مشتمل ہوتی تھی جن کے انتخاب کا یہ طریقہ تھا کہ اراکین باری باری ناموں کے ابتدائی حروف تہجی کے لحاظ سے چنے جاتے تھے۔ عدل اس ترتیب تہجی کے سپرد تھا۔ ایسی سوسائٹی جہاں افراد دینی اور اخلاقی قیود سے آزاد ہو گئے ہوں اور مملکت کا مدار عوام کی رائے شماری پر ہو۔ جمہوریت بڑے خطرے میں تھی۔ لیکن عوام کو اس خطرے کا کوئی احساس نہیں تھا اور اگر احساس تھا بھی تو اس کی وجوہ ان کو اچھی طرح معلوم نہیں تھیں۔ اسی جمہوریت نے آخر میں سقراط جیسے دانا اور مصلح اخلاق کو چند ووٹوں سے سزائے موت دی۔

ایتھنز کی ہمسایہ حکومت سپارٹا کا نظام مرکزیت اور عسکریت پر مبنی تھا اس لئے سپارٹا کو عقل کی فراوانی کی ضرورت نہیں تھی بلکہ قوت کی افزائش کی ضرورت تھی۔ آزادانہ بحثیں کرنے والی جمہوریت جہاں ہر شخص اپنی انفرادی رائے رکھنا چاہتا ہے جب عسکریت سے ٹکرائے گی تو اس کا شکست کھا جانا لازمی ہے۔ ایتھنز کی جمہوریت آزاد شہریوں کی جمہوریت تھی۔ اگرچہ اس کی آبادی میں تین چوتھائی آبادی غلاموں کی تھی جن کو کوئی شخصی آزادی یا قانونی حق حاصل نہیں تھا۔ آزاد جماعت میں کئی پارٹیاں بن چکی تھیں۔ بڑے بڑے اہم امور کا فیصلہ کثرت آرا سے ہوتا تھا۔ بڑے بڑے لیڈر اور جرنیل چند ووٹوں کی بنا پر قتل ہو جاتے تھے۔ فلسفیوں اور فلسفوں کے متعلق بھی عوام کالانعام ہی فیصلہ کرتے تھے کہ کون سے فلسفے قابل قبول اور کون سے فلسفی واجب القتل ہیں۔ ظالم افراد کی مطلق العنانی سے گھبرا کر جماعتیں جمہوریت قائم کرتی ہیں لیکن جب جمہوریت جاہل اور پاگل ہو جائے جس کا ہمیشہ امکان رہتا ہے تو اس کا ظلم مطلق العنان بادشاہوں سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ خودغرضوں اور خطیبوں کے لئے عوام کے جذبات کو ابھارنا کون سی مشکل بات ہے۔

"معذرت" عدالت میں دفاعی تقریر:

ایتھنز کے شہریو! مجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر الزام لگانے والوں سے تم کتنے متاثر ہوئے ہو، مجھے تو ان کے دلائل کے تانے بانے نے تقریباً یہ بھلا ہی دیا تھا کہ میں کون ہوں۔ تاہم جہاں تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت کا تعلق ہے انہوں نے سچ کا ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ان سب الزامات میں سے ایک ایسا ہے جس کی میں سب سے زیادہ داد دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک شاندار مقرر ہوں۔ لہٰذا میری جانب سے ہوشیار رہئے، کہیں میں آپ کو گمراہ نہ کر دوں۔ انہیں یہ بات کہتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی کیونکہ اس جھوٹ کا پول تو میرے تقریر کرتے ہی کھل جاتا اور صاف معلوم ہو جاتا کہ میں ایک شاندار مقرر تو کیا ایک اچھا مقرر بھی نہیں ہوں۔ الا یہ کہ یہ لوگ شاندار مقرر اسے کہتے ہوں جو صاف اور سچی بات کہتا ہو۔ اگر ان کا یہی مطلب ہے تو مجھے اعتراف ہے کہ میں ایک مقرر ہوں گو ان جیسا نہیں۔ ان لوگوں نے جیسا کہ میں کہہ رہا تھا شاید ہی سچ کا کوئی لفظ بولا ہو لیکن مجھ سے آپ صرف سچ ہی سنیں گے۔ ایتھنز کے شہریو! میں ان کی طرح لفاظی سے بھرپور شاندار جملوں اور خوب صورت پیرایوں سے سجی ہوئی تقریر آپ کو نہیں سنا سکتا۔ آپ مجھ سے صاف، سیدھی بات ان صاف اور سیدھے لفظوں میں سنیں گے جو فی البدیہہ میرے ذہن میں آئیں گے۔ آپ مجھ سے اس سے زیادہ کی توقع نہ رکھیں، کیونکہ میرا انحصار لفاظی پر نہیں، اپنے موقف کی سچائی پر ہے اور مجھ جیسے بوڑھے آدمی کے لئے یہ مناسب بھی نہیں کہ وہ آپ کے سامنے ایک لڑکے کی طرح اپنی بات کو خوبصورت لفظوں اور شاندار پیرایوں میں بنا سنوار کر پیش کرے۔ ایک چیز کی میں آپ سے التجا کروں گا اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ مجھے اپنا دفاع انہی الفاظ میں کرتے ہوئے پائیں جن الفاظ میں آپ نے مجھے بازاروں، دوکانوں یا دیگر جگہوں میں بارہا بحث کرتے ہوئے سنا ہوگا تو عزیزان شہر! اس پر حیران نہ ہوئیے گا اور نہ ہی اس پر شور مچائیے گا۔ حقیقت یہ ہے گو ستر سال کا بوڑھا ہوں لیکن زندگی میں پہلی بار اس طرح کی عدالت میں کھڑا ہوں۔ اس لئے یہاں کے اسلوب تقریر سے اجنبی ہوں اگر میں واقعی ایک غیر ملکی یا اجنبی ہوتا اور وہ زبان و اسلوب اختیار کرتا جس کی مجھے عادت ہوتی تو آپ مجھ پر برہم نہ ہوتے۔ میری درخواست ہے کہ آپ مجھے اسی نظر سے دیکھیں اور میرے اسلوب گفتگو کو، چاہے وہ اچھا ہے یا برا نظر انداز کر دیں۔ اپنی ساری توجہ میری باتوں پر رکھیں آیا وہ صحیح ہیں یا غلط۔ اصل روح انصاف یہی ہے اور روح مقرر یہ کہ وہ سچ کہے۔

حضرات! مناسب ہوگا کہ پہلے میں اپنے پرانے الزام تراشوں اور ان کی جھوٹی الزام تراشیوں کا ذکر کروں جو بہت عرصہ سے کی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد ان نئے الزام لگانے والوں اور ان کے الزامات کے بارے میں عرض کروں کیونکہ مجھ پر تہمت دھرنے والے بہت ہیں اور وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئی سالوں بلکہ عرصہ دراز سے اس کام میں مصروف ہیں لیکن میرے بارے میں ہمیشہ جھوٹ ہی کہتے رہے۔ میرے یہ پرانے الزام تراش اینی ٹاس اور اس کے ساتھیوں سے زیادہ ہیں اور ان سے زیادہ خطرناک بھی ہیں۔ گو اینی ٹاس بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کو اس وقت سے سکھا بجھا رہے ہیں جب آپ ابھی بچپن کی حدود ہی میں تھے۔ انہوں نے آپ کو بدگمان کیا اور مجھ پر یہ جھوٹا الزام لگایا کہ یہاں ایک ایسا عقل مند شخص سقراط رہتا ہے جو ان سب چیزوں پر جو آسمانوں پر ہیں اور جو زمین کے نیچے ہیں، خیال آرائی کرتا رہتا ہے اور اور اپنی منطق سے کمزور بات کو مضبوط بنا دیتا ہے۔ حضرات یہ لوگ جنہوں نے مجھے یوں مشہور کر رکھا ہے حقیقتاً میرے لئے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ ان کی باتیں سننے والے یہ گمان کر لیتے ہیں کہ جو لوگ ایسی چیزوں کی تحقیق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں وہ خدا پر بھی یقین نہیں رکھتے۔ یہ ایک نہیں کئی لوگ ہیں۔ آج ہی سے نہیں ایک لمبے عرصہ سے میرے خلاف الزام تراشیوں میں مصروف ہیں۔ انہوں نے ان الزامات کو ایک ایسی عمر میں آپ کے سامنے بیان کرنا شروع کیا جو آپ کے بچپن یا نوجوانی کی عمر تھی جس میں لوگ آسانی سے بات پر یقین کر لیتے ہیں۔ گویا عدالت میں یک طرفہ مقدمہ چل رہا تھا اور جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یہ بتانا کہ فی الواقع یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے نام کیا ہیں؟ سوائے ایک صاحب کے جو مزاحیہ شاعر ہوتے ہیں ناممکن ہے۔ ان میں سے بعض نے بغض وعداوت کے سبب سے اور بعض نے اس وجہ سے کہ خود ہی فریب خوردہ تھے، آپ کو بہکایا۔ ان سب سے نمٹنا بہت مشکل ہے کیونکہ ان میں سے کسی کو گواہ کے طور پر یہاں بلانا اور اس سے سوالات کرنا ناممکن ہے۔ اپنے دفاع میں ان سے لڑائی، ایسے ہی ہے جیسے کوئی سایوں سے لڑے اور سوالات پوچھے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ ہو۔

بہر حال یہ ذہن میں رکھئے کہ مجھ پر الزام لگانے والے دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے مجھے ابھی مجرم کہا ہے اور دوسرے وہ پرانے حضرات جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ مجھے پہلے پرانے لوگوں کو ہی جواب دینا چاہیے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان نئے حضرات کے مقابلے میں آپ نے مجھ پر الزام لگاتے پہلے سنا اور بہت دفعہ سنا۔

خوب! تو اب حضرات مجھے جواب دینا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس تعصب کو جو ایک عرصہ سے آپ میرے خلاف رکھتے چلے آئے ہیں، اس مختصر سے وقت میں دور کر سکوں۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ اگر آپ کے اور میرے، دونوں کے لئے یہ بہتر ہے تو یہی اس کا نتیجہ نکلے اور میرا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفاع کامیاب ہو لیکن میرا احساس ہے کہ ایسا ہونا مشکل ہے کیونکہ یہ امر بہت دشوار ہے۔ بہر حال اس سارے معاملے میں خدا ہی کی مرضی پوری ہو۔ مجھے تو قانون پر عمل کرنا اور دفاع کرنا ہے۔

آیئے ذرا آغاز سے دیکھیں وہ کیا بات ہے جس نے ان تمام بے بنیاد الزامات کو جنم دیا ہے اور جس کی بناء پر میلی ٹاس نے مجھ پر فرد جرم لگائی ہے۔ جن الفاظ میں مجھ پر تہمت باندھی گئی ہے اگر اپنے الزام تراشوں ہی کے الفاظ میں کہوں تو یہ بیان حلفی کچھ یوں ہوگا کہ سقراط اس گناہ کا مجرم ہے کہ وہ ان چیزوں کی جستجو میں رہتا ہے جو آسمانوں کے اوپر اور زمین کی تہہ کے نیچے ہیں۔ اپنی منطق سے وہ بدتر کو بہتر ثابت کر دیتا ہے اور یہی دوسروں کو سکھاتا ہے۔

یہ وہ الزام ہے جسے آپ لوگوں نے خود ارسٹوفینیز کے مزاحیہ کھیل میں دیکھا ہوگا جس میں اس کے کردار سقراط کو حیران و سرگشتہ پھرتے، ہواؤں پر چلنے کا دعویٰ کرتے اور بعض ایسی باتیں کرتے دکھایا گیا ہے جن کا ایک لفظ بھی مجھے معلوم نہیں۔ میرا مطلب یہاں اس طرح کے علم کی تخفیف کرنا نہیں۔ اگر کوئی صاحب واقعی ایسا علم رکھتے ہوتے تو شاید میلی ٹاس کی طرف سے مجھے ایسے سنگین الزامات کا سامنا ہی نہ کرنا پڑتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے اہل ایتھنز مجھے اس طرح کے معاملات سے کبھی سروکار نہیں رہا۔ اس کے ثبوت کے طور پر میں آپ ہی لوگوں کی اکثریت کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ آپ میں سے وہ لوگ جنہوں نے مجھے کبھی بحث کرتے سنا ہے اور آپ میں سے بھی اکثر نے مجھے بحث کرتے سنا ہے، ایک دوسرے کو بتائیں۔ کیا آپ نے مجھے کبھی بھی اس طرح کے معاملات پر زیادہ یا تھوڑا ہی سہی، بحث کرتے پایا ہے؟ اسی سے ظاہر ہو جائے گا کہ آپ نے میرے بارے میں جو دوسرے قصے سنے ہیں، سب اسی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس بات میں بھی کوئی صداقت نہیں ہے جو آپ نے سن رکھی ہے کہ میں لوگوں کو تعلیم دیتا ہوں اور اس کا معاوضہ لیتا ہوں۔ گو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی بات ہے کہ کوئی شخص لیوٹینی کے جارجیاس' سیوس کے پروڈیکس اور ایلس کے ہپیاس جیسے لوگوں کو تعلیم دینے کا اہل ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی یونان کے کسی بھی شہر میں چلا جائے تو وہاں کے لوگ اپنے ہم وطنوں کو چھوڑ کر' جن کی تعلیم کا وہ کوئی معاوضہ بھی نہیں دیتے' ان کی رفاقت اختیار کر لیں گے۔ انہیں معاوضہ بھی دیں گے اور ان کے شکر گزار بھی ہوں گے۔ اصل میں یہاں ایتھنز میں' پاروس شہر کے ایسے ہی ایک صاحب مقیم بھی رہے ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں یوں پتہ چلا کہ سناہپونیکس کے بیٹے کیلی آس نے سوفسطائیوں کو اس قدر رقم دی ہے کہ سب کی دی ہوئی رقم سے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا" کیلی آس اگر تمہارے دونوں بیٹے بچھڑایا گھوڑا ہوتے تو ہم آسانی سے ان کے لئے ایک ایسا استاد ڈھونڈ لیتے جو کسان یا گھوڑوں کا سدھانے والا ہوتا۔ اسے ملازم رکھتے تا کہ وہ ان کی بہترین خوبیوں کو اجاگر کرے۔ لیکن اب چونکہ یہ دونوں انسان ہیں' تمہارے ذہن میں ان کے لئے کیسا استاد ہے؟ ایسا کون ہے جو ان خوبیوں کو سمجھتا ہو جو ایک اچھے انسان اور ایک اچھے شہری میں ہوتی ہیں؟ یہ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ تمہارے بیٹے ہیں اور تم نے اس بارے میں سوچا تو ہوگا؟" اس نے جواب دیا" یقیناً ایسا شخص ہے" میں نے پوچھا" کون ہے؟ کہاں سے ہے؟ تعلیم کی کیا فیس لیتا ہے؟" "وہ ایونیس ہے سقراط" اس نے بتایا" پاروس شہر سے اس کا تعلق ہے' پانچ منہا اس کی فیس ہے۔" میں نے دل میں سوچا کہ اگر ایونیس کو واقعی ایسا علم معلوم ہے اور وہ اسے اتنی معمولی فیس کے عوض انہیں سکھا رہا ہے تو وہ واقعی خوش قسمت ہے۔ اگر مجھے ایسا علم آتا ہوتا تو اس پر فخر کرتا اور خوشی سے پھولے نہ سماتا لیکن حضرات میں آپ سے سچ کہتا ہوں مجھے یہ سب کچھ معلوم نہیں۔

آپ میں سے شاید کوئی صاحب پوچھیں سقراط پھر کیا ہے جو تم کرتے پھرتے ہو؟ ان الزامات کی آخر وجہ کیا ہے؟ اگر تم عام لوگوں کی طرح کسی خاص کام میں مصروف نہیں ہو تو پھر تمہارے بارے میں یہ باتیں اور الزامات کیسے پیدا ہو گئے؟ ضرور تم کوئی ایسا خاص کام کر رہے ہو جو عام لوگ نہیں کرتے۔ ہمیں اس بارے میں بتاؤ ہم سوچے سمجھے بغیر نہیں بلکہ ذمہ داری سے تمہارے بارے میں فیصلہ کریں۔ حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا مناسب سوال ہے اور میں اس کا جواب دینے کی کوشش کروں گا تا کہ اس کی وضاحت ہو سکے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے مجھے یوں بدنام کیا اور جس کی وجہ سے میرے بارے میں غلط باتیں مشہور ہوئیں۔ حضرات! غور سے سنئے شاید آپ میں سے کچھ لوگ یہ سمجھیں کہ جو میں کہنے جا رہا ہوں وہ مذاق کی بات ہے لیکن یقین کیجئے حضرات! میں آپ کو اصل حقیقت بتانے جا رہا ہوں۔ میرے یوں بدنام ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ مجھے ایک خاص قسم کی دانائی عطا کی گئی ہے۔ آپ پوچھیں گے کس قسم کی دانائی؟ شاید انسانی عقل و شعور کی نوعیت کی' کیونکہ مجھے حقیقتاً اسی میں عقل مند کہا گیا ہے۔ جن لوگوں کا میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں ان کے علم کا محور انسان نہیں، ماورائے انسان ہے۔ میں نہیں جانتا اس کے علاوہ ان کے علم کو اور کیا کہوں کیونکہ میں نے تو اسے سمجھنے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ میرا علم اس نوعیت کا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے اور مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔ اور اب اہل شہر! مجھے ٹوکئے گا مت۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہے میں کیسی ہی عجیب بات کیوں نہ کہوں جو الفاظ میں اب کہنے جا رہا ہوں وہ میرے نہیں بلکہ ایک حد درجہ قابل اعتماد ہستی کے ہیں۔ اس بات کی شہادت کے لئے کہ مجھے ایک خاص قسم کی دانائی عطا کی گئی ہے اور یہ کہ اس دانائی کی نوعیت کیا ہے' میں ڈیلفی کے خدا کی گواہی پیش کرتا ہوں۔ آپ لوگ میرا خیال ہے' شیف ران کو جانتے ہیں۔ وہ میرا بچپن کا دوست تھا۔ حالیہ جمہوری حکومت میں آپ کے ساتھ شریک رہا۔ آپ کے ساتھ اس نے ہجرت کی اور آپ ہی کے ساتھ واپس آیا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ وہ کیسا آدمی تھا۔ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا اسے پوری تندہی سے کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ ڈیلفی گیا اور جرات کر کے اس نے اس مسئلہ کے بارے میں کاہن سے پوچھا۔ حضرات! میں آپ سے پھر کہوں گا مجھے مت ٹوکیے گا۔ اس نے پوچھا کیا کوئی مجھ سے زیادہ عقل مند ہے تو پائتھیا کی کاہنہ نے کہا مجھ سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں۔ اس بات کی حقیقت کا گواہ یہاں شیف ران کا بھائی ہے کیونکہ شیف ران کا تو انتقال ہو چکا ہے۔

یہ بات میں آپ کو اس لئے سنا رہا ہوں کہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میرے خلاف عداوت کیسے پیدا ہوئی؟ کہانت کی بات سننے کے بعد میں اس کی حکمت پر غور کرتا رہا۔ میں خدا کے جواب کے کیا معنی سمجھوں؟ اس پہیلی کا کیا مطلب ہے؟ مجھے معلوم نہیں کہ مجھ میں دانائی تھوڑی ہے یا زیادہ؟ پھر یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ میں سب سے زیادہ عقل مند ہوں؟ میں یہ تو نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے کیونکہ خدا کی فطرت میں جھوٹ نہیں۔ عرصہ تک اسی مخمصے میں رہا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ پھر کافی ہچکچاہٹ کے بعد میں نے اس سوال کا جواب اس نہج پر تلاش کرنا شروع کیا کہ میں ایک صاحب کے پاس گیا جو بڑے دانشور مشہور تھے۔ ذہن میں خیال تھا کہ اگر میں کہیں کہانت کی بات غلط ثابت کر سکتا ہوں تو وہ یہی جگہ ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ اے رب! تو نے کہا تھا کہ میں سب سے عقل مند ہوں پر اب دیکھ یہاں ایک ایسا ہے جو مجھ سے بھی عقل مند ہے۔ لیکن جب میں نے اس شخص سے مباحثہ کیا' اسے جانچا اور پرکھا..... حضرات یہاں ضروری نہیں کہ میں اس شخص کا نام لوں بس اتنا کافی ہے کہ وہ ہمارے سیاست دانوں میں سے ایک صاحب تھے جن کے ساتھ مجھے سابقہ پیش آیا..... تو مجھے احساس ہوا کہ یہ شخص عام لوگوں کی نظروں میں اور شاید اپنی نظروں میں اور بھی زیادہ عقل مند بنتا ہے جبکہ حقیقت میں عقل مند نہیں۔ اس پر جب میں نے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ خود کو عقل مند سمجھتا ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں تو میں اس کے اور اس کے دیگر ساتھیوں کے لئے' جو وہاں موجود تھے' ایک قابل نفرت ہستی بن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ جب میں وہاں سے چلا تو میں نے اپنے آپ سے کہا' میں اس شخص سے زیادہ عقل مند ہوں۔ وہ یوں کہ ممکن ہے ہم دونوں ہی جمال حقیقی اور خیر اصلی سے بے خبر ہوں پر وہ سمجھتا ہے کہ وہ جانتا ہے جبکہ اسے کچھ علم نہیں' لیکن میں جانتا ہوں کہ میں نہیں جانتا۔ اس لئے میں زیادہ عقل مند ہوں چاہے اس چھوٹے سے معاملے ہی میں کہ جو کچھ میں نہیں جانتا اس بارے میں یہ نہیں سمجھتا کہ جانتا ہوں۔ اس کے بعد میں ایک اور صاحب کے پاس گیا جو ان سے بھی بڑے دانشور مشہور تھے۔ یہاں بھی یہی معاملہ پیش آیا اور میں اس کے اور اس کے ساتھیوں کے لئے بھی قابل نفرت بن گیا۔

اس کے بعد میں کئی لوگوں کے پاس باری باری گیا۔ مجھے اس کا بہت رنج اور دکھ تھا کہ میں اس طرح سے اپنے لئے نفرت پیدا کر رہا ہوں۔ لیکن خدا کی منشاء جاننے کے لئے یہ ضروری تھا اور یہی میری پہلی ترجیح تھی۔ کہانت کے معنی جاننے کے لئے یہ بہت ضروری تھا کہ میں ان لوگوں سے ملوں جو کچھ بھی جاننے کی شہرت رکھتے ہیں۔ حضرات! میں قسمیہ کہتا ہوں' کیونکہ آپ کو اس سچائی سے آگاہ کرنا ضروری ہے' میرا تجربہ یہ تھا کہ جب میں لوگوں سے خدا کی طرف سے تفویض کردہ اس مشن کے سلسلے میں ملا تو وہ جن کو بڑا دیوقامت سمجھا جاتا تھا اصل میں بونے تھے جبکہ وہ جن کو کمتر سمجھا تھا' حقیقت میں ان سے افضل تھے۔

حضرات! میرے لئے اپنی تلاش حقیقت کی داستان آپ کو سنانا ضروری ہے۔ میں اس راہ میں سخت صعوبتوں سے گزرا ہوں' صرف اس لئے کہ اللہ کا فرمان سچا ثابت ہو۔ سیاست دانوں کے بعد شاعروں کے پاس گیا' المیہ نگاروں اور مجذوب شعرا کے پاس اور باقی سب کے پاس بھی' اس خیال سے کہ میں ضرور ان کے مقابلے میں' خود میں' کچھ کم علم پاؤں گا۔ چنانچہ میں نے ان کی وہ نظمیں جو میرے خیال میں بہت مشہور تھیں' لیں اور ان کا مطلب پوچھا۔ یقین کیجئے حضرات مجھے آپ کو یہ حقیقت بتاتے ہوئے شرم آتی ہے کہ آس پاس کھڑے ہوئے تقریباً تمام لوگوں کو ان کا مفہوم ان کے لکھنے والوں سے زیادہ معلوم تھا۔ یہ شاعروں کا حال تھا۔ مجھے کچھ ہی دیر میں معلوم ہو گیا کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ دانائی کے سبب سے نہیں بلکہ قدرتی عطیے اور شدت تاثر کی وجہ سے لکھا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے پیشین گو اور دیوانے' بہت سے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کا مطلب انہیں خود بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ایسے ہی کسی اثر کے تحت شاعر بھی لکھتے ہیں اور اپنی اس قابلیت کے سبب سے وہ اپنے آپ کو دیگر معاملات میں بھی نہایت عقل مند خیال کرتے ہیں جبکہ ان میں عقل مند ہوتے نہیں۔ چنانچہ میں ان کے ہاں سے بھی یہ سوچ کر چلا آیا کہ جیسے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاست دانوں سے برتر ہوں ویسے ہی ان سے بھی۔

آخر کار میں آرٹسٹوں کے پاس گیا۔ یہاں مجھے اپنی کم علمی کا پورا احساس تھا۔ دوسری جانب اس کا بھی پختہ یقین تھا کہ انہیں جمال وخوبصورتی کے مسئلہ میں بڑا عالم پاؤں گا۔ یہاں مجھے غلطی بھی نہیں ہوئی وہ جانتے تھے اور میں نہیں جانتا تھا اور اس معاملے میں وہ مجھ سے عقل مند تھے۔ لیکن عزیزان من! میں نے دیکھا کہ اچھے آرٹسٹ بھی وہی غلطی کر رہے ہیں جو شاعروں نے کی۔ یعنی ہر ایک چونکہ اپنے فن میں بہت اچھا تھا اس لئے سمجھتا تھا کہ دیگر معاملات میں بھی نہ صرف سمجھ دار ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی سمجھ دار ہے۔ اس غلطی نے اس علم کو جو وہ واقعتاً رکھتے تھے' دھندلا رکھا تھا۔ آخر میں نے اپنے آپ سے کہانت کے نام پر پوچھا آیا مجھے ان لوگوں جیسا ہو جانا چاہیے کہ ان جیسی عقل اور ان جیسی جہالت دونوں ہی مجھ میں آجائیں یا مجھے ایسے ہی رہنا چاہیے جیسا کہ میں ہوں' نہ ان جیسا عقل مند' نہ ان جیسا جاہل' تو جو جواب میں نے پایا وہ یہ تھا کہ مجھے ایسا ہی رہنا چاہیے جیسا کہ میں ہوں۔

اس تلاش حقیقت کے سلسلے میں' حضرات! میرے خلاف سخت نفرت پیدا ہو گئی جو اس قدر کڑوی کسیلی تھی کہ اس نے بہت سی بے بنیاد باتوں کو جنم دے دیا۔ اسی نے مجھے عقل مند کا خطاب دیا۔ جب میں کسی دوسرے کی جہالت کو آشکار کرتا تو آس پاس کھڑے ہوئے لوگ سمجھتے کہ میں ان معاملات میں بڑا سمجھ دار ہوں لیکن حضرات! یہ خدا ہی ہے جو اصل دانا اور عقل مند ہے۔ اس کہانت سے اصل میں یہ دکھانا مقصود تھا کہ انسانی عقل ودانائی کی حیثیت کچھ بھی نہیں یا بہت تھوڑی ہے۔ کہانت میں گو سقراط کا ذکر تھا مگر وہ میرا نام محض مثال کے طور پر استعمال کر رہا تھا۔ گویا یوں کہہ رہا ہو لوگو دیکھو! تمہارے اندر کا سب سے عقل مند شخص' جیسا کہ سقراط ہے' کی حیثیت بھی دانائی کے معاملے میں کچھ نہیں۔ چنانچہ میں آج بھی خدا کے حکم کے مطابق ہر اس شخص کے پاس جاتا ہوں جس کے بارے میں مجھے گمان ہوتا ہے کہ وہ عقل مند ہے' چاہے وہ ملکی ہو یا غیر ملکی۔ اس سے سوالات کرتا ہوں' اسے جانچتا ہوں اور پھر اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ ایسا نہیں ہے تو میں اسے سب کے سامنے آشکار کرتا ہوں تا کہ خدا کی بات سچی ہو کہ اصل دانا انسان نہیں ہے۔

اس کام نے مجھے اتنا مصروف رکھا ہے کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں ریاست کے لئے کوئی قابل ذکر یا اپنی ذات کے لئے کسی کام کو کر سکوں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس خدمت خداوندی کے سبب سے انتہائی غربت میں رہتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایسا بھی ہوا ہے کہ امیر گھرانوں کے نوجوان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے پاس فرصت ہی فرصت ہے' اپنی رضا و رغبت سے میری پیروی کرتے ہیں۔ وہ مجھے ایسے لوگوں کا امتحان لیتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور پھر خود بھی میری نقل میں' دوسروں کو ایسے ہی تیکھے سوالات سے پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے ان کو بہت سے ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو کچھ جاننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر حقیقت میں بہت کم یا بالکل نہیں جانتے۔ یہ لوگ' جن کا نوجوان یوں امتحان لیتے ہیں' اپنے پر خفا ہونے کی بجائے مجھ پر خفا ہوتے ہیں اور کہتے ہیں سقراط بڑا ضرر رساں آدمی ہے اور نوجوانوں کو خراب کر رہا ہے۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ نوجوانوں کو کس طرح سے اور کیا سکھا کر خراب کر رہا ہے تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ وہ علم نہیں رکھتے لیکن اس بات کو تسلیم کرنے کی بجائے کہ وہ جانتے نہیں ہیں' وہ تمام فلسفیوں کے خلاف جھوٹ کا پنڈورا بکس کھول دیتے ہیں۔ تحت زمین کی باتیں اور آسمانوں سے اوپر کی شاعری' دہریئے' غلط بات کو دلیل سے صحیح کرنے والے، یہ سب کہیں گے لیکن سچ نہیں کہیں گے کہ اصل میں مدعی علم بنتے تھے لیکن دعویٰ علم کا بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوڑ دیا گیا۔ یہ لوگ جو تعداد میں کافی ہیں' زور آور بھی ہیں اور طالع آزمائی کا شوق بھی رکھتے ہیں' تب سے میرے خلاف جھوٹ اور فریب سے بھری باتیں بناتے آئے ہیں اور آپ کے کانوں کو مسلسل انہیں جھوٹی باتوں سے بھرتے آئے ہیں۔ انہی لوگوں سے میلی ٹاس' اینی ٹاس اور لائی کان نے میرے خلاف محاذ بنایا ہے۔ میلی ٹاس شاعروں کی توہین کی بناء پر ناراض ہے جبکہ اپنی ٹاس سیاست دانوں اور فنکاروں اور لائی کان مقرروں کی بناء پر خار کھائے بیٹھا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں' مجھے حیرانی ہوگی اگر اتنے تھوڑے سے وقت میں میں اپنے خلاف اس جھوٹ کو جواب بڑھ کر پہاڑ بن چکا ہے' ختم کرنے میں کامیاب ہو سکوں۔ تاہم عزیزان شہر! اصل حقیقت یہی ہے جو میں نے آپ کو بتائی ہے۔ میں نے اس میں کوئی چھوٹی یا بڑی چیز آپ سے چھپائی نہیں۔ مجھے یقین ہے میری صاف گوئی ہی میری ملامت کا سبب بنی ہے۔ یہ نفرت ہی اس کا ثبوت ہے کہ میں سچ کہتا ہوں۔ یہی مجھ پر الزام تراشیوں کا سبب ہے' یہی میرے خلاف مقدمے کی اصل بنیاد ہے۔ اگر آپ آج یا مستقبل میں کبھی معاملے کی تہہ پر غور کریں گے تو ضرور جان جائیں گے کہ اصل قصہ یہی ہے۔

یہ جواب ان الزامات کے بارے میں جو میرے پرانے الزام تراشوں نے لگائے تھے' آپ کے لئے کافی ہونا چاہیے۔ اب میں کوشش کروں گا کہ میلی ٹاس جو خود کو محب وطن کہتا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر نئے الزام تراشوں کے جواب میں اپنی صفائی پیش کروں۔ آئیے ان لوگوں کی لگائی ہوئی فرد جرم ایک دفعہ پھر دیکھیں جو الزام تراشوں کا گویا ایک نیا گروہ ہے۔ یہ الزام بنیادی طور پر یہ ہے کہ سقراط مجرم ہے' اول اس سبب سے کہ نوجوانوں کو گمراہ کر رہا ہے اور دوم' اس وجہ سے ریاست کے معروف خداؤں پر اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ کچھ خداؤں پر یقین رکھتا ہے۔ یہ ہے ان الزامات کی نوعیت۔ اب آیئے ان میں سے ہر ایک کا ترتیب سے جائزہ لیں۔ پہلا الزام یہ ہے کہ میں نوجوانوں کو گمراہ کر رہا ہوں لیکن حضرات گرامی! میں کہوں گا کہ میلی ٹاس خود اس گناہ کا مجرم ہے۔ وہ لوگوں پر غیر سنجیدگی سے مقدمات دائر کر کے اہم باتوں کو کار طفلاں بنا رہا ہے۔ وہ ان معاملات کے بارے میں بڑا جذباتی اور حساس بنتا ہے جن کے بارے میں اس نے شاید ایک دفعہ بھی سنجیدگی سے نہیں سوچا۔ میں آپ کو دکھاؤں گا کہ معاملہ اصل میں یہی ہے۔ میلی ٹاس! ذرا تشریف لاؤ اور مجھے بتاؤ کیا تم دل سے نہیں چاہتے کہ نوجوان اتنے اچھے ہوں جس قدر کہ ممکن ہے؟

میلی ٹاس: یقیناً میں چاہتا ہوں۔

سقراط: تو پھر عدالت کو بتاؤ کون ہے جو انہیں اچھا بناتا ہے؟ اس بات کا تو تمہیں ضرور علم ہونا چاہیے کیونکہ تمہارا شغل ہی یہ ہے۔ تمہی نے مجھے ان کے ایک گمراہ کردہ کی حیثیت سے ڈھونڈھ نکالا پھر یہاں بھری عدالت میں مجھ پر یہ الزام لگایا۔ تو اب بتاؤ کون ہے جو ان کی اصلاح کرتا ہے' انہیں اچھا بناتا ہے؟ میلی ٹاس تم چپ کیوں ہو' بولتے کیوں نہیں؟ کیا تمہیں اپنی خاموشی پر شرمندگی نہیں اور کیا یہ اس بات کا واضح ثبوت نہیں جو میں نے ابھی کہی ہے کہ تم نے ان معاملات پر کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ میرے دوست بتاؤ تو کون ہے جو ان کی اصلاح کرتا ہے؟

میلی ٹاس: قوانین

سقراط: حضرات میں نے یہ تو نہیں پوچھا۔ میں پوچھ رہا ہوں کون شخص ہے؟ چلو پہلے قدم کے طور پر یہی بتاؤ کہ ان قوانین کے جاننے والے کون لوگ ہیں؟

میلی ٹاس: یہاں پر موجود جج صاحبان

سقراط: تمہارا مطلب ہے کہ یہ نوجوانوں کی اصلاح اور تربیت کرنے کے اہل ہیں۔

میلی ٹاس: یقیناً

سقراط: کیا سب کے سب یا ان میں سے بعض اہل ہیں اور بعض نااہل؟

میلی ٹاس: سب کے سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سقراط: بخدا یہ تو تم نے بڑی خوش خبری سنائی کہ ہمارے پاس تربیت کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ اچھا یہ بتاؤ ان کے علاوہ اور کون لوگ ہیں؟ کیا آس پاس کھڑے ہوئے لوگ بھی ان کی اصلاح کرتے ہیں؟

میلی ٹاس: ہاں یہ لوگ بھی اصلاح کرتے ہیں۔

سقراط: اور سینیٹرز؟

میلی ٹاس: سینیٹرز بھی۔

سقراط: اور جو اسمبلی میں بیٹھے ہیں وہ نوجوانوں کو خراب کرتے ہیں یا ان کی اصلاح کرتے ہیں؟

میلی ٹاس: وہ بھی ان کی اصلاح کرتے ہیں۔

سقراط: اس سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ایتھنز میں' میرے سوا' سب لوگ ان کو اچھا اور نیک بنا رہے ہیں اور اکیلا میں ہوں جوان کو خراب کر رہا ہوں۔ کیا تم یہی ثابت کرنا چاہ رہے ہو۔

میلی ٹاس: بالکل' میں یہی ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

سقراط: تم نے مجھے بڑا ہی بدقسمت بنا دیا۔ اچھا یہ بتاؤ کیا یہی اصول گھوڑوں کے معاملے میں بھی درست ہے کہ تمام لوگ انہیں سدھانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ ایک انہیں خراب کرتا ہے یا اس کے برعکس ایک یا زیادہ سے زیادہ چند لوگ جنہیں سائیس کہتے ہیں' انہیں سدھانے والے ہوتے ہیں اور زیادہ تر لوگ ایسے ہیں کہ اگر گھوڑوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے تا کہ وہ انہیں سدھا کر قابل استعمال بنائیں تو وہ انہیں خراب کر ڈالیں گے۔ میلی ٹاس کیا یہی بات گھوڑوں اور تمام دوسرے جانوروں کے بارے میں درست نہیں؟۔ صاف ظاہر ہے بالکل درست ہے چاہے تم اینی ٹاس مانو یا نہ مانو۔ نوجوان کتنے خوش قسمت ہیں کہ انہیں خراب کرنے والا صرف ایک ہے اور باقی سب ان کی اصلاح کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے میلی ٹاس کہ یہی امر واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ تم نوجوانوں کے معاملے میں کبھی بھی سنجیدہ نہیں رہے اور یہی اس کا نہایت واضح ثبوت بھی ہے کہ جس بناء پر مجھے مجرم ٹھہراتے ہو' خود تمہیں اس کی رتی برابر پرواہ نہیں۔

ایک سوال اور ہے میلی ٹاس، خدا کے لئے اس کا ضرور جواب دو کہ اچھے لوگوں کے درمیان رہنا اچھا ہے یا برے لوگوں کے درمیان؟ میرے عزیز بتاؤ۔ یہ کوئی مشکل سوال نہیں ہے' کیا برے لوگ اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتے اور اچھے لوگ ان سے بھلائی نہیں کرتے؟

میلی ٹاس: یقیناً ایسا ہی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سقراط: کیا کوئی اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے فائدہ کی بجائے نقصان اٹھانا پسند کرتا ہے؟
حضرت جواب دو قانون تقاضا کرتا ہے کہ تم جواب دو کہ کوئی فائدہ کی بجائے نقصان اٹھانا پسند کرتا ہے؟
میلی ٹاس: یقیناً نہیں۔
سقراط: چلو اب یہ بتاؤ کہ تم نے مجھ پر جو نوجوانوں کو خراب کرنے کا الزام لگایا ہے تو کیا یہ کام میں انجانے میں کر رہا ہوں یا جان بوجھ کر؟
میلی ٹاس: میں کہتا ہوں تم جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہو۔
سقراط: آہ میرے عزیز میلی ٹاس میں ایک بوڑھا شخص ہوں اور تم جوان' پھر بھی تم مجھ سے کس قدر عقل مند ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ برے لوگ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اچھے لوگ فائدہ' لیکن مجھے دیکھو! اتنا بھی معلوم نہیں کہ اگر میں نے اپنے کسی ساتھی کو برا بنایا تو اس کا نقصان مجھے ہی پہنچے گا اور بقول تمہارے سب کچھ جان بوجھ کر کر رہا ہوں۔ میں نہیں مانتا۔ میلی ٹاس دنیا میں کوئی بھی اسے نہیں مانے گا۔ سیدھی سی بات ہے یا تو میں نوجوانوں کو خراب نہیں کر رہا یا اگر کر رہا ہوں تو غیر شعوری طور پر اور دونوں صورتوں میں تم جھوٹے ہو۔ اگر میں انجانے میں یہ کام کر رہا ہوں تو اس انجانے جرم کی سرزدگی پر مجھے کسی قانون کے تحت عدالت میں نہیں بلایا جا سکتا تھا۔ اس کے برعکس طریقہ یہ تھا کہ تم مجھے الگ سے مل کر سمجھاتے اور تنبیہہ کرتے تاکہ جس کام کو میں انجانے میں کر رہا ہوں سمجھ آ جانے کے بعد اسے ترک کر دوں۔ لیکن تم ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے بجائے اس کے کہ تم مجھے مل کر سمجھاتے' تم مجھے عدالت میں لے آئے جہاں انہیں کو بلایا جاتا ہے جنہیں سزا دینی مقصود ہوتی ہے' انہیں نہیں جنہیں سمجھانا مطلوب ہو۔

اصل میں' حضرات گرامی! یہ واضح ہے کہ میلی ٹاس نے ان معاملات پر جیسا کہ میں نے پہلے کہا' کبھی تھوڑا سا بھی سوچ بچار نہیں کیا۔ چلئے یوں ہی سہی۔ میلی ٹاس صاحب! ذرا مہربانی کر کے یہ بھی بتا دو کہ میں نوجوانوں کو کیسے خراب کر رہا ہوں؟ کیا ایسے جیسا تم نے اپنی چارج شیٹ میں کہا ہے کہ وہ شہر کے معروف خداؤں پر اعتقاد نہ رکھیں بلکہ کچھ اور خداؤں پر ایمان لائیں؟ تمہارا مطلب ہے کیا یہ سکھا کر میں انہیں خراب کر رہا ہوں؟
میلی ٹاس: بالکل میں یہی کہتا ہوں اور اس میں کچھ بھی غلط نہیں۔
سقراط: میلی ٹاس ان خداؤں کے نام پر ہی سہی جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں' مجھے اور دیگر حضرات کو جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں موجود ہیں' صاف لفظوں میں بتاؤ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیونکہ میں سمجھ نہیں پایا کہ آیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں لوگوں کو بعض خداؤں پر ایمان رکھنے کی دعوت دیتا ہوں جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں خود بھی ان خداؤں پر ایمان رکھتا ہوں لہٰذا دہریہ نہیں ہوں اور نہ ہی اس سبب سے مورد الزام ہوں لیکن یہ خدا' جن پر میں لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں وہ نہیں ہیں جن پر ریاست کا ایمان ہے بلکہ ان سے مختلف ہیں اور کیا اسی سبب تم مجھے مجرم ٹھہرا رہے ہو کہ میرا ایمان مختلف خداؤں پر ہے یا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خداؤں پر سرے سے ایمان ہی نہیں رکھتا اور یہی دوسروں کو سکھا رہا ہوں۔

میلی ٹاس: ہاں! میں یہی کہتا ہوں۔ تم سرے سے خداؤں کو مانتے ہی نہیں۔

سقراط: میرے عجیب وغریب دوست میلی ٹاس! یہ انکار کہاں تک ہے؟ کیا میں دوسروں کی طرح چاند اور سورج کو خدا نہیں مانتا؟

میلی ٹاس: بالکل نہیں۔ جج صاحبان' میں زیوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ ان پر بالکل ایمان نہیں رکھتا۔ یہ کہتا ہے سورج پتھر ہے اور چاند مٹی۔

سقراط: میرے دوست میلی ٹاس! کیا تمہارے سامنے انکساغورث کھڑا ہے؟ کیا تم اسے مجرم بنا رہے ہو یا تم یہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو احمق اور جاہل سمجھتے ہو کہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو خیالات تم مجھ سے منسوب کر رہے ہو' حقیقت میں کلازومینی کے انکساغورث کے ہیں جس کی کتابیں ایسی باتوں سے بھری پڑی ہیں۔ کیا نوجوان یہ باتیں مجھ سے سیکھتے ہیں؟ وہ زیادہ سے زیادہ ایک ڈرامے کا ٹکٹ لے کر آرکسٹرا میں جا سکتے ہیں اور وہاں اگر کوئی کردار یہ کہے کہ یہ باتیں خصوصاً یہ نظریہ سقراط کا ہے تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔ زیوس کی قسم کیا تمہارا خیال ہے کہ میں خداؤں کو سرے سے مانتا ہی نہیں۔

میلی ٹاس: مجھے قسم ہے زیورس کی تم کہتے ہو کوئی خدا سرے سے ہے ہی نہیں۔

سقراط: اس پر تو کوئی بھی یقین نہیں کرے گا میلی ٹاس اور مجھے شک ہے تمہیں خود بھی اس پر یقین نہیں ہے! حضرات یہ شخص غنڈہ اور نہایت بدتمیز شخص محسوس ہوتا ہے جس نے جوانی کے اندھے جوش میں یہ الزام عائد کر ڈالا۔ یہ اس شخص کی مانند ہے جو ایک معمے کے ذریعے میرا امتحان لینا چاہتا ہے۔ یہ معمہ کچھ یوں ہے کہ کیا یہ عقل مند سقراط میری تضاد بیانی کا اندازہ لگا لے گا یا میں اسے اور دیگر سننے والوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ کیونکہ یہ شخص یوں محسوس ہوتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے لگائے ہوئے الزام میں صریح تضاد نہیں رکھتا' مگر خداؤں پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اصل میں یہی کھیل ہے جو یہ کھیل رہا ہے۔

حضرات! میرے ساتھ آیئے میں اس سے سوالات کرتا ہوں اور ہم مل کر اس کے بیان کی لغویت کی' جو مجھے محسوس ہوتی ہے' جانچ کرتے ہیں۔ تم میلی ٹاس' مجھے جواب دو اور آپ حضرات' براہ کرم یہ یاد رکھئے' جو میں نے آپ سے شروع میں کہا تھا کہ اگر میں اپنے معمول کے انداز میں بات کروں تو شور نہ مچایئے گا۔ کیا کوئی شخص میلی ٹاس پہ یقین رکھ سکتا ہے کہ انسانوں سے متعلقہ اشیاء تو موجود ہیں مگر انسان کا سرے سے وجود ہی نہیں؟ حضرات! میری خواہش ہے کہ میلی ٹاس ہی جواب دے۔ براہ کرم اسے بار بار مت ٹوکیئے۔ کیا کوئی یقین رکھ سکتا ہے کہ گھوڑوں سے متعلقہ اشیاء تو موجود ہیں لیکن گھوڑے نہیں' بانسری بجانے والی چیزیں تو ہیں مگر بانسری بجانے والا نہیں؟ میرے دوست اگر تم جواب نہیں دینا چاہتے تو تمہاری خاطر میں' تمہیں اور باقی سب کو بھی جو یہاں موجود ہیں' جواب دیئے دیتا ہوں کہ نہیں ایسا کوئی نہیں۔ لیکن میرے اگلے سوال کا تمہیں ضرور جواب دینا ہے کیا ایسا کوئی شخص ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ خداؤں سے متعلقہ اشیاء تو موجود ہیں لیکن خدائی ہستیاں موجود نہیں۔

میلی ٹاس: نہیں ایسا کوئی نہیں۔

سقراط: تم نے جواب دے کر مجھے خوش کر دیا ہے اگرچہ یہ جواب عدالت کے مجبور کرنے پر ہی دیا ہے تم نے اعتراف کیا ہے کہ میں خدائی چیزوں پر خواہ وہ نئی ہیں یا پرانی لیکن بہرحال خدائی چیزیں ہیں' اعتقاد رکھتا ہوں اور یہی سکھاتا بھی ہوں۔ تمہارے اپنے الفاظ کے مطابق' جن پر تم نے اپنے الزامی بیان میں حلف اٹھایا ہے۔ میں ان پر ایمان رکھتا ہوں تو یہ بھی ضروری ہے کہ میں خدائی ہستیوں پر بھی ایمان رکھوں۔ کیا یہ درست نہیں؟ یقیناً یہی درست ہے! تم جواب نہیں دیتے تو میں اسے تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں گا۔ اچھا کیا ہم ان خدائی ہستیوں کو خدا یا خدا کے بیٹے خیال نہیں کرتے؟ جواب دو ہاں یا ناں؟

میلی ٹاس: ہاں میں کرتا ہوں۔

سقراط: گویا تم اعتراف کر رہے ہو کہ میں خدائی ہستیوں پر یقین رکھتا ہوں اور یہ خدائی ہستیاں جیسا کہ تم نے کہا ایک طرح کے خدا ہیں۔ میں نے پہلے کہا تھا کہ تمہارا الزام ایک کھیل اور معمے سے کم نہیں اور اب میں اس کا ثبوت بھی دیتا ہوں پہلے تم کہتے ہو میں خداؤں پر اعتقاد نہیں رکھتا' پھر کہتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کہ رکھتا ہوں کیونکہ خدائی ہستیوں کو مانتا ہوں۔ پر اگر خدائی ہستیاں' خداؤں کی ناجائز اولادیں ہیں' جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے' تو ایسا کون ہے جو یہ سمجھے کہ خداؤں کی اولادیں تو ہیں مگر خدا نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی یہ مانے کہ گھوڑوں اور گدھوں کے بچے تو ہوتے ہیں مگر گھوڑے گدھے نہیں ہوتے۔ اصل میں میلی ٹاس یہ الزام لگاتے وقت تمہاری نیت یہی تھی کہ تم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اس معاملے میں کہاں تک کھل کھیل سکتے ہو یا پھر تمہارے پاس الزام لگانے کے لئے کوئی صحیح بات ہی نہیں تھی۔ کیونکہ تم کسی بھی شخص کو جو ذرہ برابر بھی شعور رکھتا ہے' یہ باور نہیں کرا سکتے کہ ایک شخص روحانی اور خداؤں سے متعلقہ چیزوں پر تو اعتقاد رکھے لیکن خدائی ہستیوں اور خداؤں کے وجود کو نہ مانے۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔

بہر حال حضرات! میں میلی ٹاس کے لگائے ہوئے الزامات کے تحت تو قطعاً مجرم نہیں ہوں اس سلسلے میں اس سے زیادہ صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ تاہم میں نے کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ بہت سے لوگوں کو مجھ سے دلی نفرت ہے۔ آپ یقین کیجئے' حقیقت یہ ہے کہ مجھے اگر کوئی چیز مجرم ٹھہرائے گی تو وہ میلی ٹاس یا اینی ٹاس نہیں بلکہ یہی نفرت و عداوت ہے جو اکثر لوگ میرے خلاف رکھتے ہیں۔ اسی چیز نے مجھ سے پہلے بہت سے صالح لوگوں کو بدکردار ٹھہرایا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آج یہ عمل رک جائے اور یہی معاملہ پھر نہ دہرایا جائے۔ شاید آپ میں سے کوئی یہ کہہ اٹھے کہ سقراط پھر کیا یہ باعث ندامت نہیں کہ تم نے ایک ایسا طرز عمل اختیار کئے رکھا جس کے نتیجے میں آج موت کی تلوار سر پر لٹک رہی ہے؟ اس طرح کے کسی صاحب کے سوال کا میرے پاس بڑا معقول جواب ہے کہ میرے عزیز اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ایک شخص کو جس میں اچھائی کی رمق بھی باقی ہے، زندگی و موت کا حساب رکھنا چاہیے تو تم نے صحیح نہیں سمجھا۔ ایسے شخص کو اگر وہ کسی کام میں مصروف ہے تو صرف اس کی فکر ہونی چاہیے آیا صحیح کر رہا ہے یا غلط اور یہ کہ اس کا عمل صالحین جیسا ہے یا اشرار جیسا کیونکہ اس دلیل کے مطابق تو وہ ہیرو جو جنگ ٹراجن میں مر گئے' بڑے بدنصیب ٹھہرے بالخصوص تھیٹیز کا بیٹا اکلیز جس نے ذلت سے زندہ رہنے کے مقابلے میں خطرات کا سامنا کرنا پسند کیا۔ جب اس نے ہیکٹر کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی ماں نے جو خود بھی ایک دیوی تھی کہا اور اگر مجھے صحیح یاد ہے تو اس نے کہا "میرے بیٹے اگر تو نے اپنے دوست پیٹروکلس کے قتل کا بدلہ لے لیا اور ہیکٹر کو مار ڈالا تو خود بھی مارے جاؤ گے کیونکہ ہیکٹر کے فوراً بعد تمہاری باری ہے" اس نے پیشین گوئی سننے کے بعد بھی موت کو اہمیت نہیں دی اور یہ پسند نہیں کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ایک ایسے بزدل آدمی کی طرح زندہ رہے جو اپنے دوست کا بدلہ نہ لے سکا۔ ''موت بے شک آئے'' اس نے کہا ''لیکن میں مجرم کو سزا ضرور دوں گا۔ میں یہاں ٹوٹے ہوئے جہازوں کے تختوں پر ایک مذاق اور دھرتی کے سینے پر بوجھ بن کر زندہ رہنا نہیں چاہتا'' کیا آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس نے خطرات و موت کو کوئی اہمیت دی تھی؟

حضرات! اصل میں بات یہ ہے کہ جب بھی کوئی اپنے آپ کو کسی اہم محاذ پر متعین کر لیتا ہے' چاہے وہ خود سے یہ سمجھتا ہو کہ اسی جگہ پر کھڑے رہنا اس کے لئے صحیح ہے یا اس کا کپتان اسے اس مقام پر لا کھڑا کرے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے پیچھے ہٹنے اور پسپائی کی ذلت کے مقابلے میں بہر حال اپنی جگہ پر ہی کھڑے رہ کر ڈیوٹی انجام دیتے رہنا چاہئے' چاہے خطرات کیسے ہی کیوں نہ ہوں اور سامنے موت ہی کیوں نہ آن کھڑی ہو۔

ایتھنز کے شہریو! کیا ایسا کرنا میرے لئے عجیب نہ ہوگا کہ میں پاٹی ڈایا، ایمفی پولس اور ڈیلی این میں ان محاذوں پر تو ڈٹا رہا جہاں مجھے میرے کپتانوں نے' جنہیں آپ لوگوں نے چنا تھا' کھڑا کیا تھا۔ وہاں میں دوسروں کے ساتھ موت کا سامنا کرتا رہا لیکن جس محاذ پر مجھے خدا نے کھڑا کیا' جیسا کہ میرا یقین و اعتقاد ہے اور مجھے یہ ذمہ داری سونپی کہ اپنی زندگی تلاش حقیقت میں صرف کروں' اپنے آپ کو بھی جانچوں' دوسروں کا بھی امتحان لوں' تب خطرے اور موت کو سامنے پا کر میں اس محاذ سے پسپا ہو جاؤں؟ یقیناً ایسا کرنا بہت عجیب ہوگا۔ تب اگر کوئی شخص مجھے ملزم قرار دے کر عدالت میں لے آئے اور یہ الزام لگائے کہ یہ شخص خدا پر یقین نہیں رکھتا کیونکہ اس نے کہانت کی بات کا یقین نہیں کیا' موت سے ڈر گیا' سمجھا کہ عقل مند و دانا ہے جبکہ حقیقتاً نہیں ہے تو وہ واقعی حق بجانب ہوگا کیونکہ موت سے ڈرنے کا مطلب عزیزان من' اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ آپ یہ سمجھیں کہ بڑے عقل مند ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ وہ اس لئے کہ آپ کا گمان ہے کہ وہ کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ فی الواقع آپ نہیں جانتے۔ کوئی نہیں جانتا کہ موت کیا ہے؟ شاید یہ انسان کے لئے ایک عظیم الشان نعمت ہی ہو لیکن لوگ موت سے یوں ڈرتے ہیں جیسے یہ ان کے لئے بد ترین مصیبت ہے۔ یہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہی پرانی جہالت کہ آپ سمجھتے ہیں کہ جانتے ہیں مگر نہیں جانتے۔

حضرات میں شاید بہت سے لوگوں سے اس معاملے میں بھی قدرے مختلف ہوں اور دوسروں کے مقابلے میں اگر مجھے کچھ دعویٰ دانائی ہے تو اسی پہلو سے ہے کہ میں جانتا ہوں کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری دنیا کے احوال کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ خدا کی اور اپنے سے بہتر لوگوں کی نافرمانی کرنا' بری اور بے حیائی کی بات ہے۔تب ان برائیوں کے خوف سے جن کا برا ہونا مجھے اچھی طرح معلوم بھی ہے میں موت کا سامنا کرنے سے نہ گھبراؤں گا نہ کتراؤں گا جو عین ممکن ہے میرے لئے ایک نعمت ہی ہو۔ چنانچہ اگر آپ حضرات مجھے بری کر دیں اور اینی ٹاس کی بات رد کر دیں۔۔۔آپ کو یاد ہے اس نے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا تھا یا تو مجھے عدالت میں سرے سے لایا ہی نہ جاتا اور اب جبکہ مجھے عدالت میں لایا جا چکا ہے' تب سزائے موت سے کم کوئی سزا میرے لئے مناسب نہیں ہے' کیوں؟ اس لئے کہ اگر آج میں چھوڑ دیا جاتا ہوں تو آپ کے بچے فوراً ہی وہی کرنا شروع کر دیں گے جو سقراط سکھاتا ہے اور سب کے سب گمراہ ہو جائیں گے۔اس کے جواب میں آپ حضرات کی طرف سے اگر یہ کہا جائے کہ سقراط! اس بار ہم اینی ٹاس کی بات نہیں مانتے اور تمہیں اس شرط پر رہا کرتے ہیں کہ تم اپنا وقت تلاش حقیقت اور فلسفہ میں صرف کرنا بند کر دو اور یہ کہ اگر تم پھر ایسا کرتے ہوئے پائے گئے تو موت کی سزا کے مستحق ٹھہرو گے۔اگر آپ مجھے ان شرائط پر رہا کریں گے تو اے اہل شہر میرا جواب یہ ہے کہ آپ کی محبت وشفقت کا بہت بہت شکریہ! لیکن میں آپ کی اطاعت کے مقابلے میں خدا کی اطاعت کروں گا۔ جب تک سانس میں سانس ہے' جسم میں طاقت ہے' میں کبھی بھی اس دعوت سے باز نہیں آؤں گا۔ میں دعوت دیتا رہوں گا' ترغیب بھی دلاتا رہوں گا۔آپ میں سے ہر اس شخص سے جس سے کبھی بھی میری ملاقات ہو گی میں کہوں گا میرے عزیز! تم ایتھنز کے رہنے والے ہو۔اس عظیم شہر کے شہری ہو جو اپنی قوت ودانش میں مشہور ہے۔تم ہر ممکن کوشش کرتے ہو کہ دولت' شہرت' مقام ومرتبہ میں خوب سے خوب تر ہو جاؤ۔کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ سچائی' دانش اور اپنے نفس کے لئے بھی کوشش اور محنت کرنے کی ضرورت ہے تا کہ یہ بھی خوب سے خوب تر ہوں۔پھر اگر آپ میں سے کوئی مجھ سے بحث کرے اور یہ کہے کہ وہ ان چیزوں کی نگہداشت کرتا ہے تو میں نہ اسے جانے دوں گا نہ ہی خود جاؤں گا۔اس سے سوال کروں گا' اسے جانچوں گا' اسے پرکھوں گا اور اگر مجھے یہ احساس ہو گیا کہ وہ کہتا تو ہے کہ اسے خیر اور نیکی کا علم ہے لیکن حقیقت میں علم نہیں ہے تو میں اسے اس کا احساس دلاؤں گا کہ اس نے بہت قیمتی اشیاء کے لئے بہت تھوڑا تردد کیا جبکہ بہت معمولی اشیاء کے لئے بڑی تگ ودو میں مصروف ہے۔یہی تبلیغ میں ہر ایک کو جس سے بھی ملوں گا' کروں گا' چاہے بوڑھا ہو یا جوان' ملکی ہو یا غیر ملکی لیکن بالخصوص آپ حضرات کو عزیزان من! کیونکہ آپ میری قوم اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برادری سے ہیں۔ یقین کیجئے' اس کام کا حکم مجھے خدا نے دیا ہے اور میرا ایمان ہے کہ اس شہر کے لئے میری اس خدمت خداوندی سے بڑھ کر اور کوئی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ میرا کام بس یہی ہے کہ آپ لوگوں کو راغب کروں' چاہے جوان ہوں یا بوڑھے کہ اپنے جسم اور اپنے مال کو اپنی اولین ترجیح نہ ٹھہرائیں بلکہ روح اور نفس کی پاکیزگی کو پہلا مقام دیں۔ اس کی اتنی نشوونما کریں کہ وہ نیکی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو جائے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ خیر اور نیکی' مال و دولت سے نہیں ملتی لیکن خیر و نیکی سے مال و اسباب بھی ملتے ہیں اور وہ تمام چیزیں بھی ملتی ہیں جو انسان کی ذاتی و اجتماعی زندگی کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اگر میں یہ سکھانے سے نوجوانوں کو خراب کر رہا ہوں تو واقعی میرے نظریات خطرناک ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ میں اس کے علاوہ کچھ اور کہتا ہوں تو وہ لغو بات کہتا ہے۔ حضرات! حاصل کلام یہ ہے کہ چاہے آپ اینی ٹاس کی بات مانیں یا نہ مانیں' مجھے چھوڑیں یا نہ چھوڑیں' لیکن یہ اچھی طرح جان لیجئے کہ جو کام میں کر رہا ہوں کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کروں گا چاہے مجھے اس کے لئے کئی بار ہی کیوں نہ مرنا پڑے۔

حضرات! شور نہ کیجئے! براہ کرم اس بات کا پاس کیجئے جو میں نے آپ سے شروع میں کہی تھی کہ میری بات میں دخل اندازی نہ کیجئے گا' چاہے میں کچھ بھی کہوں۔ مجھے سنئے گا ضرور' کیونکہ مجھے سننے سے آپ کچھ پائیں گے ہی۔ مجھے کچھ اور بھی کہنا ہے جسے سن کر شاید آپ اور بھی شور مچائیں لیکن خدارا ایسا نہ کیجئے گا۔ اس بات کا یقین کیجئے کہ اگر آپ نے مجھ جیسے کو مار ڈالا تو میری بجائے آپ اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچائیں گے۔ مجھے میلی ٹاس یا اینی ٹاس ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ان کے اندر اس کی قدرت ہی نہیں۔ کیونکہ خدا کا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک برا آدمی' ایک اچھے آدمی کو اپنی برائی سے نقصان پہنچا سکے۔ وہ اسے مار سکتا ہے' اسے دیس نکالا دے سکتا ہے' اس کے شہری حقوق سلب کر سکتا ہے اور شاید وہ اور بعض دوسرے لوگ بھی یہ خیال کریں کہ یہ بڑے کاری زخم ہیں لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔ اس کی بجائے جو کام اینی ٹاس اب کر رہا ہے یعنی ایک شخص کو ناحق مار ڈالنے کی کوشش' اسے میں ایک بڑا شر سمجھتا ہوں۔ چنانچہ ایتھنز کے شہریو! میں اپنا دفاع اپنی خاطر نہیں کر رہا جیسا کہ آپ کا گمان ہے بلکہ آپ کی خاطر اپنا دفاع کر رہا ہوں تاکہ مجھے گناہ گار ٹھہرا کر آپ اس غلطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں کہ خدا نے ایک نعمت دی تھی' آپ نے اسے ٹھکرا دیا۔ کیونکہ اگر مجھے مار ڈالیں گے تو فوراً ہی مجھ جیسا کوئی دوسرا نہیں پائیں گے۔ میں' جسے خدا نے اس شہر سے ایسے منسلک کیا ہے۔۔۔۔ گو یہ کہنا کچھ مضحکہ خیز سا لگتا ہے۔۔۔ کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کوئی شے سختی سے جوڑ دی گئی ہو۔ ریاست کی مثال ایک خوب پلے ہوئے گھوڑے کی مانند ہے جو اپنے وزن اور بھاری بھرکم وجود کی وجہ سے سست رفتار ہے۔ اسے ایک ایسی کاٹنے والی مکھی کی ضرورت ہے جو اسے نیند سے جگا کر ہوشیار کرے۔ ایسی ہی ایک کاٹنے والی مکھی کی طرح خدا نے مجھے اس ریاست سے باندھ دیا ہے کہ میں سارا دن اس کے جسم پر جگہ جگہ بیٹھتا رہوں' آپ میں سے ہر ایک کے پاس جاتا رہوں' اسے خواب غفلت سے جگاتا رہوں اور اسے ہوشیار کرتا رہوں۔ ایسے کسی شخص کو عزیزان من! آپ آسانی سے دوبارہ نہیں پائیں گے۔ میری نصیحت مانیں تو مجھے جانے دیں لیکن شاید اس جھنجھلائے ہوئے شخص کی طرح جسے سوتے سے یکا یک جگا دیا گیا ہو' آپ مجھ ہی پر ہاتھ اٹھائیں اور اینی ٹاس کی بات مان کر مجھے موت کی سزا دے ڈالیں' تب پھر زندگی بھر سوتے رہیے گا تاوقتیکہ خدا اپنی شفقت کی وجہ سے میرے ہی جیسا کوئی دوسرا آپ کو نیند سے جگانے کے لئے بھیج دے۔ رہی یہ بات کہ میں خدا کی طرف سے اس ریاست کیلئے ایک نعمت ہوں' اسے آپ میرے کردار سے جانچ سکتے ہیں۔ حضرات! یہ عام انسانوں کا طریقہ نہیں کہ میں نے اپنے تمام ذاتی معاملات کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ میرے گھریلو معاملات کئی سالوں سے پس پشت پڑے ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ ہر وقت آپ لوگوں کے ساتھ مصروف ہوں۔ آپ میں سے ہر ایک کے پاس ایسے جاتا ہوں جیسے ایک بڑا بھائی یا باپ جاتا ہے۔ آپ کو خیر و بھلائی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر میں نے اس خدمت کے عوض کبھی کوئی فائدہ اٹھایا یا رقم وصول کی تو اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ لیکن آپ خود ہی دیکھ لیجئے کہ میرے الزام تراشوں نے مجھ پر ہر طرح کا الزام بے شرمی سے لگایا تاہم اس چیز کا ایک بھی گواہ پیش نہیں کر سکے کہ میں نے کبھی کسی سے فیس لی یا فیس کا مطالبہ ہی کیا' جبکہ میں اپنی صفائی میں نہایت واضح شہادت پیش کرتا ہوں اور وہ ہے میری غربت و افلاس۔

شاید آپ کو یہ بات عجیب محسوس ہو کہ میں درست لوگوں کے پاس انفرادی طور پر جاتا ہوں' انہیں نصیحت کرتا ہوں' اسی میں ہر وقت مشغول ہوں لیکن اسمبلی میں نہیں آتا اور ریاست کو مشورے نہیں دیتا۔ اس کی وجہ جسے میں آپ لوگوں کو کئی دفعہ' کئی جگہوں پر بتا بھی چکا ہوں اور جس کا میلی ٹاس نے اپنے الزام میں مذاق بھی اڑایا ہے' یہ ہے کہ مجھ پر ایک روحانی و الہامی نوعیت کی چیز آتی ہے۔ یہ معاملہ میرے ساتھ بچپن سے لیکر اب تک ہے۔ اگر میں کوئی کام کرنے کے قریب ہوتا ہوں تو ایک آواز مجھے اس کام کے کرنے سے روک دیتی ہے۔ لیکن کسی کام کے کرنے پر مجبور نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتی۔ اسی نے مجھے اجتماعی معاملات میں حصہ لینے سے روکے رکھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس روکنے میں بڑی حکمت ہے۔ آپ حضرات اس کا یقین کیجئے کہ اگر میں نے اجتماعی معاملات میں حصہ لیا ہوتا تو کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا۔ نہ آپ کی بہتری کے لیے کچھ کر پایا ہوتا نہ ہی اپنے لئے۔ اب میرے سچ کہنے پر آپ لوگ ناراض نہ ہوں حقیقت یہی ہے کہ جو شخص بھی آپ کی پارٹی سے یا کسی اور پارٹی سے حقیقی اختلاف رکھتا ہو اور ریاست میں ظلم اور نا انصافی کی باتوں کو روکنے کی کوشش کرے تو اس کی زندگی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے لئے جو فی الواقع سچائی کی لڑائی لڑ رہا ہو اگر اسے باقی رہنا ہے چاہے تھوڑے ہی عرصہ کے لئے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجتماعی معاملات سے الگ رہ کر انفرادی زندگی گزارے۔ میں آپ کو اسی بات کا نہایت واضح ثبوت بھی پیش کر دیتا ہوں جو محض زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ وہ واقعات ہیں جن کی آپ کے نزدیک بڑی اہمیت ہے۔ ذرا سنئے! خود میرے ساتھ کیا ہوا اسی سے آپ کو یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ میں نے موت کے ڈر سے کسی کو بھی عدل و انصاف کے خلاف عمل کرنے کی رعایت نہیں دی۔ چاہے یہ رعایت نہ دینے کے سبب سے مجھے فوراً ہی ختم کر دیا جاتا۔ میں آپ کو قانونی عدالتوں کا قصہ سناتا ہوں جو گو قدرے اکتا دینے والا ہے مگر سچا ہے۔

حضرات! میں نے ریاستی معاملات میں کبھی حصہ نہیں لیا سوائے ایک بار جب میں سینٹ کا ممبر رہا۔ اس وقت حکومتی معاملات میں میرے قبیلے اینی روکس کا عمل دخل تھا۔ اس وقت دس جنرلوں پر اس الزام میں مقدمہ چلایا گیا کہ انہوں نے بحری لڑائی کے بعد لاشوں کو نہیں اٹھایا تھا۔ آپ لوگ یہ چاہتے تھے کہ ان سب پر اکٹھا مقدمہ چلایا جائے جو خلاف قانون تھا۔ ان کا آپ نے بعد میں اعتراف بھی کر لیا۔ لیکن اس وقت پچاس افراد کی مجلس میں، صرف میں تھا جس نے اس خلاف قانون کام کرنے کی مخالفت کی اور مخالفت میں ووٹ ڈالا۔ اس وقت بھی جب مقررین میری مذمت کر رہے تھے، مجھے اسی وقت گرفتار کرنے پر تیار تھے اور اب بھی چیخ چیخ کر انہیں ایسا ہی کرنے پر ابھار رہے ہیں، میں نے جیل اور موت کے خوف سے ظلم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ سب خطروں کا سامنا کیا لیکن قانون اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ملک میں جمہوریت تھی۔ پھر جب حکومت الخاصہ آئی تو تیس کے ٹولے نے مجھے اپنے چیمبر میں طلب کیا اور حکم دیا کہ چار دوسرے لوگوں کے ساتھ سلامیس جاؤں اور سلامی باشندے لیون کو لے کر آؤں تا کہ اسے سزائے موت دی جا سکے۔ انہوں نے ایسے ہی کئی احکام دوسروں کو بھی دیئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ چاہتے یہ تھے کہ اپنے گناہوں میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ملوث کر لیں۔ اس موقع پر بھی میں نے زبانی جمع خرچ سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے یہ ثابت کیا تھا کہ مجھے موت کی' رتی برابر' اگر یہ الفاظ نامناسب نہیں ہیں' پرواہ نہیں ہے۔ اگر پرواہ ہے تو اس امر کی کہ کوئی کام ظلم اور ناانصافی سے نہ ہونے پائے۔ وہ حکومت اگرچہ بڑی طاقتور تھی لیکن مجھے خوفزدہ کر کے ایک غلط کام کرنے پر مجبور نہ کر سکی۔ چنانچہ جب ہم چیمبر سے باہر آئے تو بقیہ چار تولیون کو لانے سلامیس چلے گئے جبکہ میں اپنے گھر آ گیا۔ اگر تیس کی یہ حکومت جلد ہی ٹوٹ نہ جاتی تو میری اس حرکت پر شاید مجھے موت کی سزا سنا دی جاتی۔

کیا آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ریاستی معاملات میں حصہ لیتا' سچے انسان کی طرح ہمیشہ عدل کا دامن تھامے رکھتا اور پھر اتنے عرصے تک زندہ بھی رہتا؟ ایتھنز کے شہریو! نہیں میں یا کوئی اور شخص بھی ایسا طرز عمل اختیار کر کے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا تھا۔ میں اپنی ساری زندگی میں ایسا ہی رہا ہوں۔ چاہے اجتماعی معاملات ہوں یا انفرادی معاملات' کبھی بھی کسی کو خوش کرنے کے لئے ناانصافی پر ڈھیل نہیں دی۔ ان کو بھی نہیں جنہیں میرے الزام تراش میرے شاگرد کہتے ہیں۔ میں کسی کا استاد نہیں ہوں لیکن اگر کوئی بوڑھا یا جوان مجھے میرے مشن کے دوران سننے کا خواہش مند ہو تو میں نے کسی کو اس سے روکا نہیں۔ نہ ہی میری یہ عادت ہے کہ پیسے لیکر مباحثہ کروں یا جب تک پیسے نہ ملیں' مباحثہ نہ کروں۔ بلکہ میں تو تیار رہتا ہوں کہ کوئی' خواہ امیر ہو یا غریب مجھ سے سوال پوچھے۔ یا ہم میں سے اگر کوئی یہ چاہے کہ پہلے میں اس سے سوال پوچھوں تو میں اسے اپنی بات کہنے کا پورا موقع دیتا ہوں پھر جو مجھے کہنا ہوتا ہے' وہ میں کہتا ہوں۔ اس کے بعد میرے سننے والوں میں سے اگر کوئی اچھا بن جاتا ہے یا برا تو اس کے لئے مجھے مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا کیونکہ میں نے تو کسی کو تعلیم دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی کو اس انداز سے سکھایا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے مجھ سے علیحدگی میں وہ کچھ سنا اور سیکھا ہے جو میں نے سب کے درمیان نہیں کہا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ سچ نہیں کہہ رہا ہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ میری صحبت میں اتنا وقت گزارنا پسند کرتے ہیں؟ حضرات گرامی آپ پہلے ہی سن چکے ہیں' میں نے آپ کو اصل حقیقت بتائی ہے کہ وہ مجھے ان لوگوں کا امتحان لیتے ہوئے سننا چاہتے ہیں جو خود کو عقل مند تو سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں عقل مند نہیں ہیں۔ ان کے لئے یہ کام لطف و مزے کا ہے لیکن میرے لئے یہ خدا کا حکم ہے جو اس نے اپنی نشانیوں' خوابوں اور ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام طریقوں سے دیا ہے' جن سے منشائے خداوندی انسان پر آشکار ہوتی ہے۔ ایتھنز کے شہریو! اصل حقیقت یہی ہے اور اس کا ثبوت بھی نہایت واضح ہے۔ وہ ایسے کہ اگر میں نوجوانوں کو خراب کر رہا ہوں اور کچھ کو خراب کر چکا ہوں تو لازماً ان میں سے بعض کو جواب بڑے ہو چکے ہیں اور جان چکے ہیں کہ جب وہ نوجوان تھے تو انہوں نے مجھ سے بڑے مشورے اور نصیحتیں حاصل کی تھیں' اب عدالت میں پیش ہونا چاہئے تا کہ مجھ پر الزام لگائیں اور مجھے سزا دلوائیں۔ اگر وہ خود ایسا نہیں کرنا چاہتے تو ان کے رشتہ دار' ان کے باپ ان کے بھائی یا ان کے دیگر رشتہ دار، اگر ان کے خاندان کے افراد نے میرے ہاتھوں نقصان اٹھایا ہے، کو ابھی بتانا چاہئے تا کہ مجھ سے اپنا انتقام لے سکیں۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے، میرا خیال ہے' یہاں موجود نہیں ہیں۔ تاہم ان میں سے بعض کو میں یہاں دیکھ بھی رہا ہوں' سب سے پہلے سٹروبولس کا باپ کرائٹو یہاں موجود ہے۔ یہ میرا ہم عمر بھی ہے اور میرے علاقے کا بھی ہے، پھر سینٹین کا رہنے والا لائیانیاس ہے جو ایسکینیز کا باپ ہے' سیفی سنین کا رہنے والا اینٹی نان ہے جو ایپی جینیز کا باپ ہے' ان کے علاوہ بعض اور بھی ہیں جن کے بھائی میرے ہمراہ رہے ہیں۔ انہی میں نکوسٹرٹس ہے جو تھیوس ڈوٹائی ڈیز کا بیٹا اور تھیوڈوٹس کا بھائی ہے۔ تھیوڈوٹس تو مر چکا ہے اس لئے وہ اسے کچھ کہنے سے روک نہیں سکتا۔ پارلس ہے جو ڈیموڈوکس کا بیٹا اور تھیاجیز کا بھائی ہے۔ ان کے علاوہ میں ارسٹون کے بیٹے ایڈی مینٹس کو بھی دیکھ رہا ہوں جس کا بھائی افلاطون بھی موجود ہے۔ اپالوڈورس کا بھائی آئینو ڈورس بھی یہیں ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں جن کے نام میں آپ کو بتا سکتا ہوں اور جن میں سے بعض کو میلی ٹاس کو ضرور اپنی تقریر میں گواہ کے طور پر بلانا چاہئے تھا۔ اگر وہ بھول گیا ہے تو اب ان میں سے کسی کی گواہی پیش کرے' میں جگہ دیئے دیتا ہوں۔ وہ بولے اور بتائے کہ اس کے پاس ان میں سے کسی کی شہادت ہے؟ لیکن عزیز ان شہر! آپ حقیقت کو اس کے بالکل برعکس پائیں گے۔ یہ سب میری مدد کے لئے تیار ہیں۔ جی! میں جو مخرب اخلاق ہوں اور بقول میلی ٹاس و اینی ٹاس ان کے رشتہ داروں کے لئے باعث دکھ و اذیت ہوں۔ اچھا! جن کو میں خراب کر چکا ہوں وہ میری تائید کریں تو شاید کوئی وجہ ہو سکتی ہے لیکن ان کے وہ رشتہ دار جن کو میں نے نہیں بہکایا جو ادھیڑ عمر بھی ہیں وہ بھی اگر میری تائید کریں تو اس کے سوا اور کیا سبب ہو سکتا ہے کہ وہ بھلائی اور سچائی کی طرف داری کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میلی ٹاس جھوٹ بول رہا ہے اور میں سچ کہہ رہا ہوں۔

اے اہل شہر! میں اپنی معذرت میں جو کچھ عرض کر سکتا تھا وہ بس یہی حقائق ہیں یا شاید ان ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کچھ مزید حقائق بھی ہوں گے۔ اب شاید آپ میں سے کوئی صاحب اس بات پر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے ہوں جب انہیں یہ یاد آئے کہ کبھی وہ بھی ایسے ہی کسی مقدمے میں جو اس سے کہیں کم سنگین تھا' مبتلائے مصیبت تھے۔ اس وقت انہوں نے کتنی التجائیں کی تھیں' ججوں کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے کتنے آنسو بہائے تھے' اپنے بچوں اور رشتہ داروں کو ان کے سامنے پھرایا تھا' اس پر مستزاد یہ کہ ان کے ساتھ ان کے بے شمار دوست بھی تھے لیکن میں جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے' ایسا نہیں کر رہا ہوں اور وہ بھی ایسے حالات میں جبکہ نہایت سنگین خطرے سے دوچار ہوں۔ میرے اس طرز عمل کا ممکن ہے کوئی صاحب برا منائیں' اسی باعث ان کا دل میرے لئے سخت ہو جائے اور وہ غصے میں میرے خلاف ووٹ دے ڈالیں۔ اگر آپ میں سے کوئی ایسا محسوس کرتا ہے' جس کی مجھے توقع تو نہیں ہے' لیکن اگر کوئی یوں محسوس کرتا ہے تو میں نہایت ادب سے اس سے کہوں گا کہ جناب والا! میرے بھی عزیز رشتہ دار ہیں کیونکہ بقول ہومر میں نہ پتھر سے پیدا ہوا ہوں نہ لکڑی سے' انسان کی اولاد ہوں' اس لئے میرے بھی عزیز و اقارب ہیں۔ ان کے علاوہ حضرات میرے تین بیٹے ہیں۔ ایک تو جوان ہو چکا ہے دو ابھی بچے ہیں لیکن میں ان میں سے کسی کو بھی یہاں اس غرض سے نہیں پھراؤں گا کہ آپ حضرات میری برأت میں ووٹ ڈال دیں۔ میں ایسا سب کیوں نہیں کر رہا ہوں؟ اس لئے نہیں کہ میں خودسر اور مغرور ہوں' نہ اس لئے کہ آپ کو کمتر و حقیر سمجھتا ہوں۔ میں بہادری سے موت کا سامنا کرتا ہوں یا نہیں' یہ ایک الگ مسئلہ ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مجھے اپنی' آپ کی اور ریاست کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ خلاف وقار محسوس ہوتا ہے کہ میں ایسا کوئی کام کروں اور وہ بھی اس عمر میں اور اس شہرت کے ساتھ' خواہ اچھی ہے یا بری۔ کم سے کم ایک عام رائے تو ہے کہ سقراط عام لوگوں سے کسی طرح برتر تھا اور یہ بڑے شرم کی بات ہوگی کہ آپ حضرات میں سے وہ جو کسی طرح دوسروں سے برتر ہوں' چاہے عقل و دانش میں' رجولیت میں یا کسی اور نیکی میں' وہ ایسے طرز عمل کا مظاہرہ کریں۔ میں نے اکثر بڑی اچھی شہرت رکھنے والے لوگوں کو بھی' جب وہ ملزم ٹھہرائے جاتے ہیں' بڑے عجیب طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ شاید ان کا خیال ہوتا ہے کہ اگر مر گئے تو بڑی خطرناک مصیبت سے دوچار ہو جائیں گے بصورت دیگر غالباً ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ میں سمجھتا ہوں ایسے لوگ ریاست کے لئے باعث رسوائی ہیں کیونکہ انہیں دیکھ کر غیر ملکی یہ سمجھیں گے کہ ایتھنز کے بلند رتبہ لوگ بھی' جنہیں ان کے اپنے ہی ساتھی حکومت اور دوسرے اعزازات کے لئے چنتے ہیں' عورتوں سے بہتر نہیں۔ اس نوعیت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکات، حضرات، ہم جیسی شہرت رکھنے والوں کو زیب نہیں دیتیں۔ نہ ہی آپ کو ہمیں ایسی حرکات کرنے کی اجازت دینی چاہئے۔ آپ کو سوائے اس شخص کے جو سنجیدگی سے اپنا دفاع کرے، ہر اس شخص کی مذمت کرنی چاہئے جو شہر کو ایسے دردانگیز مناظر سے تمسخر انگیز بنا دے۔

تاہم اگر اس وقار کے معاملے کو چھوڑ بھی دیں تب بھی حضرات مجھے یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی شخص جج کو دلائل سے قائل کرنے کی بجائے محض اس کی رحم دلی پر انحصار کر کے بری ہو جائے کیونکہ جج صاحبان عدالت میں عدل کرنے بیٹھتے ہیں، اس لئے نہیں کہ انصاف کو بطور عنایت کسی کی جھولی میں ڈال دیں۔ ان کا حلف یہ ہے کہ قانون کے مطابق انصاف کریں۔ یہ نہیں کہ جو انہیں خوش کرے وہ اسے نواز دیں۔ ہمیں چاہئے کہ آپ حضرات کو اس حلف کی خلاف ورزی کی عادت نہ ڈالنے دیں اور آپ خود بھی اپنے آپ کو اس عادت میں مبتلا نہ کیجئے۔ یہ دونوں ہی خدا کی نظر میں یکساں برائیاں ہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں ایسا کرنا عمل صحیح کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرات گرامی! مجھ سے یہ مطالبہ نہ کیجئے کہ میں آپ کے لئے ایک ایسے طرز عمل کا مظاہرہ کروں جو نہ اچھا ہے نہ صحیح ہے اور نہ ہی جائز، بالخصوص زیوس کی قسم، اس موقع پر مجھ جیسے کے لئے جو اس شخص میلی ٹاس کی بدولت ایک منکر مذہب کی حیثیت سے عدالت میں کھڑا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر میں رحم دلا کر آپ لوگوں کو ترغیب دے لوں اور مجبور کر دوں کہ آپ حضرات اپنے اٹھائے ہوئے حلف کی خلاف ورزی کر ڈالیں تو پھر یقیناً آپ کو یہ سکھا رہا ہوں کہ آپ خداؤں پر یقین نہ رکھیں۔ گویا اپنا دفاع کرتے ہوئے میں خود ہی اپنے آپ کو خداؤں پر ایمان نہ رکھنے کا مجرم ثابت کر دوں گا۔ لیکن میں ایسی چیزوں سے بہت دور ہوں۔ میرا ان پر ایمان، میرے الزام تراشوں جیسا نہیں ہے۔ میں آپ پر اور خدا پر اپنے مقدمے کا فیصلہ چھوڑتا ہوں تا کہ ہم دونوں کے لئے جو بہتر ہے وہی ہو۔

(اس موقع پر ایک وقفہ ہوا تا کہ مقدمہ کا فیصلہ ووٹنگ سے کیا جا سکے۔ سقراط کے حق میں ۳۲۰ ووٹ اور مخالفت میں ۳۸۱ ووٹ ڈالے گئے۔ ۶۱ ووٹوں کی اکثریت کے ساتھ سقراط مجرم قرار پایا۔ ایتھنز میں قانون یہ تھا کہ مجرم کو اپنے لئے متبادل سزا تجویز کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد جیوری اس کے لئے تجویز کردہ سزا اور اس کی اپنی متبادل سزا پر دوبارہ رائے شماری کرتی تھی۔ اس قانون کے مطابق سقراط کو اپنے لئے سزا تجویز کرنا تھی اس کی خاطر اس نے عدالت سے دوبارہ خطاب کیا۔)

ایتھنز کے شہریو! جو فیصلہ آپ نے ابھی سنایا ہے، مجھے اس پر افسوس نہیں ہے۔ وجوہات اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بہت ہیں بالخصوص یہ کہ جو کچھ ہوا خلاف توقع نہیں تھا۔ تاہم مجھے دونوں طرف پڑنے والے ووٹوں کی تعداد پر حیرانی ہے۔ میرا خیال تھا کہ میرے خلاف پڑنے والے ووٹوں کی تعداد کافی ہو گی۔ لیکن اب جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر اینی ٹاس اور لائی کان مجھے مجرم ٹھہرانے میں میلی ٹاس کا ساتھ نہ دیتے تو اسے کل ووٹوں کا پانچواں حصہ بھی نہ ملتا اور ہزار ڈرا کم کا جرمانہ ادا کرنا پڑتا۔

اس شخص نے میرے لئے موت کی سزا تجویز کی ہے۔ چلئے یوں ہی سہی۔ اب حضرات! میں اپنے لئے کیا سزا تجویز کروں؟ اتنا تو واضح ہے کہ جو سزا بھی تجویز کروں وہ بہر حال مناسب ہونی چاہئے۔ لیکن میری سزا کیا ہو، کونسی سزا' کتنا جرمانہ مناسب رہیگا؟ کیونکہ میں زندگی بھر چین و آرام سے نہیں بیٹھا۔ کیونکہ میں نے ان چیزون کو جن پر لوگ مرتے ہیں۔ مال بنانے' گھر و خاندان سنوارنے' فوجی عہدے' عوامی خطابت اور ان کے علاوہ اس شہر کے عہدے' پلاٹ اور جماعتیں۔ کو ذرہ برابر اہمیت نہیں دی۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ ان میں مبتلا ہو کر گناہ سے آلودہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ میں وہاں نہیں گیا جہاں جا کر آپ کے لئے اور اپنے لئے کوئی بھلائی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن ہر اس جگہ پر گیا جہاں امید تھی کہ آپکو خیر کی نعمت سے بہرہ ور کر سکوں گا۔ میں نے کوشش کی کہ آپ میں سے ہر ایک کو راغب کروں کہ وہ اپنے نفس کی نگہداشت اپنے دنیاوی مفادات سے پہلے کرے اور اس درجہ کرے کہ نیکی و دانائی میں درجہ کمال کو پہنچے۔ ریاست کو پہلی ترجیح دے اور اس سے وابستہ اپنے مفادات کو بعد میں دیکھے۔ یہی ترتیب دیگر معاملات میں بھی ملحوظ رکھے۔ تب پھر ایسے شخص کے لئے جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ میں ہوں' کیا سزا مناسب رہے گی۔ کوئی اچھی ہی چیز ہونی چاہئے۔ حضرات! سچی بات تو یہ ہے کہ میرے حساب سے تو میں سزاوار کسی اچھی چیز کا ہی ہوں۔ کوئی ایسی اچھی چیز جو میرے لئے مناسب بھی ہو۔ مجھ جیسے شخص کے لئے کیا مناسب ہو سکتا ہے جو غریب ہے مگر آپ کے لئے فائدہ مند ہے۔ جو اطمینان و سکون چاہتا ہے تا کہ آپ کو نصیحت کر سکے۔ ایسے شخص کے لئے اہل شہر اس سے بہتر اور کچھ نہیں کہ اسے ریاست کے خرچ پر ٹاؤن ہال میں مفت قیام و طعام پر رکھا جائے۔ وہ اس کا اولمپیا میں گھڑ سواری یا بگھی دوڑ میں انعام پانے والوں سے کہیں زیادہ اہل ہے۔ کیونکہ وہ تو آپ کو ایک سطحی خوشی دیتے ہیں جبکہ میں آپ کو حقیقی مسرت سے ہم کنار کرتا ہوں۔ انہیں مفت رہن سہن کی ضرورت نہیں جبکہ مجھے ہے۔ اس لئے اگر میں اپنی نیک کاوشوں کے عوض کسی سزا کا حق دار ہوں تو وہ بجا طور پر یہی ہے۔ ٹاؤن ہال میں مفت قیام و طعام۔ شاید میرا ایسا کہنے پر آپ لوگوں کو مجھ پر کچھ ہیکڑی محسوس ہو' بالکل اسی طرح جب میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عدالت میں رونے پیٹنے کے بارے میں کہا تھا۔ لیکن حضرات ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے ایسا اس لئے کہا ہے کہ مجھے پورا یقین ہے کہ میں نے کبھی بھی کسی کو جان بوجھ کر نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ لیکن میں آپ لوگوں کو اس کا یقین نہیں دلا سکا ہوں کیونکہ ہمیں گفتگو کے لئے بہت تھوڑا وقت ملا ہے۔ اگر یہاں بھی وہی قانون ہوتا جو دوسرے ملکوں میں ہے کہ سزائے موت کے مقدمے ایک دن نہیں بلکہ کئی دن چلیں تو میں ضرور آپ کو اس امر کا یقین دلا دیتا لیکن اتنے تھوڑے وقت میں، اپنے خلاف اتنے بڑے جھوٹ کو دور کرنا آسان کام نہیں تھا۔ چونکہ مجھے یقین ہے کہ میں نے کسی کے خلاف برا نہیں کیا اس لئے اپنے آپ کو غلط کار نہیں ٹھہراؤں گا' اپنے خلاف سزا نہیں سناؤں گا۔ یہ نہیں کہوں گا کہ میں کسی بری چیز کا حقدار ہوں' اپنے لئے کسی بری چیز کا تعین بھی نہیں کروں گا اور میں کیوں کروں؟ کیا اس سزا کے خوف سے جو میلی ٹاس نے تجویز کی ہے جبکہ میرا کہنا یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ اچھی ہے یا بری اور اس کی بجائے ان چیزوں کو چن لوں جو یقیناً بری ہیں اور انہیں سزا کے طور تجویز کروں؟ کیا کہوں۔ جیل؟ میں جیل میں کیوں رہوں' ان کا غلام بن کر' وہ گیارہ' جو وہاں کے افسران ہیں؟ پھر کیا جرمانہ اور تاوقت ادائیگی جرمانہ جیل؟ لیکن میرے معاملے میں یہ جیل سے کم نہیں کیونکہ میرے پاس کوئی مال نہیں جس سے جرمانہ ادا کر سکوں۔ تب پھر کیا کہوں ملک بدری؟ شاید آپ میرے لئے یہ سزا مان جائیں اور اگر مجھے زندگی پیاری ہے تو یہی سزا اپنے لئے تجویز کروں۔ لیکن کیا میں ایسا ہی گیا گزرا ہوں؟ آپ جو میرے ہم وطن ہیں' میرے کام اور میری باتیں برداشت نہیں کر سکے۔ یہ چیزیں آپ کے لئے اس قدر تکلیف دہ اور بدمزہ تھیں کہ آپ مجھے ملک بدر کر رہے ہیں تو کیا دوسرے ان کو آسانی سے برداشت کر لیں گے؟ کیسی عجیب منطق ہے! نہیں ایتھنز کے شہریو یہ بہت بعید ہے۔ کیا ہی شاندار زندگی ہوگی میری اگر اس عمر میں ہجرت کر جاؤں اور شہر در شہر بھاگتا رہوں۔ کیونکہ مجھے پختہ یقین ہے جہاں بھی جاؤں گا وہاں نوجوان میری بات اسی طرح سنیں گے جیسے یہاں سنتے ہیں۔ اگر میں نے ان کو پرے ہٹایا تو وہ مجھے پرے ہٹا دیں گے اور اگر ایسا نہ کیا تو ان کے باپ اور اہل خاندان' ان کی خاطر مجھے نکال باہر کریں گے۔

شاید آپ میں سے کوئی کہے تم ہمارے پاس سے کہیں اور کیوں نہیں چلے جاتے؟ کیوں نہیں کسی اور جگہ جا کر خاموشی سے چپ چاپ زندگی بسر کرتے؟ یہ بات آپ کو سمجھانی سب سے مشکل ہے۔ اس لئے کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس طرح سے چپ چاپ زندگی بسر کرنا خدا کی نافرمانی ہوگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا میں ایسا نہیں کر سکتا تو آپ یقین نہیں کریں گے بلکہ سمجھیں گے کہ شاید میں فریب دے رہا ہوں۔ اگر یہ کہوں کہ کسی انسان کے لئے یہ بڑی نعمت ہے کہ وہ روزانہ نیکی اور ایسی ہی دوسری چیزوں کے بارے میں مباحثہ کرے' جن کے بارے میں آپ مجھے گفتگو کرتے' اپنا اور دوسروں کا امتحان لیتے سنتے ہیں اور یہ کہ زندگی جستجوئے حقیقت کی تڑپ کے بغیر بے معنی ہے تو آپ اور بھی کم یقین کریں گے۔ لیکن حضرات گرامی اصل حقیقت یہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کو اس کا یقین دلانا آسان نہیں۔ اس کے علاوہ میری سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آسکی کہ مجھے کسی بھی طرح کی کوئی سزا ضرور ملنی چاہئے۔ اگر میرے پاس رقم ہوتی تو میں جرمانے کی کوئی ایسی رقم تجویز کر دیتا جو ادا کر سکتا۔ ایسا کرنے سے مجھے کچھ نقصان بھی نہ پہنچتا۔ لیکن اب جیسا کہ صورت حال ہے یہ بات خارج از بحث ہے الا یہ کہ آپ جرمانے کی رقم اتنی کم رکھیں کہ میں اسے ادا کرنے کے قابل ہوں۔ شاید میں آپ کو چاندی کا ایک منہا س ادا کر سکتا ہوں اور میں اسی کو جرمانہ ٹھہراتا ہوں۔ یہاں افلاطون' کرائٹو' سٹروبولس اور اپالوڈورس نے مجھے کہا ہے کہ میں جرمانے کی رقم کو تیس منہاس ٹھہراؤں اور وہ اس کی ادائیگی کی ضمانت دیتے ہیں۔ تب میں اسی کو جرمانے کی رقم ٹھہراتا ہوں۔ یہ لوگ اس رقم کی ادائیگی کے بڑے مناسب ضامن ہیں۔

(سقراط نے اپنے لئے جرمانے کی جو سزا تجویز کی تھی اس پر اور میلی ٹاس کی تجویز کردہ سزائے موت پر ایک دفعہ پھر رائے شماری ہوئی۔ عدالت نے کثرت رائے سے سقراط کے خلاف سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ سقراط نے اس مختصر وقفہ میں جب اسے جیل جانا تھا وہاں موجود لوگوں سے خطاب کیا)

ایتھنز کے شہریو! آپ کو کچھ زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ بس کچھ ہی عرصہ میں آپ پر یہ الزام چپکا دیا جائے گا کہ آپ نے ایک دانا شخص سقراط کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا۔ ایسا وہ ضرور کہیں گے جو ہمارے شہر پر تنقید کرنے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ جب وہ آپ پر طعن کرنا چاہیں گے تو مجھے' اگر میں عقل مند نہ ہوں' تب بھی عقل مند کہیں گے۔ اگر آپ تھوڑا صبر کر لیتے تو یہ چیز آپ کو خود بخود حاصل ہو جاتی۔ میری عمر دیکھئے جو اس قدر زیادہ ہے کہ مرنے کے قریب ہوں۔ یہ بات میں آپ سب سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ صرف ان سے جنہوں نے میری موت کے لئے ووٹ دیا ہے۔ مجھے ان حضرات سے کچھ اور بھی کہنا ہے۔ آپ حضرات شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ دلائل کی عدم دستیابی میرے مجرم قرار پانے کا سبب ٹھہری ہے۔ وہ دلائل جو آپ کو ترغیب دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے تھے۔ اگر میں صحیح طرز پر عمل اختیار کرتا تو ہر وہ کام اور بات کرتا جس سے اس سزا سے بچا جا سکتا تھا۔ اصل بات یہ نہیں ہے۔ میں دلائل کی عدم دستیابی کی وجہ سے نہیں بلکہ بے حیائی و بے شرمی کے عدم وجود کے باعث مجرم قرار پایا ہوں۔ میں اس وجہ سے مجرم ٹھہرا ہوں کہ رویا نہیں، گڑگڑایا نہیں اور میں نے وہ حرکتیں نہیں کیں جن کے آپ دوسروں میں دیکھنے کے عادی ہیں، لیکن جن کے بارے میں میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایسا کرنا میرے لئے زیبا نہیں۔ اس وقت بھی خطرے کو سامنے پا کر میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ خلاف مردانگی حرکات کرنی چاہئیں اور اب بھی مجھے اپنے دفاع کے اس طریق کار پر افسوس نہیں ہے۔ میں ایسی حرکات کر کے زندہ رہنے کی بجائے مر جانا زیادہ پسند کروں گا۔ میرے لئے یا کسی اور کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ موت سے بچنے کے لئے خواہ وہ عدالت میں ہو یا جنگ میں ہر ممکن راستہ اختیار کر لے۔ جنگ میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص ہتھیار پھینک کر حملہ آوروں سے رحم کی بھیک مانگ کر موت سے بچ جاتا ہے۔ ایسے ہی ہر قسم کے خطرات میں موت سے بچنے کے بہت سے راستے ہوتے ہیں بشرطیکہ کوئی ہر کام کرنے اور ہر بات کہنے پر آمادہ ہو۔ نہیں حضرات! مشکل کام موت سے بچنا نہیں بلکہ برائی سے بچنا ہے کیونکہ وہ موت سے زیادہ تیزی سے آتی ہے۔ مجھ جیسے بوڑھے، سست اور ناتواں شخص کو اس موت نے گھیرا ہے جو سست رفتار ہے جبکہ میرے چالاک اور تیز الزام تراشوں کو اس برائی نے گھیرا ہے جو تیز رفتار ہے۔ میں آپ لوگوں کی طرف سے مجرم قرار پا کر موت کی سزا پانے جاتا ہوں اور وہ سچائی کی طرف سے مجرم قرار پا کر مکاری اور ظلم کی سزا پانے جاتے ہیں۔ مجھے اپنی سزا اختیار کرنی ہے اُنہیں اپنی۔ ایسا ہی مقدر میں تھا اور میں سمجھتا ہوں ایسا ہی ٹھیک بھی ہے۔

اب ایتھنز کے شہریو میں ان لوگوں کے لئے پیش گوئی کرتا ہوں جنہوں نے مجھے مجرم قرار دیا ہے، میں زندگی کے اس لمحے میں ہوں جہاں اکثر انسانوں میں قوت پیشین گوئی بہت بڑھ جاتی ہے۔ یعنی وہ لمحہ جب موت سامنے نظر آ رہی ہو۔ جنہوں نے مجھے مجرم ٹھہرایا ہے ان کے لئے میری پیشین گوئی یہ ہے کہ میرے مرنے کے فوراً بعد، زیوس کی قسم! ان پر عذاب آئے گا جو اس سزا سے کہیں سخت ہوگا جو انہوں نے مجھے دی ہے۔ آپ لوگوں نے یہ سوچ کر یہ کام کیا ہے کہ مستقبل میں اس امر کی کوئی جوابدہی نہ کرنے میں آپ بالکل آزاد ہیں لیکن میں آپ سے کہتا ہوں صورت حال اس کے بالکل برعکس ہوگی۔ ایک نہیں ہوں گے جو آپ کو ملزم ٹھہرائیں گے، کئی لوگ ہیں جن کو میں نے اب تک روک رکھا ہے اور جن کا آپ کو اندازہ نہیں۔ جتنے وہ نوجوان ہوں گے اتنے ہی آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سخت ہوں گے اور اتنے ہی آپ ان کے ہاتھوں پریشان ہوں گے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو سزائے موت دے دینے سے آپ کسی کو غلط کار زندگی کی طرف بڑھنے سے روک سکتے ہیں تو انتہائی غلط ہے کیونکہ یہ راہ فرار نہ ممکن ہے اور نہ ہی مناسب۔ لیکن دوسرا راستہ آسان بھی ہے اور قابل عزت بھی کہ آپ دوسروں کی زندگیوں کے چراغ گل کرنے کی بجائے اپنی زندگیوں کو نیکیوں سے سنوارنے کی کوشش کریں۔ یہ میری پیشین گوئی ان کے لئے ہے جنہوں نے مجھے مجرم کہا اور ان سے اب میرا معاملہ ختم ہوا۔

اب مجھے کچھ ان سے کہنا ہے جنہوں نے میری صفائی میں ووٹ دیا ہے۔ ابھی جبکہ مجسٹریٹ صاحبان مصروف ہیں اور مجھے اس جگہ نہیں لے جایا جا رہا جہاں مجھے مرنا ہے' تب تک میں بڑی خوشی سے' آج کے حالیہ واقعہ پر آپ سے بات کروں گا۔ میرے دوستو! میری خواہش ہے کہ مہلت کے اس قلیل عرصہ میں آپ میرے ساتھ رہیں کیونکہ جب تک مہلت ہے کوئی ہمیں ایک دوسرے سے بات کرنے سے روک نہیں سکتا۔ میرے عزیزو! آپ پر میں اس راز کو کھول رہا ہوں جو مجھ پر ابھی ظاہر ہوا ہے۔ میرے جج صاحبان! آپ کو جج کہہ کر میں فی الواقع آپ کو صحیح نام سے پکار رہا ہوں۔ میرے لئے آج ایک نہایت شاندار چیز ہوئی ہے۔ ایک مانوس الہامی آواز' ایک پیغمبرانہ ہاتف غیبی اکثر میرے پاس آیا کرتی تھی اور اگر میں کوئی غلطی کرنے کے قریب ہوتا تو نہایت معمولی چیزوں پر بھی مجھے ٹوک دیتی تھی۔ لیکن آج جیسا کہ آپ نے خود دیکھا اور جیسا کہ سمجھا جا رہا ہے کہ ایک بلائے عظیم مجھ پر نازل ہوئی ہے' ایک بار بھی' میرے گھر سے نکل کر عدالت آنے تک' عدالت میں اپنے تمام دلائل کے دوران' اس پیغمبرانہ ہاتف غیبی نے مجھے نہیں ٹوکا۔ اگرچہ یہ نشان' مجھے میری دوسری تقریروں میں' دوران گفتگو ہی اکثر ٹوک دیا کرتا تھا۔ لیکن آج کے واقعہ کے دوران اس نے مجھے کہیں نہیں ٹوکا' نہ عمل میں نہ تقریر میں۔ میں اس کی کیا وجہ سمجھوں؟ جو کچھ ہوا ہے ضرور اسی میں میرے لئے بہتری ہے اور ہم میں سے جو موت کو برائی سمجھ رہے ہیں ان کی رائے یقیناً ٹھیک نہیں ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اگر اس معاملے میں میرے لئے بہتری نہ ہوتی تو میرے معمول کا الہامی انسان مجھے ضرور ٹوک دیتا۔

آیئے اسی بات کو کہ موت کے نعمت ہونے کی توقع بہت ہے' ایک دوسرے پہلو سے دیکھیں۔ موت دو چیزوں میں سے یقیناً ایک ہے۔ یا یہ کہ مرنے والا بالکل ہی نیست ہو گیا یا یہ کہ یہ یہاں اس جگہ سے' ایک دوسری جگہ' بدلی و منتقلی ہے۔ اگر موت کے بعد شعور بالکل ختم ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت اس نیند کی مانند ہے جس میں کوئی خواب بھی نہیں تو کیا یہ ایک شاندار نعمت نہ ہوگی؟ میرا خیال ہے اگر کوئی اس پرسکون رات کا مقابلہ اپنے زندگی بھر کے شب و روز سے کرے' یہ دیکھئے کہ ان میں کتنے دن یا راتیں تھیں جو اس رات سے زیادہ میٹھی اور پرسکون تھیں، تو مجھے یقین ہے کہ عام شخص تو درکنار پارس کا بادشاہ بھی اپنے گنتی بھر کے شب و روز میں چند ہی ڈھونڈ پائے گا۔ لیکن اگر موت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی ہے اور اگر یہ سچ ہے جو کہا گیا ہے کہ جو مر چکے ہیں وہ وہاں ہوں گے تو جج صاحبان' اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی۔ کیونکہ جو شخص ان لوگوں سے جو یہاں اپنے آپ کو جج کہتے ہیں' نجات پا کر آخرت میں جائے گا تو وہاں وہ ان حقیقی ججوں کو پائے گا جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ وہاں انصاف کرتے ہیں۔ مائی نوس' رادھا میز' آیٹا یکوز' ٹرلٹیولیوس اور ایسی دوسری ہستیاں جو دنیا میں راست باز تھیں۔ تب کیا یہ انتقال بری بات ہے؟ بلکہ وہاں تو آرفیس' موزیاس' ہزیڈ اور ہومر کی ہمراہی نصیب ہوگی جس کے لئے آپ میں سے ہر کوئی نہ جانے کتنا خرچ کرنے کو تیار ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے تو میں کئی بار مرنے کو تیار ہوں کیونکہ مجھے وہاں رہنا بہت شاندار لگے گا۔ وہاں میں پالاسیڈیز اور کئی ان ہستیوں سے ملوں گا جو غلط انصاف کی بھینٹ چڑھ گئے۔ میں اپنے تجربہ کا ان سے موازانہ کروں گا۔ جو ایک خوشگوار تجربہ ہوگا۔ لیکن سب سے مزے کی بات یہ ہوگی کہ میں وہاں بھی لوگوں سے سوالات کر کے ان کو جانچوں اور پرکھوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ کون اصل عقل مند ہے اور کون ایسا ہے جو عقل مند بنتا ہے مگر نہیں ہے۔ میری عدالت کے جج صاحبان! اس شخص سے سوالات کرنے کے لئے جس نے ٹرائے کے خلاف عظیم مہم کی قیادت کی تھی اوڈلیس' سسی فاس یا اس مہم میں شامل ہزاروں مردوں عورتوں سے پوچھنے کی خاطر' کوئی اپنا کیا کچھ نہ قربان کرنے کو تیار ہوگا؟ ان لوگوں سے وہاں گفتگو کرنا' انہیں جانچنا پرکھنا اور ان کی ہمراہی میں رہنا ایک لازوال مسرت سے کم نہیں۔ وہاں خواہ کچھ بھی ہو' وہ اس جرم میں لوگوں کو موت کی سزا نہیں دیتے۔ وہاں اس دنیا میں وہ یہاں ہم سے زیادہ خوش ہیں' بالخصوص اس وجہ سے بھی اگر جو کہا گیا ہے وہ درست ہے کہ باقی عرصہ کے لئے وہ ہمیشگی کی زندگی گزاریں گے۔

آپ جج حضرات کو چاہئے کہ موت کے بارے میں اچھی توقعات وابستہ کریں۔ کم سے کم اس بات کی حقیقت پر ایمان رکھیں کہ ایک نیک آدمی کو' کوئی برائی ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ نہ اس دنیا میں' نہ اس دنیا میں اور نہ ہی کبھی خدا کی طرف سے اس کے معاملات نظر انداز کئے جاتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اس لئے میرا یہ انجام محض اتفاق نہیں ہے بلکہ مجھے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ میرے لئے اب مرنا اور دنیا کی تکالیف سے چھٹکارا پانا ہی بہتر تھا۔یہی وجہ ہے کہ میرے الہامی نشان نے مجھے ٹوکا نہیں اور یہی وجہ ہے کہ میں ان سے بھی قطعاً خفا نہیں جنہوں نے مجھے مجرم ٹھہرایا یا، جنہوں نے مجھ پر الزام لگائے ہیں۔تاہم جب انہوں نے مجھ پر الزام لگائے تھے تو ان کی نیت یہی تھی کہ مجھے نقصان پہنچائیں بس اسی معاملے میں وہ موردِ الزام ہیں۔مجھے ان سے ایک کام بھی ہے۔جب میرے بیٹے بڑے ہو جائیں اور پھر اگر وہ نیکی کے مقابلے میں مال و دولت کو ترجیح دینے لگیں تو آپ لوگ انہیں ایسے ہی تنگ کیجئے گا جیسے میں آپ لوگوں کو کیا کرتا تھا۔اگر وہ یہ ظاہر کرنے لگیں کہ بڑی اہم شخصیت بن گئے ہیں جبکہ حقیقتاً ایسا نہ ہو تو ان کا محاسبہ کرنا، جیسے میں آپ کا محاسبہ کیا کرتا تھا۔کیونکہ وہ اس کی حفاظت نہیں کر رہے جس کی حفاظت کرنی چاہیے تھی اور اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگ گئے ہیں جبکہ حقیقت میں نہیں ہیں۔اگر آپ لوگ ایسا کریں گے تو میں اور میرے بیٹے دونوں آپ کے ہاتھوں صحیح انصاف پائیں گے۔

اب جانے کا وقت آ گیا ہے۔ہم اپنے اپنے راستوں کی طرف جاتے ہیں۔میں مرنے کو اور آپ زندہ رہنے کو۔کون سا راستہ بہتر ہے' خدا ہی کو معلوم ہے۔

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے اپنی تصنیف ''داستان دانش'' میں سقراط کی گفتگوؤں کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے کہ ان تمام بحثوں کا ماحصل لیا جائے تو چند بنیادی باتیں نکلتی ہیں۔ایک یہ کہ عقل کلی کا وجود ہے، دوسری یہ کہ خیر مطلق کا وجود ہے' تیسری کہ نیکی عقل ہے اور بدی جہالت' چوتھی یہ کہ نیکی آپ ہی اپنا اجر ہے اور بدی آپ ہی اپنی سزا ہے۔خارجی اور مادی جزا سزا کا نیکی اور بدی پر عائد ہونا لازمی نہیں اور ایک طرح سے غیر متعلق بھی۔مملکت اگر عقل اور حصول کی بنا پر قائم کی جائے تو افراد کی زندگی اور جماعت کا نظم و نسق کس قسم کا ہونا چاہیے۔اور عادل اور عامل حکمرانوں کی جماعت کس طرح وجود میں آسکتی ہے۔فرد عاقل و عادل اور جماعت عاقل و عادل ایک دوسرے کا آئینہ ہیں۔جن اصولوں سے ایک فرد کی زندگی میں توازن' ہم آہنگی اور سعادت پیدا ہوتی ہے انہیں اصولوں سے جماعت اور مملکت میں بھی یہ کیفیت ظہور میں آتی ہے۔

سقراط حقیقت میں فقط ایک خدائے واحد کا قائل تھا۔جو سراپا عقل اور سراپا عدل ہے اس کے نزدیک خدا خیر مطلق تھا اور نفس کے اندر اس خیر مطلق کے عرفان کا نام نیکی ہے۔اس کا عقیدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ روح اس جسم میں داخل ہونے سے اور مادے سے ملوث ہونے سے پہلے بھی موجود تھی اور اس جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی موجود رہے گی۔ وہ کہتا تھا کہ اعلیٰ درجے کی زندگی مرنے سے قبل موت کی ایک کوشش ہے۔ جذبات اور مادی خواہشات سے بچ کر عقل خالص اور خیر محض کی طرف جانا جسمانی موت اور روحانی حیات ہے۔ دانا انسان اس قسم کی موت کی کوشش جسمانی زندگی کے اندر رہتے ہوئے ہی شروع کر دیتا ہے، اس کے بعد جسم کی مطلق تحلیل سے ڈرنے کی بجائے اس سے خوش ہوتا ہے اس سے گریز نہیں کرتا۔ مرد عاقل کی نشانی یہ ہے کہ جسمانی موت کا قطعاً کوئی خوف اس کے دل میں نہ ہو۔ سقراط نے اپنی شہادت کے وقت اس کا ثبوت دیا کہ اس کے قول و فعل میں کلی مطابقت ہے۔ اب اس کی تعلیم کے اہم نکات بغیر کسی منطقی ترتیب کے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ تمام انسانوں کا علم محدود ہے غیر انسانی مخلوقات کا علم محال بھی ہے اور غیر ضروری بھی۔ انسان کو نیکی کا علم ہو سکتا ہے لیکن وہ بھی کامل طور پر نہیں۔

۲۔ دوسرے لوگ بھی جاہل ہیں اور میں بھی جاہل ہوں لیکن وہ اپنی جہالت سے ناواقف ہیں اور اس جہالت کو علم سمجھتے ہیں۔ مجھ کو ان پر فوقیت یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔

۳۔ اپنے نفس کو پہچانو، تمام حقائق کا دروازہ اس عرفان نفس سے کھلتا ہے۔

۴۔ اخلاقیات ہی اصل علم ہے باقی تمام علوم اس کے مقابلے میں ظنی اور اضافی ہیں۔

۵۔ انسان مینار کائنات ہے لیکن اس سے مراد کسی فرد کے ہنگامی جذبات اور محسوسات نہیں۔ خیر مطلق کا مینار انسان کی فطرت کے اندر مضمر ہے۔

۶۔ جس کو حقیقت کہتے ہیں وہ جزئیات میں نہیں ملتی بلکہ کلیات میں پائی جاتی ہے۔ نیکی اور علم، کلی اصول کے عرفان اور ان پر عمل کرنے کا نام ہے۔

۷۔ جاننا دو قسموں کا ہے ایک رائے اور دوسرا علم۔ عام آدمی فقط رائے رکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ علم صرف حکیم کو حاصل ہوتا ہے۔

۸۔ ہر بحث سے پہلے الفاظ کے معنی متعین کر لئے جائیں۔ جب تک تصور زیر بحث کی واضح تعریف و تحدید نہ ہو ہر بحث خلط مبحث کا ایک دلدل ہوتی ہے۔

۹۔ علم کے اصلی اصول انسان کی فطرت کے اندر مضمر ہیں۔ تعلیم کا مقصد خارج سے کسی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر معلومات کا داخل کرنا نہیں بلکہ ان کے اندر سے فطری اصول کا بے نقاب کرنا ہے۔
تمام اصلی علم روح انسانی کا ازلی سرمایہ ہے۔ فطرت انسانی علم سے حاملہ ہے۔ معلم کو دایہ کا کام کرنا چاہیے۔

۱۰۔ کوئی شخص جان بوجھ کر برائی نہیں کرتا۔ علم سے ضرور نیکی سرزد ہوگی اور جہالت سے بدی۔ بدآدمی بھی شر کو خیر سمجھ کر کرتا ہے۔ فطرتاً وہ بھی خیر کا طالب ہے مگر جہالت کی وجہ سے راستہ بھول گیا ہے۔

۱۱۔ نیکی علم ہے اس لئے اس کی تعلیم ہوسکتی ہے۔ خیر و شر کے اصول عقلی طور پر لوگوں کو سمجھائے جاسکتے ہیں۔

۱۲۔ نیکی میں ایک وحدت پائی جاتی ہے۔ اگر کسی پہلو میں انسان پوری طرح نیک ہو جائے تو باقی نیکیاں بھی اس کے ساتھ آ جائیں گی۔ کوئی شخص ایک پہلو سے بد ہو کر دوسرے پہلوؤں میں نیک نہیں ہوسکتا۔

۱۳۔ صحیح علم اور نیکی کے لئے لازمی ہے کہ وہ عمل میں سرزد ہو۔

۱۴۔ انسان کی فطرت کا کوئی پہلو فنا کر دینے کے قابل نہیں ہے۔ ہر جبلت کا ایک وظیفہ ہے اور عدل کے ساتھ اس وظیفے کو پورا کرنے کا نام نیکی ہے۔

۱۵۔ فرد کی زندگی میں سعادت اور ہم آہنگی عدل سے قائم ہوسکتی ہے اور جماعت کی زندگی میں بھی عدل ہی سے۔ فرد اور جماعت کا عدل ایک دوسرے کا آئینہ ہیں۔

۱۶۔ جماعت کا عدل یہ ہے کہ ہر طبقہ اپنے اپنے کام کی اہلیت رکھتا ہو اور اس کو اچھی طرح انجام دے۔ فرد کے اندر عدل یہ ہے کہ اس کی ہر جبلت اپنا وظیفہ اپنی حدود کے اندر پورا کرے، تاکہ سب کے وظائف سے مل کر ہم آہنگی پیدا ہو جائے جو اصل سعادت ہے۔

۱۷۔ انسان سے اعلیٰ تر فوق الفطرت ہستیوں کا وجود ہے لیکن اصل الوہیت ایک خدائے واحد کو حاصل ہے جو خیر مطلق اور علم مطلق ہے اور رب العالمین ہے۔

۱۸۔ فطرت خارجہ کے متعلق انسان کو فقط اس قدر علم ہوسکتا ہے کہ اس میں نظم و ترتیب اور مقصد پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک دانا قوت کی مخلوق ہے۔

۱۹۔ انسان ہمیشہ عقل کی رہبری میں نہیں چلتا بلکہ اعلیٰ قوتیں بھی اس کو ہدایت کرتی اور غلط راستوں پر چلنے سے روکتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ بدی کرنے سے کبھی حقیقی مسرت اور سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔ سعادت نیکی کے ساتھ وابستہ ہے اور شقاوت بدی کے ساتھ۔ نیکی خود ہی اپنا اجر ہے اور بدی خود ہی اپنی سزا لیکن خدا نے ان کے ساتھ دوسری جزائیں اور سزائیں بھی وابستہ کر رکھی ہیں جن کا پورا انکشاف کسی دوسری زندگی میں ہوگا۔

۲۱۔ ظلم کرنا ظلم سہنے سے بدر جہا بدتر ہے۔ ظلم سہنے سے فقط جسم کو اذیت پہنچتی ہے جو غیر اصلی اور عارضی ہے۔ ظلم کرنے سے انسان کی اصلیت یعنی اس کی روح کو صدمہ پہنچتا ہے اور اس میں فساد پیدا ہوتا ہے۔

۲۲۔ جب تک کہ داناؤں اور عادلوں کی حکومت نہ ہو کوئی شریف آدمی پبلک لائف میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اگر وہ دانائی اور سچائی سے کام لے گا تو اس کو بہت نقصان پہنچے گا۔ اس کو کسی قسم کی قوت حاصل نہیں ہوگی اور قوی احتمال ہے کہ اسے مار ڈالا جائے۔

۲۳۔ خطابت عام طور پر خوشامد اور دروغ گوئی کی مشق کا نام ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص خطابت کی قوت کو صداقت کے لئے استعمال کرے۔

۲۱۔ خطیب ایک خوشامدی باورچی کی طرح ہوتا ہے جو مریضوں کے سامنے چٹخارے دار کھانے پیش کرتا ہے۔ ان کو تھوڑی دیر تک یہ خوشامدی باورچی سچے طبیب کے مقابلے میں قابل تعریف آدمی معلوم ہوتا ہے کیوں کہ سچا طبیب مریضوں کے لئے کڑوی دوائیں اور سادہ غذائیں تجویز کرتا ہے۔

۲۵۔ شاعر بھی اکثر دروغ باف ہوتے ہیں اور لوگوں کے جذبات کو ابھارنا اپنا فن بنا لیتے ہیں۔ اس سے وہ بہت مقبول ہو جاتے ہیں اور مالی نفع بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ عادل مملکت میں شاعروں پر شدید احتساب ہونا چاہیے۔

۲۶۔ سچ وہی شخص بول سکتا ہے جو دانا ہو اور جس کا نفع و ضرر حکومت یا عوام کے ہاتھ میں نہ ہو۔

۲۷۔ سچا آدمی موت سے نہیں ڈرتا بلکہ بداعمالی اور تخریب روح سے گھبراتا ہے۔

۲۸۔ جو شخص رسوم و رواج کی پابندی میں یا عادتاً نیکی کرتا ہے اس کو بھی دنیا و آخرت میں ایک قسم کی سعادت حاصل ہوگی۔ لیکن اعلیٰ ترین درجات صرف اس نیکی کے لئے ہیں جس کے ساتھ عرفان بھی وابستہ ہو۔

۲۹۔ نیکی کے ساتھ ذوق فقر یعنی سادہ زندگی کی خواہش ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر نیکی قائم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہ سکتی۔

۳۰۔ بدی کرنے کے بعد سزا پانا بہ نسبت بچ کر نکل جانے کے بدرجہا بہتر ہے۔ بدی ایک روحانی بیماری ہے اور سزا اس کی دوا ہے۔ بیماری کے ہوتے ہوئے دوا سے بچنے والا احمق ہے۔ اس کوشش سے اس کے مرض کا ازالہ نہیں ہوگا بلکہ اس میں اضافہ ہو جائے گا۔ سزا کا مقصد تعذیب نہیں بلکہ تہذیب ہے۔

☆.....☆.....☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

200 ط 289 غ
25148-EU-64

اپنا ادارہ
زبیدہ سنٹر، اُردو بازار، لاہور
Mobile: 0300-4190120
E-mail: apnaidara@hotmail.com